وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. (سورۃ الحشر)

جو کچھ رسول تمہیں دیں، اسے لے لو۔ اور جس سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔

رمضان کی احادیث اور سُنتیں

روزہ، تراویح، دورِ قرآن، اعتکاف، شبِ قدر، عید الفطر، زکوٰۃ وغیرہ

(مختصر ایڈیشن)

600 سے زائد صحیح احادیث۔ مختصر تخریج و حوالہ جات کے ساتھ۔

ایک ایک سطر نبی ﷺ کے الفاظ میں۔

ناشر:
مکتبہ قرآن و حدیث
متصل مرکزی جامع مسجد کورٹ روڈ
کراچی۔ پاکستان
0323-3347611
0331-2910838

از: پروفیسر مفتی عروج قادری
(ایم ایس سی۔ ایم اے۔ شہادۃ العالمیۃ)

دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث۔ تینوں مکاتب فکر کے علماء کی مشترکہ طور پر تصدیق کردہ کتاب

رمضان کی احادیث اور سُنتیں (600 سے زائد صحیح احادیث۔ ایک ایک سطر نبی ﷺ کے الفاظ میں۔)

دار الافتاء

مرکزی جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان محمدی مسجد برنس روڈ، اے ایم نمبر ۱، کراچی۔ فون: ۲۶۲۸۱۰۲

حوالہ: ---------- تاریخ 25-5-2013

سَنَدُ الافتاء

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترمہ پروفیسر عروج قادری صاحبہ ۔ ایک عالمہ دین ہیں ، انہیں اللہ تعالیٰ نے علمی و تحقیقی صلاحیتوں سے نوازا ہے، انکی تصنیف کردہ کتابیں "رمضان کی احادیث اور سنتیں" اور "حج اور عمرہ کے مسائل" ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے مضامین میں مکمل اور بہترین انداز سے مرتب کی گئی ہیں۔ کتاب "رمضان کی احادیث اور سنتیں" میں انھوں نے چھ سو سے زائد جبکہ "حج اور عمرہ کے مسائل" میں گیارہ سو سے زائد صحیح احادیث مختصر و مکمل تخریج اور حوالہ جات کے ساتھ درج کی ہیں۔

کتاب "حج اور عمرہ کے مسائل" میں حج و عمرہ کرنے والوں کے لیے کامل رہنمائی ہے اور اسی طرح رمضان کی کتاب بھی روزہ داروں کے لیے مشعل راہ ہے۔

پروفیسر عروج قادری کی عالمانہ و محققانہ صلاحیتوں کو اور لوگوں کے سوالات اور انکے جوابات کا باریک بینی سے مشاہدہ کرنے کے بعد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محترمہ مسند افتاء پر تشریف فرما کر عام مسلمانوں کی اور خاص طور پر خواتین کے مسائل کی قرآن و حدیث کی روشنی میں رہنمائی کر سکتی ہیں اور وہ اسکی اہل ہیں۔ ہم نے انکے تحریر کردہ جوابات بھی پڑھے ہیں، اور ہم ان سے مطمئن ہیں۔

لہٰذا ہم انکو اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے نام کے ساتھ لفظ "مفتی" تحریر کر سکتی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی صحیح رہنمائی فرمائے۔ آمین۔

والسلام

واللہ یہدھا الی سواء السبیل

مفتی محمد ادریس سلفی عبدالقہار دہلوی
مفتی جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان

عبدالرحمٰن سلفی عبدالستار
امیر جماعت غرباء اہل حدیث پاکستان

2628102

دیوبندی مکتبہ فکر

جامعہ دار العلوم رحمانیہ۔ بفرزون۔ کراچی۔

شبیر احمد انور آبادی۔ دیوبندی مسلک
(شیخ الحدیث و شیخ التفسیر)۔

حوالہ نمبر ------
تاریخ ------

الحمد للہ . و الصلوٰۃ و السلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ . اما بعد .

رمضان کے تمام اعمال کے حقائق اگرچہ کہ علماء نے بڑی بڑی کتابوں میں واضح فرمانے کی کوشش فرمائی ہیں، لیکن اعمال رمضان المبارک (جو کہ سیزن کا موسم ہے) پر ایک مختصر کتابچہ کی ضرورت تھی تا کہ ہر مسلمان کیلئے اس سے استفادہ کرنا آسان ہو سکے۔ ہماری اس ضرورت کو ہماری بہن عروج قادری نے بطریق احسن پوری کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اللہ ان کو بہترین اجر نصیب فرمائے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

فقط والسلام
احقر شبیر احمد انور آبادی۔
فاضل علوم دینیہ۔ پاکستان۔

QARI
ABU AMMAR MUHAMMAD HAMZA
FAZAL WAFAQ-UL-MADDARAS-UL-ARBIA PAKISTAN
CHAIRMAN SIRATUL JANNAH TRUST PAKISTAN
KHATEEB JAMIA MASJID SYEDNA HAMZA

قاری ابو عمار محمد حمزہ

تاریخ ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

دیوبندی مکتبہ فکر

الحمد اللہ کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

محترمہ عروج قادری صاحبہ نے اجر و ثواب کے حصول، لوگوں کی آسانی عوام کی سہولت اور رمضان المبارک کے ماہ مقدس میں مسائل کے سلسلے میں پیش آنے والی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ سے (انمول تریاق)۔

رمضان سنت رسول ﷺ کے عین مطابق گزاریں کے نام سے پیش کیا ہے۔ اس مختصر سے رسالہ میں۔

☆ روزہ کی فرضیت۔ ☆ فدیہ۔ ☆ شوال کے ۶ روزے
☆ اعتکاف ☆ شب قدر۔ ☆ عید الفطر
☆ صدقہ فطر ☆ عید کی نماز ☆ مسائل زکوٰۃ
☆ حج اور عمرہ

☆ جیسے اہم عنوانات کو مختصر اور آسان انداز میں تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امت کے لئے نافع بنائے اور عزیزہ مؤلفہ کے لئے باعث نجات اور اجر و ثواب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)۔

مفتی محمد حسین نعیمی
بریلوی مکتبہ فکر

(سابقہ چیئرمین۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی۔ پاکستان)

کتاب "رمضان سنت رسول ﷺ کے عین مطابق گزاریں" لکھنے پر میں عروج قادری صاحبہ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ایسے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ جس پر اردو زبان میں کسی اور عورت نے قلم نہیں اٹھایا تھا۔ احادیث کا انتخاب بہت احتیاط، محنت اور سلیقے سے کیا ہے۔ اللہ قبول کرے اور جزائے خیر دے۔

محمد حسین نعیمی۔

KHALIL-UR-RAHMAN HABIB-UR-RAHMAN
خلیل الرحمن حبیب الرحمن

Principal,
Institute of The Holy Quran,
Karachi, Pakistan.
Graduate Islamic University Madina.
Saudi Missionary, Ministry of Islamic Affairs, Call & Guidance, Riyadh
Kingdom of Saudi Arabia

رئیس، معہد القرآن الکریم
بکراتشی، باکستان.
خریج الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ
مبعوث وزارۃ الشئون الاسلامیۃ والدعوۃ والارشاد بالریاض
بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ

Date: .... التاریخ: ....
Ref.No. .... الرقم: ....
Subject: .... الموضوع: ....

تصدیق نامہ

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ! اما بعد،

میں نے کتابچہ "رمضان سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گزاریں" کے مختلف اہم مقامات سے بغور پڑھا ہے۔ یہ تحریر نہایت آسان عام فہم اور اردو دان طبقہ کیلئے بہت مفید ہے۔ نیز محترمہ مؤلفہ بہن عروج قادری صاحبہ نے [illegible] بھی پیش کئے ہیں۔ جو کہ قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہے یہ کتاب موصوفہ کی محنت اخلاص اور علمی ذوق کا بین ثبوت ہے۔ دعا ہے رب کریم اس کی محنت کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

حررہ:
خلیل الرحمن [illegible]
خادم مدینہ یونیورسٹی
مدیر معہد القرآن الکریم
[illegible] کراچی

[illegible]

اہلحدیث مکتبہ فکر

P.O.B. No.17826, Code 75700, KARACHI. Tel & Fax # 6122363.

جامعہ ابی بکر الاسلامیہ
ABU BAKR ISLAMIC UNIVERSITY

Date: 3. 3. 2009
Subject: ....

الموضوع: تقدیم و تقریظ لکتاب [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہلحدیث مکتبہ فکر

تقریظ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبعد!

محترمہ عروج قادری صاحبہ کی تالیف کردہ کتاب بعنوان "رمضان سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق گزاریں" ایک قابل قدر علمی کاوش ہے۔ آپ کی یہ کاوش ہر قسم کے تعصب، گروہی اور فقہی نظریات سے بالاتر ہے۔ یہ کاوش جسے آپ نے کتابی شکل میں پیش کیا ہے، اگرچہ آپ کے قلم کی جولانی کا دائرہ کار صرف کتاب و سنت تک محدود رہا ہے اور انہیں کی روشنی میں رمضان کے فضائل و مسائل بیان فرمائے ہیں۔

کتاب کا اسلوب جامع ہونے کے ساتھ ساتھ سادہ و سہل ہے۔ معمولی پڑھا لکھا شخص بھی کتاب کے مضامین سے استفادہ کر سکتا ہے۔ مصنفہ صاحبہ نے اس کتاب کے ذریعے عام مسلمانوں کو دین کے کتاب و سنت کے سرچشموں سے براہ راست جوڑنے کی کوشش کی ہے جو قابل تحسین ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ کتاب قبول عام حاصل کرے۔

مسلمان روزے کی اس اہم عبادت کو کتاب و سنت کے عین مطابق ادا کر کے اللہ کے ہاں اجر پانے کے مستحق بن سکیں۔ محترمہ مصنفہ نے روزوں کے فضائل و احکام کا حتی الامکان احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ان کی یہ کاوش قبول فرمائے اور انہیں امت کی اصلاح اور سرفرازی کیلئے مزید کام کی توفیق بخشے! آمین

واللہ ولی التوفیق وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان۔
[illegible]

محمد یونس الصدیقی
مدیر المعہد الثانوی بجامعۃ ابی بکر الاسلامیۃ

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (سورۃالحشر)

''جو کچھ رسول تمہیں دیں، اسے لے لو۔ اور جس سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔''

رمضان کی احادیث

اور سنتیں

(مختصر ایڈیشن)

روزہ، تراویح، دور قرآن، اعتکاف، شب قدر، عیدالفطر، زکوٰۃ اور عمرے پر

600 سے زائد صحیح احادیث۔ مختصر تخریج و حوالہ جات کے ساتھ

ایک ایک سطر نبی ﷺ کے الفاظ میں

از:

پروفیسر مفتی عروج قادری

(ایم ایس سی۔ ایم اے۔ شھادۃ العالمیۃ)

ناشر:

مکتبۃ قرآن و حدیث

متصل مرکزی جامع مسجد۔ کورٹ روڈ

نزد برنس روڈ۔ کراچی۔ پاکستان

0323-3347611 / 0331-2910838 / 0345-2936561

دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث۔ تینوں مکاتب فکر کے علماء کی مشترکہ طور پر تصدیق کردہ کتاب

-

اشاعت - جمادی الثانی، ۱۴۳۶ھ

(اپریل ۲۰۱۵ء)

تعداد - ایک ہزار

قیمت -

ناشر

مکتبہ قرآن و حدیث ۔متصل مرکزی جامع مسجد۔کورٹ روڈ۔کراچی۔پاکستان

0323-3347611 / 0331-2910838

0345-2936561



مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔(سورۃ النساء ۔ ۸۰)

'' جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔''

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا
فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (النساء ۔ ٦٥)

''(اے نبی)۔تمہارے رب کی قسم۔یہ اسوقت تک مومن نہیں ہو سکتے،
جب تک کہ یہ اپنے تمام معاملات میں تمہیں فیصلہ کرنے والا تسلیم نہ کرلیں۔
اور پھر جو کچھ بھی تم فیصلہ کرو، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں۔
بلکہ اُسے سر بسر تسلیم کرلیں۔''(سورہ النساء ۔۶۵)

قرآن کریم کے انہی احکام کی پاسداری میں، اس کتاب میں شروع سے آخر تک آپ کو ہر چیز نبی ﷺ کے الفاظ میں ہی ملے گی۔آئندہ بھی میری یہی کوشش ہوگی کہ ہماری روزمرہ زندگی سے متعلق مختلف امور پر آپ تک ساری ہدایات اردو اور انگریزی میں خالصتاً قرآن و حدیث کے الفاظ میں ہی پہنچاؤں، انشاءاللہ تعالی۔

اللہ تعالی اس کاوش کو قبول فرمائیں، تاکہ ہم فانی انسانوں کے اعمالنامے ہماری موت کے بعد بھی کھلے رہ سکیں اور ان میں دوسروں کو راہ دکھانے کی نیکی کا مستقل اضافہ ہوتا رہے۔اور جو کچھ ہم دوسروں کو سکھا رہے ہیں اس پر ہمیں خود بھی عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس کتاب میں ترمیم، اضافہ اور اصلاح کیلئے مصنف سے اس پتہ پر رابطہ کیا جاسکتا ہے
Email: dvdcdcassettesbooks@hotmail.com
islamicnotes@yahoo.com

فہرست مضامین

دیباچہ

یہ میری کتاب ''رمضان سنت نبوی کے عین مطابق گزاریں'' کا نظر ثانی اور ترمیم و اضافہ جات شدہ ایڈیشن ہے۔ اختصار کیلئے نام بدلنا پڑا۔

کسی بھی موضوع پر کتاب کی اشاعت سے پہلے، سب سے اہم کام یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ کیا اس موضوع پر ہمارے ملک اور ہماری زبان میں واقعی کسی کتاب کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ رمضان اور اسکے متعلقات پر اردو زبان میں بے شمار کتابیں ملتی ہیں۔ مگر میں نے ان سے ذرا ہٹ کر کوشش یہ کی ہے کہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ نبی ﷺ کے الفاظ میں ہی اپنے قارئین تک پہنچاؤں۔ میری طرف سے اگر کوئی چیز ہو بھی تو صرف وہاں جہاں مجھے کسی حدیث کی وضاحت کرنی پڑی ہو، یا احادیث کو الگ کرنے کیلئے عنوانات لگانے پڑے ہوں۔

اِس کے علاوہ ہر جملہ آپ کو قرآن و حدیث سے ہی ملے گا، اور عملاً آپ اس کتاب کو ان موضوعات پر صحیح احادیث کا ایک مختصر مگر جامع مجموعہ پائیں گے۔ جس میں ہر حدیث کے ساتھ راوی کا نام اور کتابوں کے حوالے بھی موجود ہیں۔ اور امت مسلمہ کی یکجہتی کی کوشش میں دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث، تینوں مکاتب فکر کے نامور اور جید مدرسوں اور علماء کے تصدیق نامے بھی۔ پھر بھی اگر کہیں کوئی کسر باقی رہ گئی ہو یا آپ کو کوئی چیز غلط یا غیر واضح محسوس ہو، تو اِس کی نشاندہی ضرور کریں، تا کہ میں اگلے ایڈیشن میں اسکی اصلاح کر سکوں۔

مسلمان کا تو کام ہی یہی ہے کہ اُسکا قدم حتی الامکان اسی جگہ پڑے، جہاں اُسکے نبی ﷺ کے نقش پا ملتے ہوں۔ اسی میں ہماری فلاح ہے اور اسی میں ہماری نجات۔ بس اسی جذبہ سے میں نے کوشش یہی کی ہے کہ رمضان میں، جب ایک عبادت کا ماحول بنا ہوا ہوتا ہے، اپنے قاری کو یہ سکھا دوں کہ یہ عبادتیں اُسکے رہبر و رہنما محمد مصطفیٰ ﷺ کس طرح کرتے تھے اور ہمیں کیا کچھ سکھا گئے ہیں۔ اِسلئے اس کتاب میں نہ تو ضعیف احادیث ہیں، اور نہ ہی اختلافی امور۔

کتاب کو ضخامت سے بچانے کیلئے ہر حدیث کے ساتھ اِسکی مکمل تخریج اور حوالہ جات

لکھنے کے بجائے میں نے صرف متعلقہ کتاب کا نام لکھ دیا ہے۔ رہے مفصل حوالہ جات، تو روزے، تراویح، اعتکاف اور شب قدر کی احادیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا، دارمی، صحیح الترغیب اور احادیث الصحیحہ کی کتاب الصوم سے لی گئی ہیں، عید الفطر کی احادیث انہی کتب کی کتاب صلوٰۃ العیدین سے، زکوٰۃ اور فطرے کی کتاب الزکوٰۃ سے اور عمرے کی کتاب الحج، کتاب العمرہ اور کتاب المناسک سے۔ اِس کے علاوہ اگر کوئی حدیث کسی اور کتاب یا کسی اور باب سے ماخوذ ہے، تو میں نے اُس کے آگے اُسکا حوالہ لکھ دیا ہے۔

اس کتاب میں میرے مخاطب عام مسلمان ہیں جو اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات جاننا اور ان پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔ علم دین کی تحقیق کی پیاس رکھنے والوں کیلئے اس موضوع پر میری مفصل کتاب انشاء اللہ جلد ہی اردو اور انگریزی دونوں میں آ رہی ہے، جس میں اس موضوع پر ایک ہزار سے زائد صحیح احادیث تخریج و حوالہ جات کے ساتھ شامل ہونگی۔ اور ساتھ ہی رنگین تصویروں کے ساتھ ان احادیث کی دن رات لاجواب تشریح کرتے جانے والے کائنات میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے سائنسی حقائق جو نبی ﷺ کی تعلیمات کی تصدیق پر تصدیق کرتے اور مستقل ثابت کرتے چلے جا رہے ہیں کہ یہ واقعی ساری کائنات کو تخلیق کرنے والے رب کا ہی دین ہے

عمرے کے باب میں، میں نے پہلی دفعہ حرم جانے والوں کی رہنمائی کیلئے طواف و سعی کے تصویری خاکے بھی شامل کر دیئے ہیں۔ یہ حصہ حج کے تمام ارکان پر الحمد للہ کئی سو صحیح احادیث کے اضافہ کے ساتھ حج و عمرے کی احادیث، سنتیں اور مسائل کے نام سے پندرہ سو احادیث پر مشتمل علیحدہ کتابی شکل میں بھی دستیاب ہے۔ جبکہ صرف عمرے کے احکام و مسائل پر مبنی ایک ہزار صحیح احادیث پر مشتمل میری کتاب کا نام ہے، عمرے کی احادیث، سنتیں اور مسائل۔ مکمل احکام زکوٰۃ کے نام سے میری زکوٰۃ کی کتاب بھی منظر عام آ رہی ہے۔ انشاء اللہ۔

ترمیم، اضافہ اور اصلاح کیلئے مجھے آپ کی آراء کا انتظار رہے گا، تا کہ میں آئندہ اشاعتوں میں مزید احادیث تلاش کر کے کسی ممکنہ کمی کو دور کر سکوں۔

یہ کتاب میری طرف سے رب کے دربار میں ایک چھوٹا سا نذرانہ ہے۔ اِس کا نام اور مکمل متن میرے نام سے حکومت پاکستان کے کاپی رائٹ بورڈ میں نمبر 30101-Copr کے

تحت با قاعدہ رجسٹرڈ ہے۔اگر کوئی صاحب یا ادارہ اس کتاب کا عکس لے کر اسے جوں کا توں اور اشاعت عام کے اس اجازت نامہ سمیت چھاپنا چاہے، تو میری طرف سے اِسکی پوری اجازت ہے۔البتہ متن میں تبدیلیاں کرنے یا اپنے نام سے چھاپ لینے والوں کے خلاف میرا عدالتی چارہ جوئی کا حق برقرار رہے گا۔ریکارڈ کیلئے اگر چند کاپیاں مجھے بھی بھیج دیں، تو عین نوازش ہوگی۔

اس کتاب کا انگریزی ایڈیشن بھی عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔انشاء اللہ۔ دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے والے اشاعت سے پہلے اپنے علاقے کے اسلامک سینٹر یا کسی مسلم دائرۃ الترجمہ سے مکمل ترجمہ کی صحت کے تحریری تصدیق نامہ کے ساتھ ہی یہ کتاب شائع کرنے کے پابند ہوں گے، تاکہ احادیث کے ترجمہ میں غلطیوں کا امکان نہ ہو۔

نبی ﷺ کا ایک ارشاد ہے: ''اللہ کے پاس صرف وہی عمل قبول ہوتا ہے، جو خالصتاً اسی کی رضا کیلئے کیا جائے۔'' (سُنن نَسائی، ح: ۳۱۴۰) ۔ اللہ تعالیٰ مجھے بہترین انداز میں اس خدمت کی توفیق عطا فرمائیں اور اسے قبول بھی فرمائیں۔

نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ عقلمند وہ ہے، جو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے تیاری کرتا رہے۔اور بے وقوف وہ ہے، جو پیروی تو اپنی خواہشات کی کرے، لیکن امیدیں اللہ سے لگائے رکھے۔''(تِرمِذی، ح: ۲۴۵۹) ۔

اللہ تعالی میرے اس کام کو قبول بھی فرمائیں، اور خود مجھے بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں کہ عالم بے عمل کیلئے تو دوہرا عذاب ہے۔

ملتمس دعا۔

پروفیسر مفتی عروج قادری ۔
(ایم ایس سی۔ایم اے۔شہادۃ العالمیۃ)
جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ۔(اپریل ۲۰۱۵ء) ۔کراچی۔پاکستان
Email:dvdcdcassettesbooks@hotmail.com
islamicnotes@yahoo.com

''بدنصیب ہے وہ شخص جو رمضان کے مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔''

(حدیث رسول ﷺ)

(مجمع الزوائد ۔ کتاب الصیام، ۳/۱۴۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ۔ (البقرہ،۱۸۳۔۱۸۴) ۔

''ایمان والو۔تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، جیسے کہ تم سے پہلے کی امتوں پر کئے گئے تھے، تاکہ تم میں تقوی کی صفت پیدا ہو سکے۔یہ گنتی کے چند مقررہ دن ہیں۔''

دن رات بار بار کوئی نہ کوئی چیز ہمیں اپنے دین کی سچائی کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

چودہ سو سال پہلے نازل ہونے والی اس آیت کی سچائی کا ایک چھوٹا سا ثبوت دیکھیں کہ نبی ﷺ کے پہلے کے دور سے لے کر آج تک روزہ کسی نہ کسی شکل میں دنیا کے سبھی بڑے مذاہب میں موجود ہے۔عیسائیوں کے ایسٹر (Easter) سے پہلے کے روزے۔یہود کی ہفتہ کے دن کی اور پھر حلال و حرام اور کوشر (Kosher) کی سخت پابندیاں۔ہندوؤں کے اپنے روزے اور برت۔پارسیوں کے گوشت سے پرہیز کے دن۔سبھی کے پاس کچھ خاص دنوں میں

کھانے پینے کی کچھ نہ کچھ پابندیاں موجود ہیں۔خود نبی ﷺ بھی رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ ضرور رکھتے تھے۔(بُخاری ، کتاب التفسیر)

روزے کی فضیلت اور احکام، نبی ﷺ کے الفاظ میں۔

(۱) حضرت عبادہؓ بن صامت کہتے ہیں ایک دفعہ نبی ﷺ نے رمضان کے قریب ہمیں وعظ فرمایا: ''رمضان کا مہینہ آرہا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے اور اپنی رحمت نازل کرتے ہیں۔ خطائیں معاف کرتے اور دعائیں قبول فرماتے ہیں۔نیکیوں میں تمہاری ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوششوں کو دیکھتے اور فرشتوں کی بھی اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔اسلئے اللہ کو اپنے بہترین اعمال دکھاؤ۔ بدنصیب ہے وہ شخص، جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔''
(مجمع الزوائد ـکتاب الصیام ، ۳/۱٤۲)۔

(۲) ''پانچ نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک۔اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں، تو یہ درمیانی عرصہ کے گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں۔''
(مُسلِم ، کتابُ الطّھارۃ)۔

ایسی حدیثیں پڑھتے ہوئے مغفرت والی بات تو ہم سب کو یاد رہتی ہے،لیکن اسکے سب سے اہم حصہ کو ہم اہمیت ہی نہیں دیتے کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں،تب۔

(۳) ''اللہ نے چار عبادتیں فرض کی ہیں۔اگر کوئی ان میں سے تین ادا کر کے چوتھی چھوڑ دے، تو وہ تینوں مل کر بھی اسکے کام نہ آئیں گی ، جب تک کہ وہ چاروں کو ادا نہ کرتا رہے۔اور یہ ہیں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔''(مُسنَد احمد ، مِن مُسنَدِ الشامیین)

(٤) ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔اور شیاطین کو زنجیروں سے کس دیا جاتا ہے۔''
(بخاری ، کتاب بداء الخلق)۔

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے:''ابن آدم کے تمام اعمال کا بدلہ دس گنا

سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائیگا۔لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزے کا معاملہ اس سے الگ ہے۔ وہ میرے ہی لئے ہے، اور میں ہی اسکا بدلہ دونگا۔روزہ دار اپنی خواہشات اور اپنا کھانا پینا میرے ہی لئے چھوڑتا ہے۔اس کیلئے دو خوشیاں ہیں۔ایک اسوقت کی جب وہ افطار کرتا ہے۔اور دوسری اسوقت کی ہوگی، جب وہ اپنے رب سے ملاقات کریگا۔روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالی کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(مُسلِم)۔

ظاہر ہے کہ یہاں مراد بھوک سے منہ پیدا ہو جانے والی بو ہے۔گندگی سے پیدا ہونے والی نہیں، کیونکہ اسکا روزہ سے کوئی تعلق نہیں۔اسے دور کرنے کیلئے تو نبی ﷺ خود بھی پابندی سے مسواک سے دانت صاف کرتے اور دوسروں کو بھی اسکا حکم فرماتے۔

بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ کی اکیس مختلف احادیث کا خلاصہ ہے کہ نبی ﷺ ہر وضو میں، کہیں باہر سے گھر آنے کے بعد، رات کو سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے فوراً بعد مسواک ضرور کرتے اور فرماتے:''اگر مجھے امت کی مشکل کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز سے پہلے، ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم ضرور دیتا۔'' (بُخاری، ح: ۱۹۳٤)۔

ایک اور حدیث ہے:''مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز کا ثواب اسکے بغیر پڑھی جانے والی نماز سے ستّر گنا زیادہ ہے۔'' (مُستَدرَکُ حاکم، ح: ۵۲۷)۔

مسواک درخت کی پتلی پتلی ٹہنیوں کو کاٹ کر اسکا سرا تھوڑا سا چھیل کر بنائی جاتی ہے۔اگر اسے گیلا کر کے چبائیں، تو ٹوتھ برش کے سے ریشے نکل آتے ہیں۔

نبی ﷺ زیادہ تر پیلو کی مسواک استعمال فرماتے تھے۔اور آج سارے مغرب میں پیلو کا نام ہی دانتوں کے برش کا پودا (tooth brush tree) پڑ گیا ہے۔دانتوں کی مضبوطی کیلئے اِس کے فوائد پر مغرب میں تحقیقات پر تحقیقات ہو رہی ہیں۔اور ان تحقیقی مقالوں میں اسکا نام مسواک ہی لکھا جا رہا ہے کہ قدیم عربوں کی یہ دریافت، دانتوں کیلئے غیر معمولی مفید ہے۔اسکے فوائد پر انٹرنیٹ کی باقاعدہ کئی ویب سائٹس بنائی گئی ہیں۔

(٦) حضرت سہلؓ بن سعد سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جنت کا ایک دروازہ

ہے، جس کا نام ریان ہے۔ اس سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہونگے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ پکارا جائیگا کہ روزہ دار کہاں ہیں۔ وہ کھڑے ہو جائیں گے، ان کے سوا کوئی اور اندر نہ جانے پائیگا۔ اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے، تو یہ دروازہ بند کر دیا جائیگا۔ پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا۔'' (بخاری) ۔

رَیّان کے لفظی معنی ہیں سیراب کرنے والا۔ روزہ دار چونکہ اللہ کے حکم سے بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں، اسلئے انھیں پورے اعزاز کے ساتھ اس دروازے سے جنت میں داخل کیا جائیگا۔ شاید بعد میں جنتی اس دروازہ کو دیکھ کر یاد کریں کہ ہم اس سے اندر آئے تھے۔ اس حدیث سے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اگر کسی کا ایک عمل بھی قبول ہو گیا، تو جنت میں داخلے کیلئے وہی کافی ہو جائیگا۔ لیکن اس قبولیت کی بھی کچھ شرائط ہیں۔

پہلے یہ سمجھ لیں کہ اسلام میں عبادت صرف ظاہری اعمال کا نام نہیں ہے۔ یہ تو سوچ، کردار، عمل، زندگی کی ہر چیز کو اللہ کے حکم کے تابع کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اگر یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو روزے، نماز سبھی قبول ہو جائیں گے۔ ورنہ نماز روزے کے نام پر اللہ کو ہم سے کوئی ورزش یا فاقہ کشی تو نہیں کروانی ہے۔ ان سب کا مقصد تو ہماری تربیت نفس ہے۔ اور اگر یہ ہو جائے تو قبولیت بھی ہے اور جنت بھی۔

اور اس قبولیت کیلئے اللہ کے سامنے اپنی پیشی، ہر عمل کے حساب اور کبھی بھی اچانک آ جانے والی موت کا خوف ہونا۔ اور زندگی کی ہر سانس کے ساتھ یہ خوف لگا رہنا ضروری ہے۔ پھر اس خوف کی وجہ سے فرائض کی پابندی، حرام سے بچنا، دوسروں کی حق تلفی، جھوٹ، زیادتی، بے ایمانی، دھوکہ، دورخا پن، سود۔ سب سے بچے رہنا، اور آئندہ ساری عمر کیلئے اللہ کے سامنے ان سے بچے رہنے کا وعدہ ضروری ہے۔ ورنہ نبی ﷺ فرما ہی گئے ہیں کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں، جنھیں اپنے روزہ سے بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ اور کتنے ہی شب بیدار ایسے ہیں، جنھیں اپنی شب بیداری سے رات بھر جاگتے رہنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (مُسند احمد، ح:۹٦٨٣ ۔ ابن خُزَیمَہ، ١٩٩٧) ۔

(۷) بخاری کی ایک حدیث ہے: ''اگر کسی نے روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، تو اللہ کو اِسکی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔''

لیکن اسکے ساتھ ہی نبی ﷺ نے سخت ضرورت پر جھوٹ بولنے کی اجازت بھی دی ہے۔ حضرت ام کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے صرف تین موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ جنگی راز چھپانے، لوگوں میں صلح کروانے اور شوہر اور بیوی کی آپس کی بات چیت کیلئے۔ (مُسلِم، کتاب البِرِّ و الصِّلَّة، ح: ٦٦٣٣) ۔

(۸) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی رمضان کے ہر دن اور رات میں لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔ اور اس کے ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کیلئے ایک دعا ہے، جسے قبول فرماتے ہیں۔ (صحیح الترغیب) ۔

(۹) نبی ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، لیکن ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود نہ پڑھے۔ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، جس کی زندگی میں رمضان آئے، اور اس سے پہلے کہ وہ بخشا جائے، رمضان ختم ہو جائے۔ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، جس کے سامنے اس کے والدین پر بڑھاپا آئے لیکن وہ دونوں اسے جنت میں داخل نہ کروا سکیں۔ (ترمذی، الدعوات) ۔

اس حدیث میں رَغِمَ اَنْفَہُ کا لفظ آیا ہے۔ اس کے لفظی معنی تو ہوئے اُسکی ناک خاک آلود ہو۔ عربی میں یہ لفظ برائی اور ناپسندیدگی ظاہر کرنے کیلئے آتا ہے۔ جبکہ والدین کے جنت میں داخل کروانے کا مطلب ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل ہونا ہے۔

(۱۰) اسی سے ملتی جلتی حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ منبر پر چڑھے اور فرمایا: اٰمین، اٰمین، اٰمین۔ لوگوں نے وجہ پوچھی، تو فرمایا: جبریل میرے پاس آئے اور کہا، جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کروا سکا، تو وہ آگ میں داخل ہوا اور اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ پھر کہا کہ کہئے اٰمین۔ تو میں نے اٰمین کہہ دیا۔ (صحیحُ الترغیب، کتاب الصوم) ۔

رمضان کے روزے ہر صحتمند مسلمان کیلئے لازم ہیں

يَـا اَيُّهَـا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْـرًا فَهُـوَ خَيْـرٌ لَّـهٗ ۔ وَاَنْ تَـصُـوْمُـوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

شَهْـرُ رَمَـضَـانَ الَّـذِىْ اُنْـزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْـفُـرْقَـانِ۔ فَـمَـنْ شَهِـدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ يُرِيْدُاللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوااللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن (البقرة ،۱۸۳ ـ ۱۸۵)

’’ ایمان والو۔تم پرروزے فرض کر دیئے گئے ہیں، جیسے کہ تم سے پہلے کی امتوں پر کئے گئے تھے، تا کہ تم میں تقوی کی صفت پیدا ہو سکے۔ یہ گنتی کے چند مقررہ دن ہیں۔ پھر اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو،تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔اور جن لوگوں میں استطاعت ہو، وہ فدیہ دیں۔ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے،تو یہ اسی کیلئے بہتر ہے۔لیکن روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم یہ بات سمجھ لو۔

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو انسانوں کیلئے ہدایت اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا تم میں سے جو بھی اس مہینے کو پائے ،اسے لازم ہے کہ وہ اسکے پورے روزے رکھے اور جو مریض ہو، یا سفر کی حالت میں ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرلے۔اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ یہ طریقہ تمہیں اسلئے بتایا جارہا ہے کہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکرگزار بنو۔‘‘

(سورة البقرة ،آیت ۱۸۴ ـ ۱۸۵) ۔

روزوں کی تعداد کا مطلب ہوا اس سال رمضان ۲۹ یا ۳۰، جتنے بھی دن کا ہوا ہو، اتنے روزوں کی تعداد۔اور پھر زندگی بھر کے چھوٹے ہوئے روزوں کی تعداد۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع اور حضرت معاذؓ بن جبل سے دو الگ الگ مرویات ہیں کہ نبی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے ،تو آپؐ ہر مہینے کے تین روزے اور عاشورے کا روزہ رکھا کرتے تھے۔اہل مدینہ کو بھی آپؐ نے اسی کا حکم دیا۔پھر ۲ھ میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ ـــــــ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ ’’ایمان والو۔تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، جیسے کہ تم سے پہلے کی امتوں پر کئے گئے تھے، تا کہ تم میں تقوی کی صفت پیدا ہو سکے۔ یہ گنتی کے چند مقررہ دن ہیں۔ پھر اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو، تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔اور جن لوگوں میں استطاعت ہو، وہ فدیہ دیں۔ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔‘‘

اُس وقت لوگ روزوں کے عادی نہ تھے، انھیں اِس میں مشکل ہورہی تھی۔اسلئے جو چاہتا روزہ رکھ لیتا، اور جو چاہتا، روزہ چھوڑ کر اسکے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔

مگر پھر یہ آیت نازل ہوگئی ﴿ شهر رمضان الذى ـــ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ــــ ﴾ ’’رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ــــ تم میں سے جو بھی اس مہینے کو پائے ،اس کیلئے لازم ہے کہ وہ اس کے روزے ضرور رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا مسافر، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرلے۔اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔‘‘

اس آیت کے نازل ہونے سے رمضان کے روزے فرض ہوگئے۔ پھر قضاء کی رخصت صرف مریض اور مسافر کیلئے رہ گئی۔اور ایسے بوڑھے اور مریض، جنھیں زندگی بھر کبھی روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ آئے، ان کے ذمہ فدیہ کا کھانا کھلانا لازم ہوگیا۔(بُـخـاری ، كتابُ التفسير اور كتابُ الصوم۔ ابو داؤد، كتاب الصلوٰة)۔

جن لوگوں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ھے

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ مریض جس میں روزے کی طاقت نہ ہو اور مسافر، دونوں روزہ چھوڑ سکتے ہیں۔ مزید تفصیل آگے احادیث میں آ رہی ہے کہ بچہ، بوڑھا، ایسا شخص جس کا دماغی توازن درست نہ ہو، حیض ونفاس اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت، ان سب کو بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن قرآن کا حکم واضح ہے کہ جیسے ہی وہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائیں، انھیں روزوں کی قضا کر کے یہ تعداد پوری کرنی ہوگی۔

البتہ اگر کوئی بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے کوئی روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو، اور نہ ہی آئندہ زندگی میں کبھی اس قابل ہونے کی امید ہو، تو پھر اس پر قضا نہیں صرف فدیہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی زندگی میں کبھی روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتا ہے، تو اسے اپنے روزوں کی تعداد پوری کرنی ہوگی، خواہ فدیہ ادا کر چکا ہو یا نہیں۔ کیونکہ یہ فدیہ تو احتیاطاً ہی ہوگا، کہ اگر قضاء کرنے سے پہلے موت آ گئی، تو کچھ تو اللہ کے پاس پیشی کیلئے ساتھ ہو۔

(۱) نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی کسی مجبوری اور مرض کے بغیر رمضان کا صرف ایک روزہ بھی چھوڑ دے، تو پھر خواہ وہ ساری عمر بلا ناغہ روزے رکھتا رہے، رمضان کے اس ایک روزے کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ (بُخاری، تعلیقاً، ح: ۱۹۳۵)۔

(۲) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین قسم کے آدمیوں پر سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی ان کا اعمالنامہ نہیں لکھا جاتا)۔ ایک وہ جس کا ذہنی توازن درست نہ ہو، جب تک کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ دوسرا سونے والا، جب تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ اور تیسرا بچہ، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔'' (ابوداؤد، کتابُ الحُدود)۔

اور اسلام میں بلوغت کا مطلب اٹھارہ بیس سال یا کوئی خاص عمر نہیں بلکہ وہ وقت ہے، جب جسم میں تبدیلیاں اور طاقت آنے لگے۔ اور دماغ میں شعور کی ابتداء ہو جائے۔

(۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ میں ہمیں حیض ونفاس کے دنوں کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا حکم دیتے تھے، جبکہ ان دنوں کی نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے

۔ (مُسلِم، کتابُ الْحَیض)۔

(۴) حضرت اَنَسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مسافر کو آدھی نماز معاف فرمادی اور مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ۔ (ابوداؤد)۔

اوپر دیا ہوا قرآنی اصول بتا رہا ہے کہ بعد میں قضاء کر کے گنتی پوری کر لینی ہوگی۔

اگر کوئی عورت فجر کے وقت پاک ہو جائے، تو اس دن کا روزہ اس پر لازم ہوگا۔ نہ رکھا تو قضاء بھی کرنی ہوگی اور رمضان کا روزہ بہانے کر کے چھوڑنے کا گناہ بھی ہوگا۔ اسے سحری کے بعد غسل کر کے نماز بھی شروع کر دینی چاہئے۔ البتہ طلوع آفتاب کے بعد پاک ہو، تو پھر دن کا کچھ حصہ ناپاکی میں گزرنے کی وجہ سے اس روزہ کی قضا کر کے گنتی پوری کرنی ہوگی۔

(۵) مریض کو اگر واقعی کسی نقصان کا اندیشہ ہو، تو اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن قرآن کہہ رہا ہے کہ اسے بعد میں قضاء کر کے تعداد پوری کرنی ہوگی۔ البتہ اگر ایسی حالت ہے کہ زندگی بھر کبھی قضا کی طاقت ہی نہ آئی ہو، تو پھر اس پر صرف فدیہ ہے۔

(۶) مسافر کو رخصت اسی صورت میں ہے، جب سفر واقعی انہی دنوں کرنا ضروری ہو، محض تفریحی نہ ہو اور اس میں روزہ رکھنے سے واقعی کوئی بڑا مسئلہ پیدا ہوسکتا ہو۔ ورنہ اگر آسانیاں ہوں، تو سفر میں بھی روزہ رکھنے کا ہی حکم ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک صحابی حمزہؓ بن عمرو سلمی بہت روزے رکھا کرتے تھے۔ انھوں نے نبی ﷺ دریافت کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ''اگر چاہو تو رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔'' (بخاری)۔

(۷) مسافر کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ اگر تکلیف زیادہ ہو، تو روزہ توڑ لے۔ بشرط قضا۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ۱۰ رمضان ۸ھ کو نبی ﷺ دس ہزار صحابہ کے ساتھ فتح مکہ کیلئے نکلے۔ آپؐ اور تمام صحابہ، سب روزہ دار تھے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب آپ جب آپؐ عُسفان اور قُدَید کے علاقوں کے درمیان اور کراعُ الغَمِیم کے قریب کَدِید نامی نہر پر پہنچے، تو آپ کو اطلاع ملی کہ لوگوں پر روزہ رکھنا دُشوار ہو رہا ہے۔

پانی کی نہر سامنے تھی، مگر لوگ آپؐ کے عمل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپؐ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگوا کر پی لیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ میں سے بھی بعض نے روزہ توڑ لیا۔ پھر آپؐ کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ ابھی تک سخت تکلیف کے باوجود روزہ سے ہیں، تو فرمایا: أُولٰئِكَ عَصَاة ۔ أُولٰئِكَ عَصَاةٌ ۔ ''یہی لوگ نافرمان ہیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (مُسلِم)۔

(۸) لیکن اگر سفر میں آسانیاں ہیں، تو پھر نبی ﷺ کا ارشاد ہے: '' جس کے پاس سواری ہو، جو اسے ایسے مقام پر پہنچا دے، جہاں کھانے پینے کی فراوانی ہو۔ تو پھر اسے روزے رکھنے چاہئیں، خواہ اس پر رمضان کہیں بھی آئے۔ (ابو داوٗد)۔

یعنی سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا دارومدار اس میں مہیا ہونے والی آسانی پر ہے۔ اللہ نے رخصت دیدی، ضرورت ہو تو فائدہ اٹھالیں، نہ ہو، تو نہ اٹھائیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں سفر بہت مشکل چیز تھا۔ آج ہمارے پاس بہترین سڑکیں ہیں۔ ائیر کنڈیشنڈ بسیں، ریل اور ہوائی جہاز ہیں کہ نرم اور آرام دہ سیٹ پر بیٹھ کر گھنٹہ بھر میں ہزاروں میل دور پہنچ گئے۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں سفر ریگستان کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں پانی کا مشکیزہ لٹکائے اونٹوں، گھوڑوں، گدھوں اور خچروں پر ہوتا تھا۔ رات ہوتی یا جانور تھک جاتا، تو کہیں بھی سایہ دیکھ کر لیٹ جاتے۔ خود بھی کھاتے، جانور کو بھی کھلاتے پلاتے۔ اور اسلام تو ہر جگہ، ہر دور کیلئے ہے۔

(۹) مجاہد کیلئے تو نبی ﷺ کی یہ خاص ہدایت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

حضرت ابوسعید خُدریؓ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے سفر میں ہم نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، تو نبی ﷺ نے فرمایا: '' تم اپنے دشمن کے بہت قریب ہو گئے ہو۔ روزہ چھوڑ دینا تمہاری طاقت میں اضافہ کریگا'' یہ ایک رخصت تھی، لہٰذا ہم میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا، کچھ نے نہ رکھا۔ جب دوسری منزل پر پڑاؤ ڈالا، تو آپؐ نے پھر فرمایا: '' مُڈبھیڑ ہونے والی ہے۔ روزہ نہ رکھنے سے تمہاری طاقت زیادہ باقی رہ سکے گی۔ اسلئے نہ رکھو۔'' یہ چونکہ آپؐ کی طرف سے تاکیدی حکم تھا، اسلئے ہم سب نے روزے چھوڑ دیئے۔ لیکن بعد

میں ہم نے دوسرے سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ روزے رکھے بھی ہیں۔ (مُسلِم)۔

(۱۰) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ہم میں سے کچھ کا روزہ تھا، کچھ کا نہ تھا۔ پھر ایک سخت گرمی کے دن ہم ایک جگہ ٹھہر گئے۔ ہم میں سب سے زیادہ سایہ حاصل کرنے والا وہ تھا، جس کے پاس چادر تھی۔ اور ہم میں سے بعض تو اپنے ہاتھ سے ہی سورج کی گرمی روک رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روزہ دار تو تھک کر گر گئے۔ اور جن کا روزہ نہ تھا، وہ کھڑے ہو کر خیمے لگانے اور اونٹوں کو پانی پلانے لگے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: '' آج روزہ نہ رکھنے والے زیادہ اجر لے گئے۔'' (مُسلِم)۔

روزوں کا فدیہ کتنا کسے اور کیسے ادا کرنے کا حکم ہے؟

آیت آپ پڑھ چکے ہیں ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اسی کیلئے بہتر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت ایسے بوڑھوں اور شدید بیماروں کیلئے ہے ، جنھیں زندگی بھر کبھی روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ آئے۔ پھر انھیں ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا اور پھر ان پر کوئی قضا نہیں ہوگی۔ اور اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھتے ہوں، تو پھر ان پر کوئی فدیہ بھی نہیں ہوگا۔ (مَصْنَفُ عبد الرزاق ، دَارَ قُطنِی، حاکِم)

کیونکہ قضا تو اس کیلئے ہے، جس میں کبھی قضا کرنے کی طاقت آئے۔

(۲) قرآن فدیہ کا حکم تو دے رہا ہے۔ لیکن وضاحت نہیں ہے کہ کتنا کھانا اور کتنے وقت کا۔ البتہ راستہ دکھا رہا ہے کہ جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرلے، تو یہ اسی کیلئے بہتر ہے۔ یعنی چاہیں تو فدیہ مقررہ مقدار سے زیادہ دیدیں۔ اور چاہیں تو ایک کے بجائے بھلائی کے دو کام کرلیں، روزہ بھی رکھیں اور فدیہ بھی دیدیں۔ اللہ سے قبولیت کی امید رکھتے ہوئے

(۳) بخاری میں اس کھانے کی مقدار نصف صاع ملتی ہے (بخاری، ح:۱۸۱٦) جیسے آج کے دور میں وزن سیر، کلو اور پونڈ میں تولا جاتا ہے، نبی ﷺ کے دور کے پیمانے صاع اور مُد تھے۔ چار مُد کا ایک صاع ہوتا تھا۔ آج کل کے اوزان کے حساب سے ایک

صاع کا وزن کسی محقق نے ۲۱۷۲ گرام (تقریبا سوا دوکلو)۳ لگایا ہے اور کسی نے ۳۲۶۲ گرام (سوا تین کلو)۔اس حساب سے ایک روزے کے فدیہ کی مقدار ۱۰۸۶ گرام سے لے کر ۱۶۳۱ گرام تک بن رہی ہے ۔احتیاطاً ۱۶۳۱ گرام ہی دیدیں ، تا کہ اللہ کا آپ پر کوئی قرض باقی نہ رہ جائے ۔

رہا کھانے کا معیار کہ کفارے، فدیہ اور ایسی دوسری چیزوں میں کیا کھلانا ہے؟ تو قرآن کوئی زور نہیں ڈال رہا ہے کہ انھیں اپنا پیٹ کاٹ کر قیمتی سے قیمتی کھانا کھلاؤ۔بس ایک چھوٹی سی شرط ہے کہ مِن اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُم ۔یعنی اوسط درجہ کا وہ کھانا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو۔(سورۃ المائدہ، ۸۹) ۔

اور سب سے اہم شرط ہے مسکین کی تعریف ۔قرآن ایک نشانی بتاتا ہے:

يَحْسَبَهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔

تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ ۔ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔(البقرۃ ۔ ۲۷۳) ۔

”ان کے رکھ رکھاؤ سے ناواقف آدمی انہیں کھاتا پیتا شخص سمجھتا ہے۔

تم انھیں ان کے چہروں سے پہچان لوگے، یہ لوگوں سے بڑھ بڑھ کر نہیں مانگتے ۔“

یہ آیت ہمیں خوددار، عزت دار، سفید پوش اور مجبور کو دینے کا حکم دے رہی ہے ۔ لوگوں کو بھیک مانگنے کا عادی بنانے کا نہیں ۔ پھر فدیہ صرف مسلمان کو دیا جاسکتا ہے، غیر مسلم کو نہیں، جس کی تفصیل آگے زکوٰۃ کے باب میں آرہی ہے ۔

قرآن چونکہ فقیر اور مسکین کے الفاظ ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ، اسلئے لوگ اسے اردو والا فقیر سمجھ کر مانگنے والوں میں بانٹنا نیکی سمجھنے لگے ہیں ۔جبکہ فقیر عربی میں غریب کو کہتے ہیں ، اور مسکین قرآن خوددار اور سفید پوش کو کہتا ہے ۔ مانگنے والے کو عربی میں سائل کہتے ہیں اور اس کیلئے قرآن کی تعلیم ہے: وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔یعنی سائل کو نہ جھڑکو۔

حضرت عبداللہ ؓ بن عدی خیار کی حدیث میں صدقات کا اصول ملتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اسمیں غنی، صحتمند اور کمانے کے قابل لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہے ۔(نسائی) ۔

لہٰذا فدیہ ادا کرنے کیلئے آپ کو ایسا سفید پوش اور عزت دار مسکین ڈھونڈنا پڑیگا ، جو یا تو کمانے کے قابل ہی نہ ہو یا پھر اسکی کمائی اسے اتنی خوراک مہیا نہ کرسکتی ہو۔تا کہ ایک سفید پوش اور غریب انسان اور اسکے گھر والوں کی سحری اور افطار میں پیٹ بھر کر بہترین اور صحت بخش کھانے سے دعوت ہوتی رہے ۔مجبور کی عزت نفس برقرار رکھتے ہوئے ۔

سحری ضرورت بھی ہے اور سنت رسول ﷺ بھی ۔

(۱) ابھی جو آپ سورۃ البقرہ کی آیات پڑھ رہے تھے، انہی میں سحری کا حکم ملتا ہے ۔

”رات کو کھاؤ، پیئو یہاں تک تمہارے لئے فجر کا سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے سے نمایاں ہوجائے ۔تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو ۔“

(۲) حضرت سہل ؓ بن سعد کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابتداء میں اسکے ساتھ مِنَ الفجر (فجر کا وقت) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے ۔اور لوگ اسکا مطلب سمجھ نہیں پا رہے تھے ۔اور جب روزہ رکھتے ،تو ان میں سے ہر شخص اپنے پیروں میں ایک سفید اور ایک سیاہ دھاگا باندھ لیتا ۔اور اس وقت تک کھاتا پیتا رہتا، جب تک ان کی اصلی رنگت نمایاں نہ ہوجاتی ۔اللہ نے اس غلطی کو دور کرنے کیلئے جب مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نازل فرمادیئے، تو لوگ سمجھ گئے کہ سفید اور سیاہ دھاگے سے مراد دن اور رات کا فرق ہے ۔(بُخاری) ۔

نبی ﷺ کے زمانے میں گھڑیاں تو ہوتی نہیں تھیں ۔آسمان، روشنی اور بادل دیکھ کر ہی سحر، افطار، فجر اور دیگر نمازوں کے وقت کا تعین ہوتا تھا ۔

سحری کرنے کیلئے نبی ﷺ کی خاص تاکید

(۱) حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”سحری کھانے میں برکت ہے ، اسلئے تم اسے ترک نہ کرو، خواہ کوئی پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ پی لے ۔ کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں“ (مُسنَد احمد

(۲) حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مومن کیلئے بہترین سحری کھجور ہے ۔“ (ابو داوٗد) ۔

(۳) حضرت عمروؓ بن العاص نبی ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق ہی سحری سے ہے۔''(مُسلِم)۔

اہل کتاب یعنی عیسائی اور یہودی۔ نبی ﷺ کی یہ بات اتنی سچی ثابت ہوئی ہے کہ آج ۱۴۰۰ سال بعد بھی ہمارے اور ان کے روزوں میں یہی فرق چلا آرہا ہے۔ وہ ۲۴ گھنٹہ میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے ہیں، مغرب کے بعد جب آسمان پر تارے نظر آنے لگیں۔ اور پھر اگلی رات کے تارے نمودار ہونے تک کھانا پینا بند۔

عیسائیوں کے ہاں ایسٹر(Easter) سے پہلے چالیس روزے ہیں، لیکن ان کا یہ چوبیس گھنٹے کا روزہ اتنا سخت ہوجاتا کہ وہ ایک آدھ روزہ سے زیادہ رکھ ہی نہیں پاتے۔

افطار کے احکام اور سنتیں

ابھی ہم نے سحری کیلئے سورۃ البقرہ سے جو قرآنی حکم پڑھا تھا، اسکا آخری حصہ ہے:

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیلِ ۔ '' پھر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔''

اسلامی کیلنڈر کے حساب سے رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں۔ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی مغرب کی اذان پر تاریخ بدل جاتی ہے۔ مگر رات میں روزہ کب تک پورا کریں؟ اس کی تفصیل احادیث سے۔

(۱) حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب اس طرف سے رات آجائے، اور دوسری طرف سے دن چلا جائے اور سورج ڈوب جائے، تو روزہ دار کے افطار کا وقت ہوگیا۔ اس طرف کہتے ہوئے نبی ﷺ نے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ (بُخاری و مُسلِم)۔

امام بخاری نے اسکے ساتھ صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ کا عمل بھی نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس وقت افطار کرلیا، جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوگئی۔ (ح: ۱۹۵۴)

اب اگر کوئی بلندی پر ہے یا ہوائی جہاز میں سفر کررہا ہے، تو جب تک سورج نظر آتا رہے اور دن کی روشنی پھیلی رہے، اس کے افطار کا وقت نہیں ہوا۔ جب سورج نظروں سے اوجھل ہو

جائے اور رات آجائے، تبھی وہ افطار کرسکے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کے زمانہ میں سحر افطار یا نمازوں کا حساب گھڑیوں سے نہیں، سورج چاند اور سایوں کے گھٹنے بڑھنے سے ہی چلتا تھا۔ اسی کے مطابق ہم آج وقت بتاتے ہیں کہ اتنے بجے سحری اور اتنے بجے افطار اور اس وقت یہ نماز۔ اس کی مزید تفصیل آپ آگے پڑھیں گے۔

(۳) حضرت اَنَسؓ بن مالک بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ افطار کرکے مغرب کی نماز پڑھتے۔ نماز سے پہلے تازہ کھجوروں سے افطار فرماتے۔ پھر اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوہارے۔ اور اگر وہ بھی نہ ہوتے، تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔ (ابو داوٗد)۔

نمک سے افطار کرنا غلط ہے۔ اسکا احادیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

(۴) نبی ﷺ نے یہ کبھی پسند نہ کیا کہ ہم اپنے آپ کو کسی ایسی پابندی میں جکڑ دیں، جو اللہ نے ہم پر نہ لگائی ہو۔ روزہ کا وقت پورا ہونے کے بعد ہمارا بھوکا پیاسا رہ کر اپنے آپ پر ظلم کرنا پسند نہیں کیا۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت اس وقت تک بھلائی کی حالت میں رہے گی، جب تک وہ افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتی رہے گی۔''(مُسنَدُ احمد ، مِن مُسنَدِ الانصار، ح: ۲۱۶۳۷)۔

(۵) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دین اسوقت تک غالب رہے گا، جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے ہیں۔''(ابو داوٗد)۔

(۶) حضرت سھل سے مروی حدیث ہے: ''میری امت اس وقت تک میری سنت پر رہیگی، جب تک وہ اپنے افطار کیلئے ستاروں کا انتظار نہ کرے''(ابن خُزَیمَہ، ۲۷۵/۳)

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ستارے نمودار ہونے کے بعد افطار آج بھی عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ ان کی رات کی عبادتیں بھی اسی وقت ہوتی ہیں۔ اسلئے نبی ﷺ کو ہمارا اسوقت مغرب کی نماز پڑھنا بھی پسند نہ تھا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث ہے: میری امت اس وقت تک فطرت پر قائم رہے گی، جب تک کہ وہ مغرب کی نماز کو ستاروں کے نمودار ہونے سے

پہلے پڑھتی رہے گی۔(مُسند احمد ، مِن مُسنَد المکیّین ، ۱۵۸۰۸) ۔

اسلام کی سچائی کا ایک اور چھوٹا سا ثبوت کہ یہود ونصاری کے یہ سارے طریقے آج ۱۴۰۰ سال بعد بھی جوں کے توں چلے آرہے ہیں۔ وقت کے ساتھ بدل نہیں گئے۔

پھر ان تینوں احادیث سے دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسلام ہماری زندگی میں ایک نظم وضبط دیکھنا چاہتا ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر کیا جائے۔ اور دوسری چیز۔ نبیﷺ کو کسی بھی معاملے میں ہماری غیر مسلموں سے مشابہت پسند نہ تھی۔ اسلام غیر مسلموں سے میل جول پر پابندی نہیں لگاتا۔ لیکن اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی پہچان ہی نہ سکے کہ ان میں مسلمان کون ہے اور غیر مسلم کون۔ سورۃ المائدہ میں اہل کتاب کا ذبیحہ، ان کا کھانا پینا، بشرطیکہ حلال چیزیں ہوں، حتیٰ کہ ان کی عورتوں سے شادی تک کی اجازت ملتی ہے۔(آیت ۵) ۔خود نبیﷺ نے جنگ خیبر کے بعد مدینہ کے یہود کا بھُنی ہوئی بکری کے گوشت کا ہدیہ قبول فرمایا تھا، جس میں انھوں نے آپ ؐ کو زہر دیدیا تھا (زادُ المَعَاد، ۲/ ۱۳۹) ۔لیکن نبیﷺ اپنی شناخت برقرار رکھتے ہوئے ان سے میل جول رکھنا پسند کرتے تھے۔ ان میں خلط ملط ہو جانا نہیں۔ اور فرماتے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ۔(ابو داوٗد ، ح: ۴۰۳۱) ۔

'' جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ انہی میں سے ہے۔''

آگے نفلی روزوں میں محرم کے روزوں کی حدیث آرہی ہے کہ آپ ؐ نے صرف یہود سے فرق کرنے کیلئے دسویں محرم کے ساتھ ایک دن ملا کر روزہ رکھنا چاہا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ ؐ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن العاص کو زرد رنگ کی دو چادریں پہنے دیکھا تو فرمایا:''یہ کفار کا لباس ہے۔ تم اسے مت پہنا کرو۔'' (مُسلِم ، کتاب اللباس والزینة)۔

نبیﷺ کا یہ فرمان بھی اس طرح پورا ہو رہا ہے کہ زرد رنگ کی دو چادریں آج چودہ سو سال بعد بھی بدھ بھکشوؤں اور ہندو یاتریوں کا لباس ہے۔

ایک اور حدیث ہے کہ یہود وعیسائی بالوں کو نہیں رنگتے، تم ان کی مخالفت کرو۔

(ابو داوٗد ، کتابُ اللِّباس) ۔ایک اور حدیث ہے کہ مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں صاف کرواو اور داڑھی بڑھاؤ۔ (بُخاری، کتابُ اللِّباس) ۔ایک اور حدیث ہے:''بڑھاپے کو چھپاؤ، مگر یہودیوں کی مشابہت نہ کرنا۔''(تِرمِذی ، کتابُ اللِّباس) ۔سیاہ خضاب سے حضورﷺ خاص طور پر منع کرتے ہوئے فرماتے:'' آخری زمانے میں ایسے لوگ ہونگے، جو سیاہ رنگ سے اپنے بال رنگیں گے، جیسے کبوتروں کے سینے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکیں گے۔'' (ابو داوٗد، کتابُ الترجل) ۔

نبیﷺ کو ہمارا غیر مسلموں کے علاقوں میں جا کر رہنا بھی پسند نہ تھا۔ حضرت سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبْ سے مروی ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَ سَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ ۔

''جس مسلمان نے کسی مشرک کے ساتھ موافقت کی اور اسکے ساتھ رہائش اختیار کی، تو وہ بھی اس مشرک جیسا ہی ہے۔''(ابو داوٗد ، کتاب الجهاد)۔

ایک اور دفعہ آپ ؐ نے فرمایا تھا:

اَنَا بَرِیْءٌ مِّنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ اَظْهَرِ الْمُشْرِكِيْنَ

''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں، جو مشرکین کے درمیان رہتا ہو۔''

لوگوں نے پوچھا: کیوں یا رسول اللہ؟ فرمایا: دونوں کی آگ اکٹھے نہیں رہ سکتی۔(ابو داوٗد، کتاب الجهاد)۔ مطلب یہ ہوا کہ ساتھ رہیں گے، تو دونوں کے دلوں میں آگ ہی لگی رہے گی۔ دین، مذہب، اقدار، ثقافت ہر چیز الگ ہیں۔

پھر آج مسلمان کے گھر میں سالگرہ اور اسکے کیک، نئے سال کی مبارکبادیں، منگنی اور اسکی انگوٹھیاں، پلاسٹک میں لپٹے لمبے لمبے گلدستوں کے تحفے، شادی بیاہ میں مہندی کی رسم، آپس میں ہائے ہیلو، میوزک شو۔ مردوں عورتوں کی مخلوط محفلیں، منگیتر، کلاس فیلو، محلے والے یا ساتھ کام کرنے والے مردوں عورتوں کی دوستی۔ خواتین کے تنگ، باریک، آدھی آستین، گہرے گلے اور ننگی کمر والے لباس۔ مردوں اور عورتوں کے جسم کی ساخت اور خدوخال کو

دکھانے والے لباس۔ ان سب سے لے کر ہندوؤں کے تہوار بسنت پر انہی کی طرح روایتی پتنگ بازی۔ یادگاری مواقع پر ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح دیئے، چراغ اور موم بتیاں روشن کرنا۔ یہودیوں کی ہفتے کے دن کی چھٹی اور عیسائیوں کے ویلنٹائن (Valentine) اور نئے سال کی تقریبات۔ کیا غیر مسلموں کی اس معاشرت کو اپنا کر کہیں ہم بھی اس حدیث کے مطابق اللہ کی نظر میں ان غیر مسلموں جیسے ہی تو نہیں ہو گئے؟ ہم نے یہ سب تو اپنا لیا، لیکن اگر نبی ﷺ آج زندہ ہوتے، تو کیا اپنی امت کو ان میں سے کوئی ایک کام بھی کرتا دیکھ کر خوش ہوتے؟ یا ان میں شرکت کرنا پسند فرماتے؟ اسکا جواب ہمیں اپنے ضمیر سے لینا ہوگا۔

بَلِ الْإِنسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ ۔(القیمة، ١٤۔١٥)

''انسان اپنے آپ سے خوب اچھی طرح واقف ہے، خواہ وہ جتنے چاہے عُذر تراش لے۔''

افطار کے وقت پڑھنے کی دعا

(۱) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ افطار کے وقت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔ اور یہ روزانہ ہی ہوتا ہے۔'' (ابن ماجه، ح ١٦٤٣) ۔

(۲) ایک اور حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ عادل حکمران، روزہ دار، یہاں تک کہ افطار کر لے اور مظلوم۔ مظلوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا کر آسمان کے دروازے اس کیلئے کھول دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا، خواہ اس میں کچھ دیر ہو جائے۔'' (ابن ماجه)۔

(۳) افطار کے وقت دل بھر کر دعائیں مانگئے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: روزہ دار کیلئے افطار کے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے، جو رد نہیں کی جاتی۔ (ابن ماجه ،ح: ١٧٥٣)

(۴) عین افطار کے وقت کیلئے نبی ﷺ سے ایک ہی دعا منقول ہے۔

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ .

'' پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر بھی ضرور ملے گا۔'' (ابو داوٗد)۔

اس دعا کے علاوہ افطار کی کوئی دعا صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ البتہ نبی ﷺ نے

کوئی پابندی نہیں لگائی کہ ہم کوئی اور دعا نہ مانگیں۔

(۵) ہمارے ہاں جو افطار کی دعا مشہور ہے اللهم انی لك صمت والی، تو اول تو یہ دعا حدیث میں اتنی طویل نہیں آتی بلکہ صرف اتنی ملتی ہے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ.

'' یا اللہ! میں نے آپ ہی کیلئے روزہ رکھا۔

اور آپ ہی کے دیئے ہوئے رزق سے افطار کر رہا ہوں۔'' (ابو داوٗد)۔

یہ دعا بھی ابو داوٗد میں ہی ہے، لیکن اسکی سند مرسل ہے۔ مرسل تابعین یعنی صحابہ کے شاگردوں سے مروی حدیث کو کہتے ہیں۔ اس میں ان صحابی کا نام نہیں آتا، جنھوں نے یہ بات نبی ﷺ سے سن کر ان تابعی تک پہنچائی۔ اسلئے یہ زیادہ قابل اعتماد نہیں سمجھی جاتی۔ جبکہ اوپر دی ہوئی دعا کی سند صحیح روایت اور تواتر کے ساتھ نبی ﷺ تک پہنچتی ہے۔

پھر بھی اگر کوئی افطار کی وہی دعا پڑھنا چاہے، جو ہمارے ہاں عام ہے، تو اسکا اتنا ہی حصہ پڑھنا چاہئے، جتنا اس حدیث میں آیا ہے۔ اسمیں بك امنت وعليك توكلت کا اضافہ کرنا تو عملاً ہماری حضورؐ کے الفاظ کی اصلاح کرنے کی بدتمیزی، بلکہ بدنصیبی ہے۔

جب کوئی آپ کو افطار کروائے

(۱) حضرت زیدؓ بن خالد جُہنی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: '' جس نے کسی مجاہد یا حاجی کیلئے سامان مہیا کیا، یا اُسکی غیر موجودگی میں اُسکے گھر والوں کی دیکھ بھال کی۔ یا کسی روزہ دار کو افطار کروایا، اسے بھی اس مجاہد، حاجی اور روزہ دار جتنا ہی اجر ملے گا، لیکن اس سے ان لوگوں کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائیگی۔'' (ترمذی)۔

(۲) نبی ﷺ اگر کبھی کسی کے ہاں کچھ کھاتے پیتے، تو اس کیلئے دعا ضرور فرماتے۔ اور فرماتے کہ اس طرح میزبان کا حق ادا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مقدادؓ بن الاسود نبی ﷺ کی ہی بکریوں کا دودھ نکال کر آپ ﷺ کو پلایا، تو آپؐ نے ان کیلئے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ .وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ ۔ (مُسلِم، کتابُ الاَشرَبة) ۔

''یا اللہ اُسے کھلائیں، جس نے مجھے کھلایا اور اسے پلائیں جس نے مجھے پلایا۔''

ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ روزہ کی حالت میں غسل فرما لیا کرتے تھے دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ غسل ناپاکی دور کرنے کیلئے بھی ہوتا تھا، جب آپ سحری کے بعد غسل فرما کر فجر کی نماز ادا کرتے۔(بُخاری)۔ اور دن میں صفائی اور پیاس وگرمی کا اثر کم کرنے کیلئے بھی۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جس شخص کو روزہ کی حالت میں خود بخود قے آجائے، اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔ البتہ جو جان بوجھ کر قے کرے، اسے قضا کرنی چاہیئے۔'' (ابو داؤد)۔

جان بوجھ کر قے کیسے کی جاسکتی ہے؟ احادیث میں ہمیں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں کہ کبھی کسی صحابی نے غلطی سے کوئی ناجائز چیز کھالی، تو بعد میں انھوں نے اپنے حلق میں انگلیاں ڈال کر اس چیز کو الٹ دیا۔

مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک غلام تھا۔ اس دور میں رواج تھا کہ غلام مالک سے اپنی آزادی کیلئے کوئی رقم طے کر لیتا۔ اور پھر کہیں کام کر کے اسے قسطوں میں ادا کرتا۔ جس دن رقم پوری ہوجاتی، وہ آزاد ہو جاتا۔ گویا اپنا فدیہ خود ہی ادا کر دیتا۔ اسے مکاتبت کہتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا ایسا ہی ایک مکاتب غلام تھا، جو روزانہ کہیں کام کر کے انھیں اس رقم کی قسطیں ادا کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے انھیں کوئی مٹھائی کھلائی اور بتایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں کہانت کا (یعنی مستقبل کا حال بتانے کا) کام کرتا تھا۔ مجھے یہ اچھی طرح آتا بھی نہ تھا اور میں دھوکہ سے کام چلاتا تھا۔ آج کسی نے اسی زمانہ کی اجرت کے طور پر مجھے یہ مٹھائی دی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر حلق میں انگلیاں ڈال کر قے کر کے اس کہانت کی کمائی کی مٹھائی کو اپنے جسم سے باہر نکال دیا۔(بُخاری، ح: ۳۸۴۲)۔

وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ نے علم نجوم۔ ستاروں، پتھروں، نگینوں کے اثرات۔ مستقبل

کا حال۔ جادو ٹونا، فال اور بدشگونی۔ ان سب کو کہانت قرار دیکر ان سب کاموں اور ان کی کمائی کو یکسر حرام قرار دیا تھا۔ (ترمذی، ابوابُ الطِّب)۔

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جو روزہ دار بھولے سے کھا پی لے، اسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیئے، کیونکہ اللہ نے اسے کھلایا پلایا ہے۔'' (بخاری)

(۶) اگر کسی نے غلطی سے سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کر لیا، تو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ بقایا روزہ پورا کر کے صحیح وقت پر دوبارہ افطار کر لیں۔ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ہم نے ابر کے دن افطار کر لیا، پھر سورج نکل آیا۔(بُخاری)۔

اس زمانے میں گھڑیاں تو ہوتی نہیں تھیں۔ شام ہو چکی تھی۔ سورج چھپ گیا اور دیر تک نظر نہ آیا تو لوگ سمجھے کہ غروب ہو گیا۔ البتہ اس حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ بعد میں نبی ﷺ نے انھیں اس روزے کی قضا کا حکم دیا تھا یا نہیں۔ لیکن کم از کم کفارہ کا تو نہیں دیا۔

(۷) نبی ﷺ نے روزہ میں مہندی کے استعمال سے نہیں روکا۔ شدید گرمی اور پیاس میں یہ ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ حضورؐ اسے زخموں کے علاج کیلئے بھی لگانے کا حکم دیتے تھے۔ اور بال رنگنے کیلئے بھی۔(ترمذی، کتابُ الطِّب)۔ اور فرماتے: بہترین رنگ جس سے بڑھاپے کو تبدیل کیا جائے، مہندی اور کتم (وسمہ) ملا کر لگانا ہے۔(ترمذی، ابواب اللباس)

مہندی کا اپنا پودا ہوتا ہے، جس کے پتوں سے اسکا پاؤڈر نکالا جاتا ہے۔ اس کے اجزاء سے اب دنیا بھر میں دوائیاں تیار کرنے والی جدید فارماسوٹیکل کمپنیاں زخموں کے علاج کیلئے اینٹی بائیوٹک ادویہ تیار کرنے لگی ہیں۔ اور اسے بالوں کیلئے بہترین کنڈیشنر اور رنگ بھی سمجھا جانے لگا ہے، جسے جتنی دفعہ استعمال کریں، اس سے بالوں کی عمر، طاقت، چمک، موٹائی اور نرمی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں بالوں کیلئے بکنے والے تقریباً سارے ہی رنگ اب مہندی ہی کے اجزاء میں تیار ہونے لگے ہیں۔

لیکن خیال رہے کہ آپ کو خالص مہندی استعمال کرنی ہے، اسکے پاؤڈر کو پانی میں گھول کر۔ اگر اس میں کسی قسم کے کیمیکل شامل ہوں، جو بازار میں بکنے والی اکثر مہندی کی

کون اور کالی مہندی میں ہوتے ہیں، تو ان سے جلد، بالوں اور ناخنوں پر اس کیمیکل کی تہہ بیٹھ جاتی ہے، جس سے پانی نہیں گزر سکتا۔ اسلئے اس سے وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ کیمیکل والی مہندی کی پہچان یہ ہے کہ یہ پرانی ہونے پر کھال پر سے چھلکے کی طرح اترنے لگتی ہے۔ جبکہ اصلی مہندی کا رنگ ہلکا پڑتے پڑتے ختم ہوتا ہے، لیکن وہ چھلکے کی طرح نہیں اترتی۔

اسی طرح کالی مہندی کے استعمال سے بھی بچیں۔ نبی ﷺ نے کالے خضاب کی اجازت نہیں دی۔ اور کالی مہندی میں کالا رنگ شامل ہوتا ہے۔

(۹) نبی ﷺ نے روزہ میں بوڑھے آدمی کو بیوی سے قربت کی اجازت دیدی تھی، لیکن جوان آدمی کو روک دیا تھا۔ (ابو داؤد، کتابُ الصِّیام)۔

لیکن روزہ میں آپؐ نے مباشرت کی اجازت نہیں دی۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۱۰) حضرت عامرؓ بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو روزہ میں اتنی دفعہ مسواک کرتے دیکھا ہے کہ میں اِس کا شمار نہیں کرسکتا۔ (بُخاری)۔

(۱۱) البتہ روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ اور منجن استعمال نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ اسکے بعد جتنی بھی کلیاں کرلیں، اسکا کچھ نہ کچھ اثر منہ میں رہ ہی جاتا ہے، جو تھوک کے ساتھ حلق میں اتر جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عکرمہؓ نے ایک اصول بتایا ہے کہ روزہ کا تعلق جسم کے اندر جانیوالی چیزوں سے ہے، باہر نکلنے والی سے نہیں۔ (بخاری)

اِس کا حل اور روزہ میں منہ کی بو دور کرنے کا آسان طریقہ مسواک ہے۔ صفائی کی صفائی اور سنت پر عمل کرنے کا ثواب الگ۔

پھر ہر قسم کا پیسٹ، خواہ ٹوتھ پیسٹ ہو یا صابن اور لپ اسٹک کریم قسم کی چیزیں، ان میں چکنائی (Fat) ضرور شامل ہوتی ہے۔ اسکے بغیر کوئی پیسٹ بن ہی نہیں سکتا۔ ہمارے ملک میں ڈبہ پر مکمل اجزاء لکھنا لازم نہیں ہے، جبکہ باقی ساری دنیا میں یہ نہ لکھنا قابلِ سزا جرم ہے۔ کیونکہ اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ آپ جو کچھ کھانے یا استعمال کرنے جارہے ہیں، اس میں کیا کچھ ہے۔ مثلاً چکنائی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کسی پودے مثلاً ناریل یا سویابین کے

تیل کی چکنائی (Vegetable Fat) ہے یا جانور کی چربی۔ پھر حلال جانور کی ہے، یا سور یا کسی غیر ذبیحہ جانور کی، کیونکہ حرام تو دونوں ہی ہیں۔ لیکن پاکستان سمیت کئی اسلامی ممالک میں سور کی چربی (LARD) اور اس سے تیار شدہ جیلے ٹن (Gelatin) اور اس کے ساتھ ساتھ سور کے جسم سے حاصل کردہ حرام اجزاء والے E-Numbers سے تیار شدہ چیزیں ہمارے ہاں ٹوتھ پیسٹ، میک اپ کے سامان اور بہت سے چاکلیٹ، ٹافی، بسکٹ، آئس کریم، قلفی، آئس لولی اور جیلی کرسٹل میں شامل کرنے باقاعدہ درآمد کی جاتی ہے۔

اس گناہ بے لذت اور حرام سے بچنے کا آسان طریقہ پیکنگ پر اجزاء چیک کرکے چیزیں خریدنا۔ اور کرسٹلز کے بغیر آنے والے جیل GEL ٹوتھ پیسٹ کا استعمال ہے، جس میں سرے سے چربی ہی نہیں ہوتی اور عام ملتا ہے۔ چاکلیٹ، ٹافی، چیونگ گم، بسکٹ، صابن، ٹوتھ پیسٹ اور میک اپ کی اشیاء خریدنے سے پہلے دیکھ لیں کہ ان پر انگریزی میں بڑا سا V کا حرف بنا ہوا ہو، جو پودوں سے حاصل شدہ تیل اور چربی کی علامت ہے۔ یا لیبل پر نباتاتی چربی (Vegetable Fat) یا (Without Animal Fat) یعنی جانور کی چربی کے بغیر لکھا ہوا ہو۔ مسلمان خود حلال چیزیں تیار کریں یا نہ کریں، لیکن بہت سی مغربی کمپنیاں عرب ممالک میں اپنا مال بیچنے کیلئے خاص طور پر حلال چیزیں بناتی ہیں۔

اِس کتاب کے آخر میں ہم دیارِ غیر میں رہنے والے مسلمانوں کی ویب سائٹس سے حاصل شدہ حرام غذائی اجزاء کی فہرست دے رہے ہیں، جو انھوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو حرام سے بچانے کیلئے انٹرنیٹ پر جاری کردی ہیں۔

(۱۲) روزہ میں کسی فوری طبی ضرورت کیلئے جسم میں کسی چیز سے ہلکا سا شگاف دے کر خون نکلوانا بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ اس عمل کو عربی میں حَـجَـامَۃ۔ اور انگریزی میں Venepuncture & Cupping کہتے ہیں کہ جسم میں کسی چیز سے شگاف دے کر کچھ خون باہر نکال دیا جائے۔ دل اور دوسرے اعضاء کی بہت سی بیماریوں میں جان بچانے کیلئے یہ فوری طور پر اور لازماً کرنا پڑتا ہے۔ اور نبی ﷺ نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا: ''حجامہ

تمہارے علاج کے طریقوں میں ایک بہترین طریقہ ہے۔'' (ابو داوٗد ، کتاب الطب)۔

حجامہ کو ہم روزے میں خون کے عطیہ میں بھی لے سکتے ہیں جو بہت بڑی نیکی ہوگی کہ کسی کی جان بچ جائیگی ۔ البتہ خون چڑھانا یا ڈرپ لگانا روزہ توڑ دیگا ۔ کیونکہ خون میں شامل توانائی، طاقت، پانی سبھی کچھ اس کے ساتھ ہی خود بخود جسم میں چلا جائیگا ۔ منہ سے نہیں گیا خون میں شامل ہو کر چلا گیا، پھر روزے کا مقصد کیا باقی رہ گیا۔

جان بوجھ کر فرض روزہ توڑلینے کا کفارہ

(۱) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمہؓ بن صخر بیاضی نے، جوفرض روزے میں خود پر قابو نہ رکھ سکے، اپنی بیوی سے مباشرت کر لی اور روزہ توڑ لیا۔ بعد میں انہیں پچھتاوا ہوا، تو وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ۔ میں تو ہلاک ہو گیا۔ میں تو دوزخ میں جل چکا۔ اور پھر اپنی یہ غلطی بتائی ۔ نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟ کہنے لگے: نہیں ۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم دو مہینے مسلسل روزے رکھنے پر قادر ہو؟ کہا: یہ بھی نہیں کر سکتا ۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اتنا مال ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکو؟ انہوں نے کہا: یہ بھی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد ایک صحابی اپنے گدھے پر ایک بڑے سے ٹوکرے میں پندرہ سے بیس صاع کھجوریں رکھ کر لائے ، تو نبی ﷺ نے پوچھا کہ وہ جلنے والے صاحب کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ! میں حاضر ہوں ۔ فرمایا: یہ لے جاؤ اور صدقہ کردو۔ (اس سے کفارہ ادا کردو) ۔ وہ کہنے لگے: یارسول اللہؐ۔ کیا میں کسی ایسے شخص کو لے جا کر کھلاؤں، جو مجھ سے زیادہ غریب ہو؟ خدا کی قسم! مدینہ کی ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان مجھ سے بڑھ کر غریب کوئی نہیں ہے۔ حضورؐ اس پر اتنا ہنسے کہ آپؐ کے سامنے کے دانت دکھائی دینے لگے۔ پھر فرمایا: ''اچھا جاؤ، اسے اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو ۔ ایک دن کا روزہ رکھو اور اللہ سے استغفار کرو۔'' (بُخاری، ابو داؤد) ۔

یعنی کفارہ ، قضاء اور اللہ سے معافی مانگنا ۔ تینوں ہی کام کرنے پڑیں گے ۔

حضرت سلمہؓ بن صخر چونکہ غربت کی وجہ سے کفارہ ادا کرنے کے قابل نہ تھے، اسلئے نبی ﷺ نے ان کی مدد فرمائی۔ دوسری چیز، جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کبھی آواز سے قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے ۔ آپؐ کو یہ پسند ہی نہ تھا۔ بہت ہنسے تو آپؐ کے آگے کے دانت نظر آنے لگے، ورنہ صرف مسکرا دیئے ۔ (ترمذی ، کتابُ المَناقِب) ۔

نفلی روزہ توڑنے کی قضا

(۱) اگر کوئی نفلی روزہ توڑ لیتا تو نبی ﷺ اسے محض ایک دن کا روزہ اسکی قضا کے طور پر رکھنے کا حکم فرماتے ۔ نبی ﷺ کی چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ، جو حضرت ابوطالب کی بیٹی اور حضرت علیؓ کی سگی بہن تھیں، بتاتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ مجھ سے ملنے کیلئے آئے، تو آپؐ کے ہاتھ میں کوئی مشروب تھا۔ آپؐ نے وہ میری طرف بڑھایا، تو میں نے اسے لے کر پی لیا ۔ پھر میں نے کہا کہ یارسول اللہ ۔ میرا تو روزہ تھا۔ فرمایا: ''نفلی روزہ رکھنے والا صاحب اختیار ہے۔ چاہے تو روزہ پورا کرلے، چاہے تو افطار کرلے۔'' (تِرمِذی) ۔

(۲) نبی ﷺ کی زندگی میں اسلامی مملکت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل سے زیادہ ہو گیا تھا، یعنی پاکستان سے تین گنا زیادہ ۔ مدینہ اسکا دارالحکومت تھا۔ اور آپؐ اللہ کے نبی ہونے کے ساتھ اسکے صدر، وزیراعظم، وزیرخارجہ، وزیر دفاع، کمانڈر انچیف، چیف جسٹس، سبھی کچھ تھے ۔ لیکن آپؐ نے کبھی اپنے لئے بیت المال سے لمبی چوڑی تنخواہ مقرر نہیں کی ۔ یہ کبھی نہ ہوا کہ نبی ﷺ نے سربراہ مملکت ہونے کے ناطے اپنے لئے حلوے مانڈوں کا بندوبست کیا ہو، اور عام مسلمان کا چولھا ٹھنڈا پڑا ہو۔ خیبر کے باغات کی پیداوار میں حصہ مل جانے کے بعد نبی ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کی مالی حالت میں بہت بہتری آ گئی تھی ، ورنہ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں ہم نے کبھی مسلسل تین دن بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی ۔ (بُخاری ، کتابُ الاَطعِمَہ) ۔ صرف کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ (احمد ، ۲۵۲۷۷)

(۳) حضرت عائشہؓ ایسے ہی دنوں کا حال بتاتی ہیں کہ جب گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا

تو نبی ﷺ روزہ کی نیت کر لیتے ۔ ایک دن آپؐ میرے ہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں ۔ فرمایا: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں ۔ پھر ایک اور دن آپؐ نے یہی سوال کیا تو ہم نے کہا کہ یارسول اللہؐ۔ ہمارے پاس حلوہ تحفتاً بھیجا گیا تھا ۔ پھر کچھ مہمان بھی آ گئے تھے، تو ہم نے اس میں سے آپ کیلئے کچھ حصہ نکال کر الگ رکھ دیا تھا ۔ فرمایا: اسے لے آؤ، حالانکہ میں نے صبح روزہ رکھا ہوا تھا ۔ پھر آپؐ نے وہ حلوہ کھا لیا ۔ (مُسلِم ،ترمذی)

(۴) مگر ایک اور حکم ہمیں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول حدیث میں ملتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے وہ قبول کر لینی چاہیئے ۔ پھر اگر اسکا روزہ نہ ہو تو کھانا کھا لے ۔ اور اگر روزہ ہو، تو دعا کر لے ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر اس کا روزہ ہو تو بتا دے کہ میرا روزہ ہے ۔ (مُسلِم، ابو داوٗد، تِرمِذی) ۔

اب کسی حدیث میں نفلی روزہ توڑ لینے کی اجازت مل رہی ہے اور دوسری میں دعا کرنے کا حکم، تو نفلی روزہ توڑ لینے کی اجازت ہے، حکم نہیں ۔ اسکے توڑنے نہ توڑنے کا فیصلہ روزہ دار کو خود کرنا ہے، چاہے تو پورا کر لے، چاہے تو اُسکے بجائے کسی اور دن روزہ رکھ لے

رمضان کے روزوں کی قضا

یہ قضا حرام اوقات، یعنی جب نبی ﷺ نے سجدہ، دفن اور روزہ ممنوع کر دیا ہو ۔ ان کے علاوہ کبھی بھی کی جا سکتی ہے ۔ ان کیلئے نبی ﷺ نے کوئی پابندی نہیں لگائی ۔

(۱) اس سلسلہ میں کسی حدیث میں کوئی حکم تو نہیں ملتا، لیکن حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول ملتا ہے کہ رمضان کے روزوں کی قضا کسی بھی طرح کی جا سکتی ہے ۔ ایک ساتھ رکھیں، یا الگ الگ ۔ کیونکہ قرآن گنتی پوری کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ (بُخاری) ۔

(۲) حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ میں رمضان کی قضا اگلے شعبان میں ہی کر پاتی تھی (بُخاری)

میت کے ذمہ روزوں کی قضا

میت پر اگر روزے باقی ہوں، تو اس کیلئے دونوں طرح کے احکام احادیث میں ملتے ہیں کہ اسکا وارث اسکے روزے رکھے ۔ اور یہ بھی کہ فدیہ دیدیں ۔ لیکن میت کی طرف

سے روزہ رکھنے والی سب احادیث صحیح ہیں، جبکہ فدیہ والی سب احادیث ضعیف ہیں ۔

(۱) بخاری، مسلم، ابوداوٗد اور ترمذی میں ایک ہی مضمون کے پانچ واقعات ملتے ہیں کہ کسی صحابیہ نے نبی ﷺ کے پاس آ کر پوچھا کہ یارسول اللہ ۔ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اور ان کے ذمہ ایک مہینے کے روزے تھے ۔ کیا میں ان کی طرف سے اسکی قضاء کر لوں؟ نبی ﷺ نے پوچھا: ''اگر تمہاری ماں پر کسی کا قرضہ ہوتا، تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ وہ کہنے لگیں کہ ضرور ادا کرتی ۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پھر اللہ کا قرض سب سے بڑھ کر ادائیگی کا مستحق ہے ۔ اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھو۔''

بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ میں ایک اور صحابیہ کا ذکر ملتا ہے، جن کی بہن پر دو مہینے کے روزے باقی تھے ۔ پھر حضرت سعدؓ کا، جن کی والدہ کا ایک روزہ باقی تھا ۔ پھر مزید ایک اور صحابیہ کا، جن کی ماں کے ذمہ پندرہ دن کے روزے تھے ۔ مسلم میں اسی مضمون کی حدیث میں مرحومہ ماں کے ذمہ دو مہینے کے روزوں کا ذکر ہے ۔ پھر باقی قصہ ان سب چھ حدیثوں میں ایک ہی ہے کہ نبی ﷺ نے ورثاء کو مرحومین کے بقایا روزے رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا قرض سب سے بڑھ کر ادائیگی کا مستحق ہے ۔ (بخاری، ١٩٥٣ ـ مسلم، ٢٦٩٣ تا ٢٧٠١ ـ ابوداؤد، ٣٣٠٧ تا ٣٣١٠ ـ ترمذی، ٧١٦ ـ ابن ماجه، ١٧٥٨)

(۲) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں، تو اس کی طرف سے اس کے ولی کو وہ روزے رکھنے چاہئیں ۔''

(بخاری، ح: ١٩٥٢ ـ مسلم، ح: ٢٦٩٢ ـ ابوداؤد، ح: ٢٤٠٠، ٣٣١١)

ہمارے ہاں جو مشہور ہے کہ میت کے روزوں کے بدلہ ان کا فدیہ دیدیا جائے، اسکی ایک وجہ تو مُصَنَّفُ عبد الرزاق اور دارَ قُطنِی کی وہ احادیث ہیں، جو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ اگر کسی میں انتہائی بڑھاپے یا شدید بیماری کی وجہ سے بقایا زندگی کیلئے کوئی روزہ رکھنے کی کوئی طاقت ہی نہ بچی ہو، تو اس پر قضا نہیں، صرف فدیہ ہوگا ۔ یہ دونوں کتابیں عربی میں ہیں ۔ اردو ترجمہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس حدیث میں زندگی میں کبھی روزہ رکھنے کی

طاقت ہی باقی نہ بچنے کی شرط جانے بغیر ہر بوڑھے اور بیمار کیلئے فدیہ جائز سمجھنے لگے ہیں۔

دوسری وجہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی دو ضعیف روایات ہیں، جن میں میت کے ذمہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کے کھانے کا حکم ہے (ابو داؤد، ۲٤۱۰۔ ابن ماجہ، ۱۷۵۷) جبکہ میت کے ورثاء کو اسکی طرف سے روزہ رکھنے کا حکم کئی صحیح احادیث میں مل رہا ہے۔ اسلئے صحیح عمل تو روزہ رکھنا ہی ہوگا۔ لیکن اگر ورثاء فدیہ دینا چاہیں، تو پھر روزہ بھی رکھیں اور فدیہ بھی دیں۔ ہر روزہ کے بدلہ نصف صاع، یعنی ۱۰۸٦ سے لیکر ۱٦۳۱ گرام تک ایک مسکین کا اسی معیار کا کھانا، جو مرنے والے کے اہل وعیال کھاتے ہیں۔ (مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ)۔ اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے، تو یہ اسی کیلئے بہتر ہے۔ (فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ)۔ آخر مرنے والا کچھ چھوڑتا، تو وہ بھی تو ورثاء لے لیتے، اب اسکی طرف سے کچھ خرچ بھی کر دیں۔

شوال کے چھ روزے

(۱) حضرت ابو ایوب انصاری ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ اور، پھر شوال میں چھ روزے رکھے، گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔“ (مُسلِم، ابو داؤد)۔

(۲) حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے، اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھے۔ اسلئے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے دس گنا اجر ملتا ہے۔“ (ابن ماجہ)۔

خواتین یا وہ لوگ جن کے رمضان کے روزے کسی شرعی عذر سے چھوٹے ہوں، ان کے شوال کے روزے اسی وقت ادا ہونگے، جب وہ رمضان میں رہ جانے والے روزوں کی قضاء، شوال کے روزوں کے علاوہ کر کے ان کی گنتی پوری کر لیں۔ ورنہ اگر اس سے پہلے موت آ گئی، تو شوال کے اضافی روزوں اور پورے سال کے ثواب کا کیا سوال بچے گا۔

ان روزوں کی نبی ﷺ نے کوئی خاص تاریخ نہیں بتائی ہے۔ عید الفطر کے بعد دوسری

شوال سے لگاتار بھی ہو سکتے ہیں اور پورے شوال میں الگ الگ بھی۔ رمضان کے تیس اور شوال کے چھ روزے ملا کر ۳٦ بنے اور قرآن کہتا ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ ”جو ایک نیکی لائے گا، اسے دس گنا اجر دیا جائیگا۔“ (سورة الانعام۔ ۱٦۰)

اس طرح ۳٦ روزوں کا ثواب ۳٦۰ دن یعنی پورے سال کا ہو گیا۔ بشرطیکہ یہ رب کے دربار میں واقعی قبولیت کے قابل ہوں۔

نفلی روزے جو نبی ﷺ پابندی سے رکھتے

(۱) ام المؤمنین حضرت حفصہ ؓ فرماتی ہیں کہ چار چیزیں رسول اللہ ﷺ نے کبھی ترک نہیں کیں۔ عاشورے کا روزہ، ذی الحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے، ہر ماہ کے تین روزے اور فجر سے پہلے دو رکعتیں۔ (نَسَائی)۔

دسویں ذی الحجہ تو عید الاضحیٰ ہے، جس کا روزہ رکھنا نبی ﷺ نے حرام کر دیا ہے۔

(۲) حضرت ابی قتادہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عرفہ (نویں ذی الحجہ) کا روزہ دو سال، ایک گزشتہ اور ایک آنے والے سال کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ (مُسلِم)۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں آپ اسی مضمون کی حدیث ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے روزوں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نمازوں اور دو عمروں کیلئے پڑھ چکے ہیں کہ یہ درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ ہے، بشرطیکہ اس دوران بڑے گناہوں سے بچتے رہیں۔ (مُسلِم، کتابُ الطَّهارة)۔

مختلف احادیث کو ملا کر پڑھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہی شرط سارے ہی مختصر اعمال سے ہونے والی مغفرت کی ہے کہ اگر ان کے درمیان بڑے گناہوں سے بچتے رہیں اور حقوق العباد میں کوتاہی نہ کریں، تبھی یہ مغفرت ہوگی۔ نو سو چوہے کھا کر حج پر روانہ ہو جانے سے گناہ بخشوا لینے کا اسلام میں کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

(۳) عرفہ کا روزہ حاجی کیلئے نہیں ہے۔ حضرت ام الفضل ؓ بنت حارث بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن لوگ جاننا چاہتے تھے کہ حضور ؐ نے حج میں یہ روزہ

رکھا ہے یا نہیں۔ پھر میں نے حقیقت جاننے کیلئے آپؐ کے پاس دودھ کا پیالہ بھیجا۔ آپؐ اسوقت عرفہ میں اپنی اونٹنی پرسوار تھے۔ آپؐ نے اسے پی لیا۔ (بُخاری)۔

ویسے بھی حج سفر ہے اور مسافر کیلئے تو فرض روزہ بھی چھوڑنے کی اجازت ہے۔

(۴) جب نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی بھی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس دن اللہ نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی، (فرعون اور اسکی قوم کو غرق کر دیا)۔ اسلئے حضرت موسیٰؑ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر موسیٰؑ پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔ پھر آپؐ نے بھی اس دن کا روزہ رکھنا شروع کر دیا اور لوگوں کو بھی اسکا حکم دیا۔ (بُخاری ، ابوداؤد)

(۵) جب لوگوں نے نبی ﷺ کو احساس دلایا کہ اس دن کی تعظیم تو یہود و نصاریٰ بھی کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ''اگر اگلے سال میں زندہ رہا، تو نویں کا بھی روزہ ضرور رکھوں گا۔'' مگر پھر اگلے محرم سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ (مُسلِم ،ابوداؤد) ۔

(۶) آپؐ ہر ماہ تین روزے پابندی سے رکھتے اور فرماتے: ''ہر ماہ کے تین روزے رمضان کے روزوں کے ساتھ مل کر مستقل روزہ رکھنے کی مانند ہو جاتے ہیں۔ (مُسلِم) ۔

(۷) حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ ہر ماہ تین روزے ضرور رکھتے۔ پہلے ہفتے پیر جمعرات، دوسرے ہفتے صرف پیر۔ (ابوداؤد، ح: ۲۴۵۱)۔

اور فرماتے: ''پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں جب میرے اعمال پیش ہوں، تو میں روزہ دار ہوں۔'' (تِرمذی ، ح: ۷۴۷) ۔

دوسری حدیث میں یہ اضافہ ملتا ہے کہ اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتے ہیں، سوائے اُن کے جن میں قطع تعلق ہو۔ اور اُن کے بارے میں فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ انھیں چھوڑ دو، حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔ (ابن ماجہ ۔ ۱۷۴۰)

(۸) مہینہ کے تین روزوں کے ہی بارے میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر ماہ کے تین روشن ایام (ایام بیض، یعنی چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ) کے

روزے رکھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)۔

(۹) ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ہفتہ اور اتوار کے دن زیادہ روزے رکھتے اور فرماتے: ''یہ دونوں مشرکین کی عید کے دن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔ (نَسَائی فی الکُبرَیٰ، ۱٤٦/۲) ۔

البتہ آپؐ نے صرف ہفتہ کا روزہ رکھنے کی ممانعت فرمادی تھی کہ یہ یہود کا طریقہ تھا۔ اسی طرح آپؐ کسی بھی دن، حتیٰ کہ جمعہ کو بھی روزہ کیلئے مخصوص کر لینے کی ممانعت فرمادی

امام شافعی کی تحقیق یہ ہے کہ شائد جب نبی ﷺ کے ایام بیض کے روزے کسی وجہ سے رہ جاتے، تو آپ کوئی سے بھی اور تین دن روزہ رکھ لیتے۔ کبھی ہفتہ اتوار اور کبھی پیر جمعرات۔ (فِقهُ السُّنَّة از عاصم الحداد، کتاب الصیام ۔ بحوالہ فتح الربانی) ۔

(۱۰) مشرکین مکہ رجب میں روزے رکھتے تھے، جبکہ نبی ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے۔ (نَسَائی)۔ لیکن امت کو آپؐ نے رمضان کے روزوں کیلئے طاقت برقرار رکھنے کیلئے پندرہ شعبان کے بعد روزوں سے منع فرما دیا۔ اور فرمایا: ''جب شعبان کا مہینہ آدھا گزر چکے، تو اُس کے بعد روزہ نہ رکھو۔'' (ابوداؤد)۔

(۱۱) سردیوں کے روزوں کو نبی ﷺ ایک مفت ہاتھ آنے والی نعمت قرار دیتے۔ (ترمذی

(۱۲) اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی وجہ سے شادی نہ کر سکتا، تو نبی ﷺ اسے بھی کثرت سے نفلی روزے رکھنے کا حکم دیتے اور فرماتے: ''اے نوجوانوں کے گروہ۔ تم میں سے جو نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اسے نکاح کر لینا چاہئے، کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھتا اور عصمتوں کی حفاظت کرتا ہے اور جو نکاح نہیں کرسکتا، اسے روزے رکھنے چاہئیں، کیونکہ یہ جذبات کی تیزی کو ختم کرنے والے ہیں۔'' (بُخاری، کتابُ النکاح)۔

جن دنوں کا روزہ نبی ﷺ نے حرام قرار دیا ھے

(۱) حضرت اَنَسؓ بن مالک سے مروی ہیں کہ نبی ﷺ نے سال میں پانچ دن کے روزوں کی ممانعت فرمادی ہے۔ عیدالفطر، قربانی کا دن (عیدالاضحیٰ) اور ایام تشریق کے

تینوں دن ۔(دَارَقُطنِیُ، کتاب الصیام) ۔

احادیث میں ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کا دن ۔ اور حج میں منیٰ میں قیام کے دنوں، یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو ایام تشریق کہا گیا ہے۔ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں ۱۳ ذی الحجہ کو زوال کے بعد آخری رمی کر کے ہی منیٰ سے روانہ ہوئے تھے۔ ان دنوں کو نبی ﷺ نے ہمارے قربانی، کھانے پینے اور ذکر اللہ کے دن قرار دے کر ان کا روزہ حرام فرما دیا۔(بُخاری)

اگر کوئی ان دنوں میں روزہ رکھ لیتا، تو آپ ؐ سے توڑنے کا حکم دیتے۔(ابو داوٗد، ۲۴۱۸)

اور فرماتے کہ تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔ (الجامع الصغیر، ۴۵۳۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث ہے: ''ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، سوائے اس حاجی کے جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو۔'' (بخاری، ح: ۱۹۹۶ تا ۱۹۹۹) ۔یعنی وہ حاجی، جس کے پاس قربانی کی استطاعت نہ ہو۔ قرآن اسے حج کے دنوں میں تین اور سات روزے گھر پہنچ کر رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ (سورۃالبقرۃ، ۱۹۶)

(۳) جمعہ کیلئے آپ ؐ فرماتے: ''تم میں سے کوئی شخص جمعہ کا روزہ نہ رکھے، سوائے اسکے کہ وہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ رہا ہو۔'' (بُخاری ومُسلِم) ۔

(۴) ایک دفعہ نبی ﷺ جمعہ کے دن ام المؤمنین حضرت جویریہؓ بنت حارث کے ہاں آئے، تو ان کا نفلی روزہ تھا۔ آپ ؐ نے پوچھا: کیا تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا کل رکھو گی؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: ''پھر روزہ توڑ لو۔'' (بُخاری) ۔

وجہ یہی تھی کہ حضورؐ کو یہ بات پسند ہی نہ تھی کہ ہم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح کوئی ایک دن عبادت کیلئے مخصوص کر لیں۔ مسلمان کی تو ساری ہی زندگی عبادت ہے۔ جو بھی کام آپ اللہ کی رضا اور آخرت کی جوابدہی کے خوف سے کریں گے، عبادت ہی شمار ہوگا ۔

(۵) ہفتہ کے دن کا روزہ بھی آپ ؐ نے اسی مشابہت سے بچنے کیلئے شدت سے ممنوع کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''ہفتہ کے دن فرض روزوں کے علاوہ کوئی روزہ نہ رکھو۔ اور اگر تم میں سے کسی کے پاس کھانے کیلئے کسی انگور کے چھلکے یا درخت کی ٹہنی کے سوا کچھ نہ ہو، تو وہ

اسے ہی چبا لے۔(ابو داوٗد) ۔

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے علاوہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے۔ یا اس کی رضا کے بغیر کسی کو گھر آنے کی اجازت دے۔'' (ابو داوٗد، کتاب الصیام)۔

روزہ اِس لئے نہیں کہ کہیں بیوی اپنی نفلی عبادتوں میں ہی نہ لگی رہ جائے اور شوہر کہیں اور متوجہ ہو جائے۔ اور گھر آنے پر پابندی اِس لئے کہ گھر کا ماحول خوشگوار رہے۔

شک کے دن کا روزہ،

جب رمضان یا عید کے چاند کا صحیح پتہ نہ چل سکے

(۱) ایک دفعہ صحابی رسول حضرت عمارؓ بن یاسر کے پاس کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ اس دن کے روزے کا شک تھا۔ پھر ان کی مدارت کیلئے ایک بھنی ہوئی بکری لائی گئی، تو کچھ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت عمارؓ کہنے لگے: جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا، اس نے ابو القاسم کی نافرمانی کی۔(ابو داوٗد)۔

روزے کا شک یعنی جب چاند نظر آنے کا یقین نہ ہو۔ جبکہ ابوالقاسم نبی ﷺ کے بڑے بیٹے حضرت قاسم کے نام پر آپ ؐ کی کنیت تھی، جن کا مکہ میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

روزوں کی تعداد اور تاریخیں اقامتی علاقہ کے مطابق ہونگی

اقامتی علاقہ کا مطلب ہے وہ جگہ، جہاں ہم رہ رہے ہیں۔ اسلامی مہینوں کی تاریخوں کا حساب چاند سے ہی چلتا ہے۔ نیا چاند نظر آیا اور پہلی تاریخ آ گئی۔ چاند بڑھتے بڑھتے پورا ہو کر خوب روشن ہو گیا تو چودھویں تاریخ آ گئی۔ اِس کے بعد چاند گھٹنا شروع ہو گیا اور چھوٹا ہوتے ہوتے دکھائی دینا ختم ہو گیا۔ چاند غائب مہینہ بھی ختم، اگلا چاند طلوع ہوا اور نیا مہینہ آ گیا۔ ساتویں اور اکیسویں تاریخوں کو چاند مکمل آدھا اور بیچ سے کٹا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

نبی ﷺ کے زمانے میں چاند کی بس کی یہی گھٹتی بڑھتی صورتیں دیکھ کر تاریخوں کا حساب رکھا جاتا تھا۔ البتہ مہینوں کے نام جب بھی علیحدہ علیحدہ تھے۔

(۱) چنانچہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: اس وقت تک روزہ نہ رکھو، جب تک کہ نیا چاند نہ دیکھ لو۔ اور اس وقت تک روزے نہ ختم کرو، جب تک کہ نیا چاند نہ دیکھ لو۔'' (مُسلِم)۔

(۲) ''مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وقت تک روزے نہ رکھو، جب تک کہ نیا چاند نہ دیکھ لو۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو، تو تیس کی گنتی مکمل کرلو۔'' (بُخاری)۔

اگر آپ پاکستان سے ۲۹ یا ۳۰ روزے رکھ کر کسی ایسے شہر جاتے ہیں، جہاں رمضان ختم ہونے میں دو تین دن باقی ہوں، تو آپ کو نئے شہر کے وقت سے ہی سونا جاگنا اور کام کرنا ہے۔ دن اور تاریخ بھی وہیں کی اپنانی ہوگی۔ اگر وہاں رمضان چل رہا ہے، تو تیس سے اوپر آپ جتنے بھی روزے رکھیں گے، اللہ کی طرف سے وہ ایک دو دن آپ کو ساری دنیا کے مسلمانوں سے زیادہ رمضان کی برکتیں سمیٹنے اور ثواب کمانے بونس میں ملے ہیں۔

اگر آپ پاکستان سے جمعة الوداع کی نماز پڑھ کر امریکی ریاست کیلیفورنیا پہنچتے ہیں، تو وہاں کا وقت پاکستان سے بارہ گھنٹے پیچھے ہے۔ پاکستان میں اگر جمعہ کی صبح کے آٹھ بج رہے ہوں، تو وہاں جمعرات کی رات کے آٹھ بج رہے ہونگے۔ وہاں ایک دن بعد جمعہ آئیگا۔ اور آپ کو رمضان کے چار کی جگہ پانچ جمعہ اور ۳۰ کی جگہ ۳۱ یا ۳۲ روزے اور شب قدر کی ایک آدھ زائد رات مل جائیگی۔ اللہ کی رحمت کا شکر ادا کریں۔ اس موقع کو یہ کہہ کر نہ کھو دیں کہ ہم پاکستان سے ۳۰ روزے پورے کرکے نکلے تھے۔ ہمارا رمضان پورا ہو چکا۔

آپ کا رمضان پورا نہیں ہوا، ۳۰ روزے پورے ہوئے ہیں۔ آپ جہاں ہیں، وہاں رمضان ابھی باقی ہے۔ اُس کی رحمتیں، برکتیں، مغفرتیں۔ ہر چیز اپنی جگہ برقرار ہے۔ پھر اس سے فائدہ نہ اٹھانا، حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

البتہ آپ اگر کسی ایسے ملک جاتے ہیں، جہاں پاکستان سے پہلے عید ہو رہی ہو۔ اور آپ کے روزے ۲۹ سے کم ہو رہے ہوں، تو پھر عید کے بعد قضا کرکے ۲۹ روزوں کی گنتی تو پوری کرنی ہی پڑیگی، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان آپ پڑھ چکے ہیں کہ مہینہ ۲۹ دن سے کم کا نہیں ہوتا۔ اُس جگہ کا رمضان ختم ہو چکا، لیکن آپ کے روزے ابھی پورے ایک ماہ کے نہیں

ہوئے ہیں۔ اسلئے آپ کو عید کے بعد قضا کرکے کم از کم ۲۹ ورنہ ۳۰ ہی کی گنتی پوری کرنی ہے

(۳) نبی ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کیلئے خاص طور پر دعا کی تھی: اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ۔ یا اللہ، اسے دین کی سمجھ اور تفسیر کا علم عطا فرمائیے (احمد، ۳۱۰۲) نتیجہ یہ تھا کہ نبیؐ کے انتقال کے بعد یہ سب سے بڑے مفسر قرآن صحابہ میں سمجھے جاتے تھے۔ رشتے میں یہ نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے۔ نبی ﷺ کے انتقال کے بعد جمعہ کی نماز کے بعد ان کیلئے حضرت میمونہؓ کے گھر میں گدا بچھا دیا جاتا، جس پر بیٹھ کر یہ لوگوں کے سوالات کے جواب دیتے، اور سوال جواب کا یہ سلسلہ اگلے دن تک بھی چلتا رہتا۔ (مُسنَد احمد، ح: ۲۳۷۷)۔

ایکدفعہ ان کی والدہ حضرت ام الفضلؓ بنت الحارث نے ان کے آزاد کردہ غلام، تابعی حضرت کُرَیْب بن ابی مسلم کو کسی کام سے شعبان میں مدینہ سے شام بھیجا۔ شام اُس وقت علیحدہ ملک نہیں، سلطنت اسلامیہ کا ایک دوسرا صوبہ تھا، جس کے گورنر حضرت معاویہ تھے۔ رمضان کے آخر میں حضرت کُرَیْبُ مدینہ واپس پہنچے، تو حضرت ابن عباسؓ کو بتایا کہ وہاں جمعہ کی رات چاند نظر آیا تھا، جو انھوں نے اور بہت سے لوگوں کے ساتھ خود دیکھا۔ اسلئے وہاں جمعہ سے روزے شروع ہوئے۔

حضرت ابن عباسؓ کہنے لگے: ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا تھا اور ہم اسی دن سے روزے رکھ رہے ہیں۔ اور اس وقت تک رکھتے رہیں گے، جب تک ہمارے تیس روزے پورے نہ ہو جائیں یا ہم شوال کا چاند دیکھ لیں۔ حضرت کُرَیْبُ کہنے لگے کہ کیا آپ کیلئے معاویہ اور اہل شام کا چاند دیکھ لینا کافی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نہیں۔ ہمیں نبی ﷺ نے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔ (مُسلِم، ح: ۲۰۲۸۔ ابوداؤد، ح: ۲۳۳۲۔ نَسَائی، ۲۱۱۰۔ تِرمِذی، ح: ۶۹۳۔ ابن خُزَیْمَة، ح: ۱۹۱۶)

اس وقت مدینہ میں سینکڑوں صحابہ زندہ تھے۔ لیکن کسی نے بھی حضرت ابن عباسؓ کی بات کی تردید کرتے ہوئے جمعہ کے روزہ کی قضا نہیں کی۔

”کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں ، جنھیں اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔“ (حدیث نبوی ﷺ)

(مُسند احمد ، مِن مُسند ابی هریرہ ، ح:۹٦۸۳ ، ابن خزیمه ، ۱۹۹۷)

روزے فرض کرنے کا مقصد قرآن بتا رہا ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ تقویٰ کہتے ہیں اللہ کے خوف اور اسکے حکم کی پاسداری کو۔ عبادت کرنا الگ چیز ہے اور اسکا قبول ہو جانا الگ۔ قبولیت کیلئے تو نبی ﷺ کی بتائی ہوئی شرائط پوری کرنی پڑیں گی۔ مسلمان صرف نماز روزے کے وقت مسلمان نہیں ہو جاتا۔ اسکا تو اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ہر سانس، ہر عمل اپنے رب کے حکم کا تابع اور اسکی نگاہ التفات کا منتظر رہتا ہے۔

اور اگر یہ ہو جائے تو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ایمان و احتساب کی نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، اسکے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے رمضان میں ایمان و احتساب کی نیت سے قیام کیا، اسکے بھی پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جس نے شب قدر میں ایمان اور احتساب کی نیت سے قیام کیا ، اسکے بھی پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“ (مُسلِم ، کتاب صلوٰۃ المسافِرین)۔

بس یہی جذبہ اسلام کا مختصر سا خلاصہ اور اسکی روح ہے۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اپنے آپ کا احتساب۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے۔ اس دن کے خوف سے ، جب اللہ کے ہاں پیشی اور اعمال کی جوابدہی ہوگی۔ اپنے ہر عمل اور اپنی ہر سانس کا محاسبہ کہ

کیا ہمارے پاس کوئی چیز اس قابل ہے کہ ہم اسے اس دن اللہ کے سامنے پیش کر سکیں۔ یا پھر ہمیں منہ چھپانا پڑیگا کہ یا اللہ فلاں کے ساتھ یہ زیادتی کی، فلاں کے ساتھ یہ فراڈ کیا۔

قرآن کہتا ہے: ”اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم اپنے رب کے سامنے
سر جھکائے کھڑے ہونگے۔ کہیں گے کہ پروردگار ہم نے دیکھ بھی لیا اور سن بھی لیا۔
بس ہمیں ایک دفعہ اور دنیا میں بھیج دیجئے ، ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ
اب ہم صرف اچھے اعمال ہی کریں گے۔“ (الم سجدہ،آیت ۱۲) ۔

اسی دن کے خوف سے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے خلیفہ بنتے ہی اعلان کر دیا کہ شاہی خاندان یا اسکے امراء میں سے جس کے بھی خلاف کوئی شکایت ہو، پیش کریں۔ پھر جس نے بھی ثابت کر دیا کہ اُس کی کوئی چیز غصب کی گئی تھی ، اسے اسکا حق واپس دلوایا۔ ان کے بزرگوں نے اپنے دور خلافت میں بہت سے لوگوں کی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان کی باقاعدہ فہرست بنوائی۔ پھر اصل مالکان کو ڈھونڈ کر جو زندہ تھے، انھیں ان کی جائیدادیں واپس لوٹا دیں۔ اور جن کا انتقال ہو چکا تھا، ان کے ورثاء کو انکا مال لوٹا دیا۔ اور جس کا کوئی وارث نہ ملا اسے بیت المال میں جمع کروا دیا۔

ان کی اپنی چالیس ہزار دینار سالانہ کی جاگیر تھی۔ وہ سب لوٹا کر انھوں نے کل چار سو دینار کی جاگیر اپنے پاس رکھی ، جو ان کی جائز ملکیت تھی۔ حتیٰ کہ اپنی بیوی کا زیور بھی بیت المال میں داخل کر دیا۔ پھر بھی اللہ کے خوف سے روتے رہتے تھے کہ کہیں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو جائے۔ (البدایه ،۲۰۰/۹ تا۲۰۸ ۔ ابن الاثیر، ١٥٣/٤ تا ١٦٤) ۔

اسی کیفیت کو ایمان اور احتساب کہتے ہیں۔ اور یہی کیفیت فاقہ کشی کو روزہ بنا دیتی ہے۔ رب کی رضا کیلئے رکھا گیا روزہ۔ اس کیفیت اور ان جذبوں کے ساتھ اگر پورا مہینہ عبادت ہوتی رہے، تو گناہ خود بخود چھوٹتے چلے جائیں گے اور توبہ کا جذبہ پیدا ہوگا۔ دنیا میں ایسے اعمال کی قبولیت کی ایک علامت سامنے آجاتی ہے کہ ان کے بعد مزید نیکیوں کی توفیق ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن اگر رمضان کے بعد ہماری زندگی آہستہ آہستہ پھر اپنے پرانے

معمول پر آ جاتی ہے، تو یہ علامت تو بتا رہی ہے کہ ہمارا رمضان شاید قبول ہی نہیں ہوا ہے۔

(۲) شائد اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''روزہ ڈھال ہے، جب تک کہ روزہ دار اسے پھاڑ نہ ڈالے۔'' (سُنن دارمی ، کتاب الصوم)۔

(۳) ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا تھا: ''روزے ڈھال ہیں۔تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ بدکلامی کرے، نہ کوئی جہالت کی بات کرے۔ پھر بھی اگر کوئی اسے برا بھلا کہے یا لڑے، تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔'' (بُخاری)۔

ہمارے ہاں رمضان میں روزے تو سبھی رکھ لیتے ہیں، لیکن نمازوں کی پابندی بس شروع رمضان میں ہی ہوتی ہے۔ پھر چاند رات کے قریب بلکہ شب قدر میں بھی مغرب اور عشاء افطار، بازار اور کاروبار کی نذر۔ اور عید کا تو دن آتے ہی نمازیں پھر کم کم اور دھوکہ، فراڈ، جھوٹ، بے ایمانیاں۔ سب دوبارہ ہماری زندگی کا معمول بن کر رہ جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ ایک غلہ بیچنے والے کے پاس سے گزرے۔ اس نے غلہ کے ڈھیر لگا رکھا تھا۔ آپؐ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا، تو اندر نمی سی محسوس ہوئی۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ۔ بارش ہو گئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر تم نے اسے اس ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ دیکھ لیتے؟ پھر فرمایا: ''جس نے دھوکا دیا، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' (مُسلِم ، کتاب الایمان)۔

(٦) ایک اور دفعہ آپؐ نے فرمایا تھا: ''جس نے کوئی عیب دار چیز گاہک کو اُسکا عیب بتائے بغیر بیچی، اُس پر سے اللہ کی ناراضگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اور فرشتے اُس پر مسلسل لعنت کرتے رہیں گے۔'' (ابن ماجه ، کتاب التجارات)۔

اور آپؐ کے امتی و شفاعت کے امیدوار ہونے کے بعد ہمارا یہ حال ہے کہ جس سے اپنا جو کام نکل سکتا ہو، نکال لیں۔ خواہ اس میں کسی کا کوئی نقصان ہی ہو جائے۔ نمونہ کچھ دکھائیں گے، چیز کچھ اور دیں گے۔ پیسے نئی چیز کے لے کر پرانی تھما دیں گے، ناپ تول میں گڑبڑ کریں گے۔ خوب منافع کما رہے ہونگے، مگر دس دفعہ یقین دلائیں گے کہ ہم اسمیں کچھ

کمانا تو درکنار، الٹا اپنے پلے سے ہی لگا رہے ہیں۔ بلاوجہ کا جھوٹ اور گناہ بے لذت۔

جبکہ نبی ﷺ ہمیں زندگی کا ایک اصول بتا گئے ہیں:

''جو کسی کو نقصان پہنچائیگا اللہ سے نقصان پہنچائیگا۔

اور جو کسی پر سختی کریگا اللہ اس پر سختی کریگا۔'' (ترمِذی ، کتابُ البِرِّ وَالصِّلَّةِ)

(۸) نبی ﷺ نے مجبور کے ساتھ سودے بازی اور دھوکہ کی تجارت سے خاص طور پر منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب البیوع)۔ حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مومن کو دھوکا دے یا نقصان پہنچائے اس پر لعنت۔'' (ترمِذی ، البِرّ و الصِّلَّة)

پھر رو رو کر رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (یا اللہ قبول فرمائیے) کی فریادوں کے ساتھ اسی پیسے سے صدقہ خیرات بھی ہوتی ہے، حج عمرے بھی ہوتے ہیں، بچوں کو حافظ بھی بنایا جاتا ہے۔ اور دعویٰ بھی ہوتا ہے کہ یہ تو بزنس ہے ورنہ ہم تو سو فیصد رزق حلال کما رہے ہیں، بلکہ مسجد اور مدرسے بھی بنوا رہے ہیں۔ مگر اپنے آپ کی عدالت میں تو ہر شخص کھڑا ہے۔ آدمی نہ اپنے آپ کو دھوکا دے سکتا ہے، نہ ہی اپنے رب کو۔ اور بعد کے اعمال بھی خود ہی بتا دیتے ہیں کہ قبولیت کتنی ہوئی ہے۔ یہ اعمال قبول ہو جائیں، تو نیکیوں کی توفیق ہوتی ہی چلی جاتی ہے۔ مگر شرط وہی ہے کہ بندہ اپنے رب کے سامنے خود کو اس توفیق کا مستحق بھی تو ثابت کرے۔

یہ توفیق ہمیں خود بتا دیتی ہے کہ ہمارا رمضان اور اسکی عبادتیں کتنی قبول ہوئیں۔ اور انھیں سچ مچ اللہ سے قبول کروانے اور اس خود فریبی سے بچنے کہ ہم نے بڑی عبادتیں کی ہیں، ہمیں اپنی سوچ اور عمل میں کیا تبدیلی لانی پڑیگی۔ یہ تبدیلی ہی قبولیت کی بنیادی شرط ہے۔ ورنہ ہماری عبادتیں اس ۱۰۰ سالہ بوڑھے کی طرح ہو جائیں گی، جو خضاب لگا کر سمجھے کہ اب میرے جسم میں جوانوں جیسی طاقت آ جائیگی، بلکہ اب تو میں ساری دنیا کو پچھاڑ دونگا

اسلام میں عبادت صرف چند مخصوص اوقات میں کئے گئے اعمال کا نام نہیں ہے کہ نماز پڑھ لی، روزہ رکھ لیا، قرآن کی تلاوت کر لی، کچھ صدقہ خیرات کر لیا، گھر میں درس، میلاد، قرآن خوانی کروالی اور وظیفے پڑھتے رہے۔ یہ تو آپکی سوچ اور عمل میں آنیوالی

تبدیلی کا نام ہے، جو آپ کو قدم قدم پر احساس دلاتی ہے کہ آپ کو اپنے ہر عمل، ہر سوچ اور ہر سانس کا اللہ کو حساب دینا ہے۔ قبر میں اتارے جانے کا خوف، اعمال کی جوابدہی کا خوف

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرُوْا اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ۔ (سورۃ الحج : ۳۵) ۔

''یہ وہ لوگ ہیں، جب انکے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو انکے دل تھرا اٹھتے ہیں۔''

ہاتھ کا ناجائز چیز پکڑنے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے، حتیٰ کہ کسی ایسی جگہ نظر ڈالنے سے، جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، آپکا روزہ ضائع ہوسکتا ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نظر تو معاف ہے، لیکن دوسری کی اجازت نہیں ہے۔ (ابوداؤد، کتاب النکاح)۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ نے پوچھا: اگر اچانک نظر پڑ جائے، تب؟ فرمایا: نظر پھیر لو۔ (ترمذی، کتابُ الاِستِئذان)

ذیل میں ہم چند ایسے گناہوں سے متعلق احادیث دے رہے ہیں، جو ہماری روز مرہ زندگی کا ایسا حصہ بن گئے ہیں کہ ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم کوئی گناہ کر رہے ہیں۔

(۱۳) نبی ﷺ نے ایک دفعہ بنی اسرائیل پر عذاب کا واقعہ سنایا کہ جب ان میں کوئی برا کام کرتا، تو دوسرے اسے روکنے کی کوشش کرتے۔ لیکن جب وہ برائی نہ چھوڑتا، تب بھی اس سے پہلے ہی کی طرح ملتے رہتے۔ پھر جب اللہ کا عذاب آیا، تو بروں کے ساتھ نیکوکاروں پر بھی نازل ہوگیا۔ (ابوداؤد، کتابُ المَهدی اور کتابُ المَلاحِم) ۔

(۱۴) ''تم میں سے جسے بھی ہم نے کسی کام کا نگران بنایا اور اس نے سوئی یا اس سے بھی چھوٹی کوئی چیز چھپالی تو وہ خائن ہے، قیامت کے دن اسے لیکر پیش ہوگا۔'' (مُسلِم، الامانۃ)

(۱۶) نبی ﷺ کا ایک فرمان ہے: ''تین چیزیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں۔ ایک یہ کہ جب کسی کو غصہ آئے تو اسکا غصہ اس سے ناجائز کام نہ کروائے۔ دوسری یہ کہ جب اسے خوشی ہو، تو اسکی خوشی اسے حق کے دائرے سے باہر نہ نکالے۔ اور تیسری یہ کہ قدرت رکھنے کے باوجود دوسرے کی چیز پر ناجائز قبضہ نہ کرلے۔''

(۱۷) نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے: ''دوسرے کا مال چھیننے اور اس پر قبضہ کر لینے والا

ہم میں سے نہیں ہے۔'' (ابن ماجه، ابوابُ الفِتَن، ح: ۳۹۳۵ ۔ ۳۹۳۷) ۔

(۱۸) حضرت سعدؓ نے ایک دفعہ عرض کی کہ یا رسول اللہ۔ دعا کیجئے کہ میری دعائیں قبول ہوجایا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: ''اپنے کھانے کو پاک رکھو۔ خدا کی قسم، جب کوئی بندہ حرام کا لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسکا عمل چالیس دن تک قبول نہیں کرتے۔ اور جس نے اپنے جسم کی پرورش حرام سے کی، اُسکا تو ٹھکانا ہی جہنم ہوگا (طبرانی، صحیح)

اگر گھر کا ایک فرد حرام لا رہا ہے۔ اور باقی گھر والے اس پیسے کا کھانا پکانے اور کپڑے پہننے سے انکار کردیں، تو وہ کب تک اور کس کیلئے لائیگا؟ پھر آدمی آخر کتنا کھالے گا، کتنا خرچ کرلے گا۔ سب اپنے وارثوں کیلئے چھوڑ کر قبر میں ہی تو جانا ہے۔

(۱۹) نبی ﷺ فرماتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنے پروردگار سے اس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے اپنے مال، خون یا عزت کا طلبگار نہ ہو۔ (ترمذی، کتابُ البُیُوع)

(۲۰) حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جنھیں مختلف نعمتوں سے نوازا گیا، لیکن وہ قسم قسم کے کھانوں اور رنگا رنگ کپڑوں پر توجہ دینے اور تصنع سے باتیں بنانے میں لگے رہے۔'' (احادیث صحیحه، ۱۸۹۱)

یعنی بہترین کھانے، قیمتی کپڑے اور باتیں بنانے میں زندگی گزار دی۔ نہ کسی محروم کی زندگی بنانے کا سوچا، نہ دین دنیا کی بھلائیاں جمع کرکے اپنی آخرت بنانے کا۔

(۲۱) ایک اور حدیث: ''میری امت میں کچھ لوگ پیدا ہونگے، جو زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کے دوسرے نام رکھ کر انھیں جائز قرار دیدیں گے۔ (بُخاری، الاَشرِبة)

(۲۲) نبی ﷺ نے سود کے کھانے والے، کھلانے والے، اِسکی تحریر لکھنے والے اور اِسکے گواہوں۔ سب پر لعنت بھیجی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ گناہ میں یہ سب برابر ہیں۔ (مُسلِم، کتاب البیوع)۔ نبی ﷺ کا ایک اور فرمان ہے: ''سود کے ستّر درجے ہیں اور ان میں سب سے کم درجہ بھی اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔'' (ابن ماجه، کتابُ التِّجارات)

اس وقت یہ سود ہمارے ہر گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ سحر اور افطار اِسی سے ہوتا

ہے۔اسے کھاتے جاتے ہیں اور اللہ سے جنت کا ٹکٹ مانگتے جاتے ہیں۔

(۲۴) معاشرے کی دوسری بہت بڑی برائی ہماری خواتین کا لباس ہے۔حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے بھتیجے کے سامنے زینت کے ساتھ آئی، تو حضور ؐ نے اسے ناپسند کیا۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ؐ۔ یہ تو میرا بھتیجا ہے۔فرمایا: جب عورت بالغ ہو جائے، تو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم میں سے اسکے سوا کچھ ظاہر ہونے دے، سوائے چہرہ اور اس جگہ کے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی کلائی پر اپنا ہاتھ اس طرح رکھا کہ آپکی گرفت کے مقام اور آپ ؐ کی ہتھیلی کے درمیان صرف مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔(ابن جریر)۔

(۲۵) حضرت دَحِیَہ کلبی ؓ کی موجودگی میں نبی ﷺ کے پاس مصر کی بنی ہوئی باریک ململ آئی۔آپ ؐ نے اس میں سے ایک حصہ انھیں دے کر فرمایا: ''ایک حصہ پھاڑ کر اپنے لئے کرتا بنالینا۔اور ایک اپنی بیوی کو ڈوپٹہ کیلئے دیدینا۔لیکن اس سے کہنا کہ اسکے نیچے ایک کپڑا اور لگالے، تاکہ اندر سے جسم کی ساخت نہ جھلکے۔'' (ابو داوٗد، کتاب اللباس)۔

(۲۶) لوگ چار پیسے کمانے کیلئے ساری قوم کو نشہ کا عادی بنادیتے ہیں۔پان کے کتھے میں افیون۔گٹکا، ماوا اور مین پوری میں تمباکو، افیون، گاڑی کی بیٹری کا تیزاب، چونا، چھالیہ اور جانوروں کا خون۔اسی لئے ان چیزوں سے نشہ کے علاوہ منہ اور جگر کا کینسر بھی عام ہے

خون اور افیون تو حرام ہے ہی۔سعودی فتاویٰ کمیٹی نے تمباکو، سگریٹ، نسوار اور پان کو بھی نشہ آور قرار دیکر انھیں بھی حرام قرار دیدیا ہے۔(فتاوی اسلامیہ، جلد سوم، باب مشتبہ اور حرام کھانے)۔کیونکہ یہ سب عام نشہ آور چیزوں کی طرح صحت برباد کرنے والے ہیں، مگر فوری طور پر پھرتی پیدا کرتے ہیں۔اور بعد میں سُستی، سُرور، سکون اور آرام آتا ہے۔پھر ان سب میں نشہ کی سب سے اہم علامت بھی موجود ہے کہ چند دن استعمال کے بعد اگر چھوڑ دیں، تو اسکی طلب اور تھکن سی ہونے لگتی ہے۔اور اگر زیادہ عادت ہوجائے، تو اس کے بغیر جسم ٹوٹنے کی سی کیفیت ہونے لگتی ہے، جو پھر اسی کے استعمال سے جاتی ہے۔

اور نبی ﷺ نے چھوٹے بڑے، ہر قسم کے نشے کو شراب قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''ہر نشہ آور چیز شراب ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' ایک اور حدیث ہے ''جس چیز کا ایک بڑا پیالہ نشہ پیدا کرے، اسکا ایک چلو بھی حرام ہے۔''

حضرت ام سلمہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہر نشہ پیدا کرنے والی اور سست کر دینے والی چیز سے منع کیا ہے۔آج کے دور کا حال اس حدیث میں ملتا ہے: ''ایک وقت آئیگا جب میری امت کے لوگ شراب تو پئیں گے، لیکن اسکا نام بدل دیں گے۔''

ایک اور دفعہ آپ ؐ نے فرمایا تھا: ''اللہ نے لعنت بھیجی ہے شراب پر، اسکے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، تیار کرنے والے پر، جس کیلئے تیار کی گئی ہو اس پر، اٹھانے والے پر اور جس کیلئے اٹھا کر لیجائی گئی ہو، اس پر۔''

(یہ سب احادیث مُسلِم اور ابو داوٗد کی کتابُ الْاَشْرَبَة کی ہیں)۔

حضور ؐ تو یہ فرمارہے ہیں۔اور ہم آپ ؐ کے امتی اور عشق رسول کے دعویدار، افطار کے ساتھ ہی پان، تمباکو، سگریٹ یا نسوار سے رمضان کی برکتیں سمیٹنے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔نام بدل دینے سے نشہ جائز نہیں ہوجاتا۔حدیث آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

(۳۱) ہمارے ملک کے موجودہ حالات اور مسلمانوں کی آپس کے لڑائی جھگڑوں کیلئے نبی ﷺ نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا تھا: ''خبردار۔میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔'' (ابن ماجه، ح:۳۹٤۲)۔

(۳۲) ''جب دو مسلمانوں میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھاتا ہے، تو دونوں جہنم کے کنارے پر ہوتے ہیں۔جب ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو قتل کردیتا ہے، تو دونوں جہنم میں داخل ہوجاتے ہیں۔صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ۔ایک تو قاتل ہے، لیکن مقتول کا کیا قصور؟ فرمایا: ''وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔'' (ابن ماجه، ۳۹٦۳ تا ۳۹٦٥)

(۳۴) نبی ﷺ کا ایک ارشاد ہے: ''تین صفات ایمان کی جڑ سے متعلق ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے، اسکی جان و مال کو نقصان پہنچانے سے اپنے آپ کو باز رکھنا۔نہ کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر کہنا اور نہ ہی کسی عمل کی وجہ سے

اسے دائرۂ اسلام سے خارج سمجھنا۔'' (ابوداؤد ، ۲۰۳۲) ۔

(۳۵) ''جس نے صبح کی نماز پڑھی ، وہ اللہ کی امان میں ہے۔ پھر تم اللہ کے وعدے کو مت توڑو۔ جو شخص ایسے مسلمان کو قتل کریگا ، اللہ اسے ایک مجرم کی طرح اپنے دربار میں طلب فرمائیگا۔ اور پھر اسے منہ کے بل جہنم میں پھینک دیگا۔'' (ابن ماجہ ، ح: ۳۹۴۵) ۔

(۳۶) ''مؤمن وہ ہے، جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کے بارے میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ اور مہاجر وہ ہے جو غلطیاں اور گناہ ترک کردے۔'' (ابن ماجہ ، ح: ۳۹۳۴) ۔

(۳۷) ہمارے صوبائی اور لسانی تعصّبات کیلئے نبی ﷺ فرماتے: ''جس نے کسی قسم کے تعصب کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو تعصب کیلئے لڑا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جس کی موت تعصب پر ہوئی، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (ابوداؤد ، ح: ۵۱۲۱) ۔

''جو کسی کی اندھی تقلید کے جھنڈے تلے لڑتا ہے، یا تعصب کی وجہ سے کسی پر ناراض ہوتا ہے، یا لوگوں کو تعصب کی دعوت دیتا ہے، یا کسی تعصب کی مدد کرتا ہوا قتل ہو جاتا ہے، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور جس نے میری امت پر خروج کیا کہ اِس کے نیک و بد کو قتل کیا۔ کسی مومن کا لحاظ کیا اور نہ ہی کسی ذمی سے کیا ہوا عہد پورا کیا، تو وہ میرے دین پر نہیں اور نہ میرا اِس سے کوئی تعلق ہے۔'' (مُسلِم ، ۴۷۸۶) ۔

کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ۔ کیا یہ بھی عصبیت (تعصب) ہے کہ آدمی اپنی قوم سے محبت رکھے؟ فرمایا: ''نہیں۔ عصبیت تو یہ ہے کہ آدمی ظلم اور زیادتی کی صورت میں بھی اپنی قوم کا ساتھ دے۔'' (ابوداؤد ، ح: ۵۱۱۹۔ ابن ماجہ ، ح: ۳۹۴۸ ۔ ۳۹۴۹) ۔

پھر بات صرف رمضان یا روزہ کی حالت میں خود کو بدل ڈالنے کی نہیں ہے۔ رمضان کے ایک مہینہ کی تربیت کے بعد ان تبدیلیوں کو مستقل اپنی زندگی کا حصہ بنائیں گے، تو ہمارا رمضان بھی قبول ہوگا اور اللہ کی رحمت مغفرت بھی ملے گی۔ ورنہ سال میں تیس دن اللہ کی تابعداری اور بقایا تین سو تیس دن اپنے نفس کی تابعداری کرکے کوئی پاگل ہی ہوگا کہ اسکے بعد خود کو اللہ کی رحمت اور مغفرت کے قابل سمجھے۔

قیام الیل ، تہجد اور تراویح

رات کی نماز رمضان غیر رمضان نبی ﷺ کا معمول تھی

حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے' اُس کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور جس نے ایمان و احتساب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا' اُس کے بھی پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور جس نے ایمان اور احتساب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا' اُس کے بھی پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔'' (بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر و کتاب صلوٰۃ التراویح)۔

قیام کرنا یعنی کھڑے رہنا۔ اور عبادت میں قیام کرنا نماز میں کھڑے رہنے کو کہتے ہیں۔ کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کی نماز رمضان غیر رمضان سارا سال ہی نبی ﷺ کا معمول تھی۔ حضرت عائشہ ؓ خاص طور پر تاکید کرتی تھیں کہ قیام اللیل مت چھوڑنا، کیونکہ نبی ﷺ اِسے نہیں چھوڑتے تھے۔ اگر بیمار ہوتے یا تھکے ہوئے ہوتے، تو بیٹھ کر پڑھتے ۔ (ابوداؤد ، کتاب الصلوٰۃ) ۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب آپ ؐ بہت زیادہ بیمار ہوگئے تو ایک دو راتیں یہ نماز نہ پڑھ سکے۔ (بخاری ، کتاب التہجد) ۔ اس نماز کے بارے میں آپ ؐ فرماتے: ''رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ اور جب کسی کو یہ خدشہ ہو کہ صبح ہونے والی ہے' وہ ایک رکعت پڑھ لے۔ اس سے اسکی ساری نماز وتر ہو جائیگی۔'' (بخاری ، کتاب الوتر)۔

بعد میں جب حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے' تو

کہنے لگے: ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر لینا۔(مُسلِم ، کتاب الصلوٰۃ المُسافِرین) ۔

اسکی جماعت کی ابتداء خود نبی ﷺ نے ہی فرمائی تھی ۔

(۱) حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رمضان میں لوگ مسجد میں الگ الگ نمازیں پڑھا کرتے تھے ۔ نبی ﷺ نے ایک دفعہ مجھے حکم دیا، تو میں نے آپ ؐ کیلئے چٹائی بچھا دی، جس پر آپ نماز پڑھنے لگے، تو لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے ۔ اگلے دن ان لوگوں نے اسکا دوسروں سے ذکر کیا، تو کافی سارے لوگ جمع ہو گئے ۔ آپ ؐ نے ان سب کو نماز پڑھائی ۔

اگلے دن مزید لوگوں تک اطلاع پہنچ گئی اور تیسرے دن لوگوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ مسجد میں بہت کم گنجائش رہ گئی ۔ آپ ؐ نے ان سب کو نماز پڑھائی ۔ چوتھے دن تو اس قدر بھیڑ ہو گئی کہ مسجد میں جگہ نہ رہی ۔ مگر اس دن آپ باہر ہی نہ نکلے ۔ بعض صحابہ نے کھانسنا شروع کیا، تاکہ آپ ؐ کو اپنی موجودگی کی اطلاع دے سکیں ۔ لیکن آپ ؐ نہ نکلے ۔ فجر کے بعد فرمایا: ''جتنی بڑی تعداد میں تم لوگ جمع ہو گئے تھے، میں نے اسے دیکھا تھا۔ لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ یہ نماز کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اسے نبھا نہ سکو۔'' پھر نبی ﷺ کی وفات ہو گئی اور یہ معاملہ اسی طرح رہا۔'' (مُسلِم ، کتاب صلوٰۃ المُسافرین) ۔

حضرت زید ؓ بن ثابت سے مروی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ تمہارا شوق دیکھ کر ہوا۔ لیکن لوگو۔ تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ فرض نمازوں کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز وہی ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے ۔ (بُخاری ، کتاب الاذان) ۔

(۲) حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ روزے رکھے ۔ آپ ؐ نے ہمیں راتوں کو قیام نہیں کروایا، حتیٰ کہ رمضان کے صرف سات دن باقی رہ گئے (23 ویں کی رات)، تو آپ ؐ نے ایک تہائی رات گزر جانے تک نماز پڑھائی ۔ پھر چھٹی رات (24 ویں) آپ ؐ نے قیام نہیں کروایا ۔ پانچویں رات (25 ویں) آپ نے ہمیں آدھی رات تک نماز پڑھائی، تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ؐ۔ اگر آپ ہمیں اس رات کے باقی حصہ میں بھی نماز پڑھا لیں؟ فرمایا: ''جس نے امام کے ساتھ اُس کے فارغ ہونے تک نماز ادا

کی، اس کیلئے ساری رات قیام کا اجر لکھ دیا جاتا ہے ۔''

پھر جب چوتھی رات تھی (26 ویں)، تو آپ ؐ نے قیام نہیں کیا ۔ جب تیسری رات ہوئی (27 ویں)، تو آپ ؐ نے اپنے گھر والوں اور بیویوں کو بھی شریک کیا۔ اور اسمیں آپ ؐ نے ہمیں اتنی دیر قیام کروایا کہ ہمیں سحری کا وقت نکل جانے کا خوف ہو گیا۔ اسکے بعد آپ ؐ نے مہینے کے باقی دنوں میں ہمیں راتوں کو قیام نہیں کروایا۔ (ترمِذی) ۔

(۳) نبی ﷺ کے انتقال کے ساتھ وحی کا سلسلہ ختم ہو جانے سے اسکے فرض ہو جانے کا بھی اندیشہ نہ بچا تھا۔ قیام اللیل کی جماعت کی ابتداء تو نبی ﷺ نے کر دی تھی ۔ خواتین کو بھی شریک کر لیا تھا۔ شاید اسی لئے جب حضرت عمر ؓ نے اسکی جماعت کو پورے مہینے کیلئے نافذ کرنا چاہا، تو نبی ﷺ کی تربیت یافتہ نسل کے سب ہی افراد نے انکا ساتھ دیا۔ مخالفت میں ایک بھی آواز نہ آئی ۔ تابعی عبدالرحمٰن ؒ بن عبد قاری کا کہنا ہے کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر ؓ بن خطاب کے ساتھ مسجد گیا، تو دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے صلوٰۃ اللیل پڑھ رہے ہیں ۔ کوئی تنہا پڑھ رہا ہے اور کچھ نے اپنی جماعت بنائی ہوئی ہے ۔ حضرت عمر ؓ کہنے لگے کہ اگر میں ان سب کو ایک امام کے تحت جمع کر دوں کہ وہ انھیں نماز پڑھائے، تو یہ بہتر ہو گا۔

پھر انھوں نے لوگوں کو نبی ﷺ کے صحابی حضرت اُبَیّ ؓ بن کعب کی امامت پر جمع کر دیا۔ اسکے بعد پھر ایک رات میں اور حضرت عمر ؓ مسجد گئے، تو ہم نے دیکھا کہ سب لوگ انہی کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ۔ حضرت عمر ؓ یہ دیکھ کر بے ساختہ کہہ اٹھے : یہ تو بہت اچھی بدعت ہے ۔ (بُخاری) ۔

بدعت عربی میں نئی چیز کو کہتے ہیں ۔ اور نبی ﷺ نے یہ لفظ دین میں نئے طریقوں کیلئے استعمال فرمایا تھا۔ اس جملہ سے حضرت عمر کا مقصد غالباً مسجد میں ہونے والی تراویح کی روزانہ نماز با جماعت تھی ۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اسکی روزانہ جماعت نہیں کی تھی ۔ لیکن یہ ان معنوں میں بدعت بہر حال نہیں تھی جسے نبی ﷺ نے گمراہی اور دین میں نئی ایجاد قرار دیا ہے

(۴) نبی ﷺ کے زمانہ میں لکھنا پڑھنا جاننے والے بہت کم لوگ تھے ۔ اور حضرت اُبَیّ ؓ

بن کعب کا تب وحی اور گنتی کے ان چند صحابہ میں سے تھے جنھوں نے نبی ﷺ کی زندگی میں ہی مکمل قرآن تحریری شکل میں جمع کیا تھا۔(بخاری، کتاب فضائل القرآن)۔

حضرت عمرؓ نے امامت کیلئے انہی حضرت اُبَیؓ کا انتخاب کیا تھا۔حضرت حسن بن علیؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے بیس دن تک امامت کروائی۔لیکن آخری عشرہ میں اپنی نماز اکیلے ادا کی،تو لوگ کہنے لگے کہ اُبَیؓ غائب ہوگئے۔(ابو داوٗد، کتاب الصلوٰۃ)۔

شاید انھوں نے احتیاطاً ایسا کیا تھا،کیونکہ نبی ﷺ نے بھی پورا مہینہ یہ نماز جماعت سے نہیں پڑھائی تھی۔

(۵) حضرت سائبؓ بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم داریؓ کو قیام رمضان کی امامت کا حکم دیا۔ یہ ہر رکعت میں سوسو آیتوں والی سورتیں پڑھتے،حتی کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے اور صبح صادق کے آغاز میں واپس لوٹتے۔ (مُؤطّا، کتاب الصلوٰۃ)۔

اسکا نام تراویح کیسے پڑا؟

قرآن میں رات کی نماز کیلئے دو الفاظ آئے ہیں۔تہجد اور قیام اللیل۔ھجد کا مطلب رات کو سونا اور جاگنا،یعنی دونوں کام کرنا ہوتا ہے۔اسی لئے رات کو سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنے والی نماز کو ہم تہجد کہتے ہیں۔اور قیام اللیل کے تو معنی ہیں رات کو کھڑا رہنا۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ 27 ویں رات کو نبی ﷺ نے اتنی دیر قیام کروایا کہ لوگوں کو سحری کا وقت نکل جانے کا خوف ہوگیا۔اسی کی تقلید میں حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت اُبَیؓ اور حضرت تمیم داریؓ سحری کے وقت تک نمازیں پڑھاتے رہتے۔اور اتنا طویل قیام کرواتے کہ لوگوں کو لاٹھیوں کا سہارا لینا پڑتا۔اسمیں وہ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر آرام کا وقفہ دیتے تھے۔(مُوَطّا)۔آرام کے وقفہ کو عربی میں ترویحۃ کہتے ہیں۔اسی لئے تراویح کی چار رکعت کو ایک ترویحۃ بھی کہتے ہیں۔تراویح لفظ ترویحۃ کی جمع ہے۔ رمضان کے اس طویل قیام اللیل کا نام اس وقفہ کی وجہ سے تراویح پڑ گیا۔

رمضان میں نبی ﷺ کا
دور قرآن

(۱) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی ﷺ خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے۔اور رمضان میں تو آپؐ کی سخاوت کی کوئی حد ہی نہ ہوتی تھی،کیونکہ رمضان میں حضرت جبریل ہر رات آپؐ سے ملنے آیا کرتے تھے،یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ ختم ہو جاتا۔وہ ان راتوں میں نبی ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔اور جب حضرت جبریل آپؐ سے ملنے آتے،تو ان دنوں تو آپؐ تیز ہوا سے بھی بڑھ کر سخی ہو جاتے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل نبی ﷺ کے ساتھ ہر سال رمضان میں ایک دفعہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔لیکن جس سال آپؐ کا انتقال ہوا، انھوں نے آپؐ کے ساتھ دو دفعہ دور قرآن کیا۔اور نبی ﷺ ہر سال دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔لیکن جس سال آپؐ کا انتقال ہوا،اس سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

(۳) حضرت فاطمہؓ بنت رسول ﷺ سے بہت کم احادیث مروی ہیں،کیونکہ وہ نبی ﷺ کے بعد صرف چھ ماہ دنیا میں رہیں۔پھر ان کا بھی انتقال ہوگیا۔وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ مجھ سے آہستہ سے کہا: جبریلؑ ہر سال میرے ساتھ قرآن کا ایک مرتبہ دور کرتے تھے۔لیکن اس سال انھوں نے دو دفعہ کیا۔شاید اب میری وفات ہونے والی ہے۔''

یہ تینوں احادیث بخاری، کتاب فضائل القرآن کی ہیں۔

ختم قرآن مجید کیلئے نبی ﷺ کی خاص ہدایت

(۱) رہی ہماری ہوائی جہاز کی رفتار سے شبینہ میں تلاوت،تو حضرت عبداللہؓ بن عمر کہتے

ہیں کہ جب مکمل قرآن جمع کرلیا گیا، (نزول قرآن مکمل ہونے کے بعد جب اسکی کتابت بھی مکمل ہوگئی)، تو میں نے ایک رات میں پورا قرآن پڑھ ڈالا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ڈر ہے کہ وقت کے ساتھ تم اس میں تھکنے لگو گے۔ ایک مہینے میں پورا قرآن ختم کیا کرو۔'' میں نے کہا کہ مجھے اپنی طاقت اور جوانی سے فائدہ اٹھا لینے دیجئے۔ فرمایا: ''پھر دس دن میں ختم کرلو۔'' میں نے پھر وہی بات دہرائی۔ فرمایا: ''پھر سات دن میں ختم کرلو۔'' میں نے پھر وہی بات دہرائی، لیکن آپؐ نہیں مانے۔ (ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة)۔

(۲) حضرت اوسؓ بن حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم بنو ثقیف کے وفد میں شامل ہوکر جب نبی ﷺ کی خدمت میں پہنچے، تو آپؐ نے ہمیں ایک قبہ میں ٹھہرایا۔ پھر آپؐ ہر رات عشاء کے بعد ہمارے پاس آتے اور ہم سے جو باتیں کرتے، ان میں زیادہ تر وہ حالات ہوتے، جو آپ کو اپنی قوم قریش سے پیش آئے۔ ایک دن آپؐ کو دیر ہوگئی۔ میں نے وجہ پوچھی، تو فرمایا: ''میرا قرآن کی تلاوت کا ایک حصہ رہ گیا تھا۔ اسے پورا کئے بغیر آنا مجھے اچھا نہ لگا۔''

حضرت اوسؓ کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں صحابہ سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے قرآن کی تلاوت کے حصے کس طرح مقرر کئے ہیں؟ کہنے لگے: پہلا حصہ تین سورتیں، دوسرا پانچ سورتیں، تیسرا سات سورتیں، چوتھا نو سورتیں، پانچواں گیارہ سورتیں، چھٹا تیرہ سورتیں اور ساتواں سورۂ ق سے آخر قرآن تک۔ (ابو داؤد، کتاب الصلوٰة)۔

(۳) قرآن کی منزلیں یہی وہ حصے ہیں، جن میں نبی ﷺ نے قرآن کو سات دن میں مکمل کر لینے کیلئے تقسیم کر دیا تھا۔ قرآن ختم کرنے کی کم سے کم مدت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ملتی ہے، جن سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا: جس نے تین دن سے کم میں قرآن پڑھ لیا، وہ قرآن کو سمجھ ہی نہ سکا۔ (ابو داوًد، کتاب الصلوة)۔

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ نبی ﷺ نے کبھی ایک رات میں سارا قرآن پڑھ لیا ہو، یا رمضان کے علاوہ کبھی سارا مہینہ روزے رکھے ہوں۔ (مُسلم، کتاب صلوٰةُ المُسافِرین)۔

نبی ﷺ ہر رمضان میں پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے

اعتکاف کا لفظ ہیں عبادت کی نیت کے ساتھ مسجد میں رک کر عبادت کرنے، گناہ سے بچنے اور بغیر کسی سخت ضرورت کے اس جگہ سے نہ ہٹنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف نبی ﷺ کی ایک نفلی عبادت تھی۔ نفلی روزوں کے ذکر میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ نفلی عبادتوں کے معاملہ میں نبی ﷺ نے کسی بھی چیز کو خود پر لازم نہیں کیا۔ کبھی کچھ کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ لیکن اعتکاف کا اتنا زیادہ اہتمام فرماتے کہ حضرت اُبَیؓ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ ایک رمضان میں آپؐ اعتکاف نہ کر سکے، تو اگلے سال آپؐ نے بیس دن اعتکاف کیا۔ (ابو داوًد)۔

ایک اور دفعہ رمضان میں اعتکاف نہ کر سکے، تو شوال کے پہلے عشرہ میں فرمایا۔ (بُخاری)۔ آگے شب قدر کے باب میں حدیث آ رہی ہے کہ ایک دفعہ تو نبی ﷺ کا پورا ہی رمضان اعتکاف میں گزر گیا۔

اعتکاف کا وقت، مہینہ اور تاریخیں

(۱) نبی ﷺ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش کیلئے ہوا کرتا تھا۔ لہٰذا اسکی تاریخیں بھی وہی تھیں، جو شب قدر کی ہیں۔ شب قدر کے بارے میں سات الگ الگ احایث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔'' (بخاری، کتاب صلوٰة التراويح۔ ترمذی، کتاب الصوم)۔

طاق کہتے ہیں اس عدد کو جو دو سے تقسیم نہ ہو سکے۔ عشرہ یعنی دس۔ آخری عشرہ یعنی آخری دس تاریخوں کی طاق راتیں ہوئیں 21، 23، 25، 27 اور 29 ویں رات۔

اسلامی مہینوں میں تاریخوں کا حساب قمری سال سے چلتا ہے۔اور ہر تاریخ کی رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں۔اور سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی تاریخ بدل جاتی ہے۔اسلئے کسی بھی تاریخ کی رات کا مطلب ہوگا، اس دن سے فوراً پہلے آنے والی رات۔ 20ویں روزے کے افطار کے ساتھ ہی 21ویں رات شروع ہوگئی، جوشب قدر کی پہلی رات ہے۔اور اگلی صبح فجر کی اذان کے ساتھ ختم ہوجائیگی۔پھر 22ویں روزے کے افطار کے بعد 23ویں رات اور اسی طرح بقیہ راتوں کا حساب ہوگا۔29یا30روزوں کے بعد جب بھی نیا چاند نظر آجائے، رمضان ختم۔وہ شوال کی پہلی یعنی عید کی رات ہوگی۔چنانچہ متعدد احادیث میں آتا ہے کہ نبیﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں ہر سال اعتکاف فرماتے تھے۔یہ عشرہ کبھی دس دن کا ہوتا اور کبھی نو دن کا، بشرط رؤیت ہلال۔(مُسلِم)۔

اعتکاف کی جگہ ، مقام اور آداب

(۱) سورۃ البقرہ میں آتا ہے: وَلَا تُبَاشِرُوْ هُنَّ وَ اَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ ''جب تم مسجدوں میں معتکف ہوتو مباشرت نہ کرو۔'' اس آیت کی وجہ سے نبیﷺ اور آپؐ کی تمام ازواج اولاد اور صحابہ نے مشقت ہونے کے باوجود ہمیشہ مسجد میں ہی اعتکاف فرمایا۔اس کیلئے نبیﷺ مسجد کے اندر اپنا ایک خیمہ لگوالیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جب حضورؐ نے رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرنے کیلئے اپنا خیمہ مسجد نبوی میں لگوایا، تو آپؐ کی اتباع میں تمام امہات المومنین نے بھی اپنے خیمے مسجد نبوی میں لگوا کر اپنا اپنا اعتکاف آپؐ کے ساتھ ہی شروع کیا۔(بُخاری ، کتابُ الاعتکاف)۔

مسجد نبوی کی عمارت کچی تھی۔کھجور کے تنے کے ستون۔چھت کی جگہ کھجور کے پتے بچھا کر ان پر مٹی کا لیپ کردیا گیا تھا۔مسجد میں دیواروں کا وجود نہ تھا۔فرش بھی کچا ہی تھا۔

اس صورت میں وہاں تنہائی اور خلوت کیلئے خیمہ لگانے کی ضرورت پڑتی تھی۔

آج کی مسجدوں میں دیواروں اور پکی چھت کی موجودگی میں خیمہ کی تو کوئی ضرورت نہیں

پڑتی، لیکن اس سنت کو کسی نہ کسی صورت میں باقی رکھنے اور تنہائی اور خلوت کیلئے اعتکاف کرنے والے اپنے علیحدہ علیحدہ پردے لگالیتے ہیں۔

(۲) ایک رمضان نبیﷺ نے ترکی خیمہ میں اعتکاف فرمایا، جس کے دروازہ پر چٹائی کا پردہ تھا۔شب قدر کیلئے آخری عشرہ کے اعتکاف کا کہنے کیلئے آپؐ نے اپنے ہاتھ سے پردہ ہٹا کر سر باہر نکال کر لوگوں سے بات کی، تو لوگ آپؐ کے قریب آگئے۔(مُسلِم)۔

گویا سنت یہ ہوئی کہ معتکف مسجد میں جتنا زیادہ ممکن ہو، اپنی مقررہ جگہ پر ہی رہے۔

(۳) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے۔اور آپؐ فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف کیلئے اپنے خیمہ میں داخل ہوجاتے۔(بخاری ، کتاب الاعتکاف ، باب اعتکاف النساء ، ح:۲۰۳۳)۔

(۴) نبیﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت نافع کو مسجد میں وہ جگہ دکھائی، جہاں آپؐ اعتکاف فرماتے تھے۔(ابوداؤد)۔

(۵) نبیﷺ کے زمانہ میں امہات المومنین کے گھر، جو ایک ایک کمرے پر مشتمل تھے، مسجد نبوی کے ساتھ ہی لگے ہوئے تھے۔چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اعتکاف کی حالت میں کسی ضرورت کے وقت گھر میں داخل ہوتی۔اور کوئی بیمار ہوتا، تو چلتے چلتے اُس کی خیریت پوچھ لیتی۔نبیﷺ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں سے ہی اپنا سر میری طرف حجرے کے اندر بڑھا دیتے اور میں آپؐ کا سر دھو دیتی۔میں خود حائضہ ہوتی، لیکن کنگھی کردیتی۔اور جب آپؐ معتکف ہوتے تو کسی حاجت کے علاوہ کبھی گھر میں داخل نہ ہوتے۔(بُخاری، کتاب الاعتکاف۔مُسنَد احمد ، ح:۲۵۰۲۶)۔

شاید یہ ان دنوں کے اعتکاف کی بات ہو' جب پورا مہینہ ہی اعتکاف میں گزر گیا تھا۔ہوسکتا ہے کہ اتنے طویل اعتکاف میں کبھی تھک کر لیٹنے کے بعد نبیﷺ نے اپنی اعتکاف کی جگہ پر ہی لیٹے لیٹے حضرت عائشہؓ سے ان کاموں میں مدد لے لی ہو۔یا پھر بالوں میں گرد مٹی آجانے پر مسجد کو کیچڑ سے بچانے کیلئے سر دھونے میں حضرت عائشہؓ سے مدد لی ہو

۔شاید نبی ﷺ کے اعتکاف کی جگہ حضرت عائشہؓ کے حجرے سے بالکل متصل رہی ہو۔

ایسی حدیثیں پڑھتے ہوئے یہ ذہن میں رکھیں کہ اس زمانے میں آج کی طرح ہر گھر اور مسجد میں بجلی، پانی اور گیزر لگے ہوئے نہ تھے۔ گرمی لگی، تو کھجور کے پتوں کا بنا ہوا پنکھا ہاتھ میں لے کر جھل لیا۔ وضو کرنے اور نہانے کیلئے اس زمانے میں گھروں میں بڑے بڑے ٹب رکھے جاتے تھے۔ جس میں بیٹھ کر نہاتے، تو پانی باہر نہیں گرتا تھا۔ پردہ باندھ کر اُس کی اوٹ میں بالٹی میں پانی بھر کر اِس ٹب میں بیٹھ کر نہا لیتے تھے۔ البتہ گندے پانی کی نکاسی کی لائنیں جب بھی گھروں میں ہوتی تھی۔ (مُسنَد احمد، ح:٢١٨٣٥)۔

چنانچہ نبی ﷺ کی وفات سے پانچ دن پہلے، جب بخار کی شدت سے آپؐ پر بار بار غشی طاری ہو رہی تھی، تو ذرا افاقہ ہونے پر آپؐ ہی کے کہنے پر آپؐ کی ازواج نے آپؐ کو ایک نہانے کے ٹب میں بٹھا کر سات مشکیزے پانی آپؐ پر پانی بہایا تھا، تا کہ اسکی ٹھنڈک سے بخار اتر جائے۔ (رَحیقُ المَختُوم، ص ٦٢٤)۔

(٦) ام المومنین حضرت صفیہؓ کا حجرہ بھی مسجد سے متصل تھا۔ وہ ایک دفعہ نبی ﷺ سے اعتکاف کے دوران ملنے آئیں اور بات کر کے واپسی کیلئے کھڑی ہوئیں، تو آپؐ بھی انھیں پہنچانے کیلئے ان کے ساتھ مسجد کے آخری سرے تک گئے۔ (بخاری، کتاب الاعتکاف)

(٧) اسی طرح کوئی فوری اور سخت ضروری کام آن پڑے، تو نبی ﷺ نے اعتکاف میں اسے کر لینے پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ حضرت عمرؓ بن خطاب ایک دفعہ اعتکاف میں لوگوں کی تکبیر کی آواز سنی، تو وہاں موجود حضرت عبداللہؓ بن عمر بن محمد سے وجہ پوچھی۔ وہ کہنے لگے کہ نبی ﷺ نے بنی ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ ان کی آزادی کا اعلان سنکر حضرت عمرؓ نے بنی ہوازن کے قیدیوں میں سے انھیں دی گئی خادمہ (لونڈی) کو بھی آزاد کر کے اسے اسکے قبیلہ والوں کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیدیا۔ (ابو داوٗد، کتاب الصّیام)۔

بنی ہوازن فتح مکہ کے ایک ماہ بعد غزوۂ حنین میں گرفتار ہو کر آئے تھے۔ اس کے ڈھائی سال بعد نبی ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ یعنی اعتکاف میں ضروری کام کر لینے کی اجازت

نبی ﷺ کے آخری زمانہ کا عمل ہے۔ اجازت اس لئے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ٹوکا نہیں

(٨) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ معتکف کیلئے سنت یہ ہے کہ وہ کسی سخت ضرورت کے علاوہ نہ مریض کی عیادت کرے، نہ جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو ہاتھ لگائے یا اس سے کوئی قربت ہونے دے اور نہ ہی مسجد سے باہر نکلے۔ اور نہ تو روزہ کے بغیر کوئی اعتکاف ہوتا ہے اور نہ ہی جامع مسجد کے علاوہ کہیں اور ہوسکتا ہے۔ (ابو داوٗد)۔

(٩) ضرورت کے وقت نبی ﷺ نے رمضان کے بغیر بھی اعتکاف کی اجازت دیدی۔

حضرت عمرؓ نے جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ کے پاس ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ مدینہ میں انھوں نے نبی ﷺ سے اس کیلئے خاص طور پر مکہ جانے کی اجازت مانگی، تو آپؐ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔'' (بُخاری، کتابُ الاعتکاف)۔

نذر چونکہ اللہ سے کیا ہوا وعدہ ہے، اور وہ بھی عبادت کا وعدہ۔ کسی گناہ کے کام کا نہیں، اسلئے نبی ﷺ اسے پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔ قرآن کہتا ہے:

وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۔ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡئُوۡلًا ۔ (بنی اسرائیل) ۔

''اپنے وعدوں کو پورا کیا کرو کہ تم سے اللہ کے پاس ان کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔''

عورت کے اعتکاف کیلئے چند ضروری شرائط

(١) اعتکاف ایک نفلی عبادت ہے۔ اور نبی ﷺ نے شادی شدہ عورت کیلئے، جو اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہو، نفلی عبادت کو شوہر کی اجازت سے مشروط کر دیا ہے۔ تا کہ کہیں وہ دن رات اپنی نفلی عبادتوں میں نہ لگی رہ جائے اور شوہر بے راہ روی کے راستہ پر نہ چل پڑے۔

نفلی روزوں کیلئے آپ حدیث پڑھ چکے ہیں کہ عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں رمضان کے علاوہ اُسکی اجازت کے بغیر روزہ رکھے۔ (ابو داوٗد)

(٢) حیض و نفاس اور ناپاکی کی حالت میں بھی اعتکاف نہیں ہوسکتا۔ نہ نماز، نہ روزہ اور نہ ہی اعتکاف۔ اگر اعتکاف کی حالت میں اخراج شروع ہوگیا تو بس اعتکاف ختم۔ اللہ نے اتنی ہی توفیق دی تھی۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ میں حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد کو حلال نہیں

کرتا (ابن خزیمہ ۔ابو داوًد ، کتاب الطھارۃ ۔ ابن خزیمہ نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے)

(۳) حیض ونفاس کے علاوہ کسی اور وجہ سے خون آرہا ہو، تو اس چیز کو اسلام نے مجبوری قرار دیتے ہوئے اجازت دیدی ہے کہ ایسی حالت میں ساری عبادتیں کرلیں ۔ اور صرف ایک ہی پابندی لگائی کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کرلیں ۔ اس مجبوری کو عربی میں استحاضہ کہتے ہیں ۔

چنانچہ حضرت فاطمہؓ بنت ابی حُبَیش کو یہی شکایت تھی ۔ وہ جب نبی ﷺ سے پوچھنے گئیں، تو آپؐ نے فرمایا: جب حیض کا خون ہو، تو وہ اپنی سیاہی سے پہچانا جاتا ہے ۔ جب اس طرح کی کیفیت ہو، تو نماز نہ پڑھو ۔ جب دوسری کیفیت ہو، تو وضو کرکے نماز پڑھ لو ۔

اسی طرح حضرت ام حبیبہؓ بنت جَحش کو اِستِحاضَۃ کی شکایت ہوئی، تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ حیض کے دنوں کا انتظار کرو، پھر غسل کرکے نماز پڑھو ۔ پھر اگر کوئی چیز محسوس ہو، تو وضو کرو اور نماز پڑھو ۔ (ابو داوًد ، کتاب الصلوٰۃ) ۔

حضرت ام حبیبہؓ کی اپنی احتیاط یہ تھی کہ وہ ہر نماز کیلئے غسل کرتی تھیں ۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہؓ نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا ۔ ان کا خون جاری رہتا تھا ۔ اور بعض اوقات جب وہ نماز پڑھ رہی ہوتیں تو ہم ان کے نیچے اس خون کو ادھر اُدھر گرنے سے روکنے کے لئے طشت رکھ دیتے ۔ (بخاری، کتاب الاعتکاف) ۔

(۶) اگر کوئی عورت ایسی حالت میں اعتکاف شروع کرنا چاہے کہ اسکے ایام کی صحیح تاریخ کا اندازہ نہ ہو کہ انہیں کب شروع ہونا ہے ۔ یا وہ اپنے ایام کے شروع ہونے تک کیلئے ہی سہی، لیکن اعتکاف کی سنت سے بھی محروم نہ ہونا چاہ رہی ہو، تو پھر اس کیلئے نبی ﷺ کی چچازاد بہن اور صحابیہ حضرت ضُبَاعَۃَ ؓ بنت زُبیر بن عبدالمطلب کا واقعہ ملتا ہے، جو حج کرنا چاہتی تھیں، لیکن اکثر بیمار ہو جاتی تھیں ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا تھا ۔ حج کرو اور ساتھ ہی اس نیت کے ساتھ اسے مشروط کرلو کہ یا اللہ ۔ جہاں آپ نے مجھے روک دیا، میں وہیں احرام کھول دونگی ۔ لیکن پھر اللہ نے انھیں

طاقت دیدی تھی ۔ انھیں احرام نہیں کھولنا پڑا اور ان کا حج مکمل ہو گیا (مُسلِم، کتاب الحج)

اعتکاف کے معاملے میں بھی عورت اس قسم کی نیت کرسکتی ہے، کیونکہ یہ نبی ﷺ کا ہی سکھایا ہوا طریقہ ہے ۔ کوئی ہماری اپنی ایجاد کردہ چیز نہیں ہے ۔

اللّٰہ کے پاس ہمارے اعتکاف کی قبولیت کی شرائط ۔

ایک حدیث ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار چیزوں کو چھوڑ دے ۔ کسی بھی قسم کا فضول کام، بحث مباحثہ، لڑائی جھگڑا، اور وہ سارے گناہ جو روزے کو خراب کرتے ہیں، اعتکاف کو بھی ضائع کردیں گے ۔ اسلام ایک ایک عبادت کو الگ نہیں کرتا کہ ابھی ایک کام کرلیں، پھر دوسرا کریں گے ۔ یہ تو ہماری ساری ہی زندگی کو بدل دینے ۔ اور ہر سانس اور ہر عمل کو رب کے حکم کے تابع کردینے کی بات کرتا ہے ۔

احادیث آپ پڑھ چکے کہ جھوٹ نہ چھوڑنے والے کا کھانا پینا چھوڑ دینے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ اور یہ بھی کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں، جنھیں اپنے روزہ سے بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا اور کتنے ہی شب بیدار ایسے ہیں، جنھیں اپنی شب بیداری سے ساری رات جاگنے کے سوا کچھ نہیں ملتا ۔ اور یہ حدیث بھی کہ شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے ۔ (بخاری ، کتاب الاعتکاف) ۔

ان گناہوں پر بھی احادیث پڑھ چکے، جو روزوں کو قبول نہیں ہونے دیتے، لیکن ہماری زندگیوں میں واقعی خون کی طرح شامل ہو گئے ہیں ۔ پھر اگر ہماری دن رات انہی میں گزر رہی ہو، اعتکاف کرکے بھی گھر والوں کے پیٹ میں حرام ہی پہنچا رہے ہوں، لین دین میں بے ایمانی اور دوسرے کی مجبوری یا ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر اسکی حق تلفی کرنا چل رہا ہو ۔ یا ذریعہ ءآمدنی ہی کوئی ناجائز کام ہو ۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہیاں ہو رہی ہوں، تو پھر دس دن تو کیا، دس صدیوں کا اعتکاف بھی بیکار رہے ۔ قرآن ہم جیسوں سے ہی تو کہہ رہا ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اُدْخُلُوْا فِيْ السِّلْمِ كَافَّةً ۔ (البقرۃ ، ۲۰۸) ۔

’’ مسلمانو ۔ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ ۔‘‘

شب قدر۔
گناھوں کی مغفرت اور تقدیر کے فیصلوں کی رات

قرآن مجید میں ایک چھوٹی سی سورۃ ہے سورۃ القدر۔ذرا اسے پڑھئے:

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدرِ ۔ '' ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔''
(یعنی شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا ہے)۔

وَ مَا اَدْرَاكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔'' اور تم کچھ جانتے بھی ہو کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔''

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۔'' شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ۔
'' اس میں روح اور فرشتے اللہ تعالٰی کی اجازت سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔''

سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔''یہ رات سراسر سلامتی ہے،طلوع فجر تک۔''

عربی زبان میں لیلة کا مطلب ہوتا ہے رات۔لفظ قدر کے لفظی معنی ہیں تدبیر کرنا،اندازہ کرنا،تیار کرنا،وقت معین کرنا۔فیصلہ کرنا یا حکم لگانا۔جبکہ اَلْقَدْرُ۔انتہا کیلئے آتا ہے۔طاقت،قوت،عزت،وقار،سب کی انتہا۔لیلة القدر یعنی شب قدر یا بہت زیادہ عزت ووقار والی رات۔فیصلہ کرنے اور وقت معین کرنے کی رات۔

نبیﷺ کی ایک حدیث ہے کہ اس رات زمین میں فرشتوں کی تعداد کنکریوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔(الاحادیث الصحیحة ، ۲۲۰۵) ۔پھر مختلف آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی روح کا لفظ کسی شخصیت کیلئے آیا ہو،

وہاں پر مراد حضرت جبرئیلؑ سے ہوتی ہے۔رہا ہزار مہینوں سے افضل ہونا تو ہوسکتا ہے کہ ہزار کا لفظ بہت زیادتی ظاہر کرنے کیلئے محاورۃً استعمال ہوا ہو۔یا یہ کہنے کیلئے کہ اس میں اتنا بڑا کام یعنی نزول قرآن کی ابتداء ہوئی، جو ایک ہزار ماہ میں بھی نہ ہو پاتا۔اور اسکا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہزار مہینوں، یعنی تراسی برس اور چار ماہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے،اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے۔

احادیث میں شب قدر کی کونسی تاریخ بتائی گئی ہے ؟

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث آپ پڑھ چکے ہے کہ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے' اسکے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اور جس نے ایمان واحتساب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا' اسکے بھی پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اور جس نے ایمان اور احتساب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا' اسکے بھی پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔'' (بخاری،کتاب فضل لیلة القدر و صلوٰۃ التراویح)۔

لیکن کردار اور عمل میں واضح تبدیلی اور حقوق العباد کی معافی۔اور جہاں جس کے ساتھ جو زیادتی ہوگئی ہو اسکی تلافی کے بغیر،اسلام میں کسی زبانی جمع خرچ والی توبہ یا مغفرت کا کوئی تصور نہیں ہے۔اگر مغفرت چاہئے ،تو اس مغفرت کے قابل اعمال بھی تو اللہ کے سامنے پیش کرنے پڑیں گے۔ورنہ جب ہم دنیا میں کسی کے ساتھ برائی کر کے بدلہ میں بھلائی کی امید نہیں رکھ سکتے ،تو سال بھر اللہ کی نافرمانیاں کرکے ایک مہینہ یا ایک رات عبادت کرکے رحمتوں کی برسات کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں؟

(۲) حضرت اَنَسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کا مہینہ آیا،تو نبیﷺ نے فرمایا: ''تمہارے اوپر یہ ایک ایسا مہینہ آیا ہے،جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، وہ گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے کوئی محروم نہیں رہ جاتا،سوائے اس شخص کے جو ہو ہی بدنصیب''۔(ابن ماجہ)۔

(۳) سات مختلف احادیث میں شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں

میں تلاش کرنے کا حکم ملتا ہے۔یعنی 21، 23، 25، 27 اور 29 ویں رات ۔ نبی ﷺ نے جوتین دن تراویح کی جماعت کروائی تھی، وہ بھی 23، 25 اور 27 ویں راتیں تھیں۔

اسلامی مہینوں میں چونکہ رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں۔اور سورج غروب ہونے پر تاریخ بھی بدل جاتی ہے۔اسلئے کسی بھی تاریخ کی رات سے مراد اس دن سے فوراً پہلے آنے والی رات ہوتی ہے۔ 21 ویں رات کی عبادت 20 ویں روزہ کے افطار کے ساتھ ہی شروع کر دینی ہوگی۔اگلی صبح فجر کے ساتھ 21 ویں رات ختم۔اور 21 واں روزہ شروع ہوجائیگا۔اسکے افطار کے بعد 22 ویں رات آجائیگی۔

(۴) حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پہلے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا، پھر دوسرے میں کیا۔ پھر اپنے ترکی خیمہ کا، جس میں آپ ؐ اعتکاف فرماتے تھے، پردہ ہٹا کر اپنا سر باہر نکال کر لوگوں سے مخاطب ہوئے، تو سب آپ ؐ کے قریب آگئے۔ فرمایا: میں نے پہلے عشرہ میں اس رات کی تلاش میں اعتکاف کیا تھا۔ پھر دوسرے عشرہ میں بھی اعتکاف کیا۔ پھر مجھے کسی نے آکر بتایا کہ یہ تو آخری عشرہ میں ہے۔لہذا تم میں سے جو چاہے، پھر سے اعتکاف کرلے۔ میں نے اسے طاق راتوں میں دیکھا ہے۔اور دیکھا کہ میں گیلی مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ سبھی نے آپ ؐ کے ساتھ دوبارہ اعتکاف کیا۔

حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ اکیسویں کو آپ ؐ نے پوری رات نماز پڑھی۔صبح سویرے بارش ہوئی اور مسجد کی چھت بہنے لگی، تو ہم نے دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد نبی ﷺ کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا داغ تھا۔(بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح) ۔یہ اسی سال کا ذکر ہے، جب نبی ﷺ کا پورا رمضان، تینوں ہی عشرے اعتکاف میں گزر گئے تھے۔

(۵) تابعی حضرت ابوسلمہ ؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شب قدر کی بات ہو رہی تھی۔صحابی رسول ؐ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے میری دوستی تھی۔ میں ان کے ساتھ کھجور کے باغ کی طرف نکلا اور راستہ میں پوچھا کہ آپ نے نبی ﷺ سے شب قدر کا تذکرہ سنا تھا؟

وہ بتانے لگے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف

کیا۔بیسویں کی شام آپ ؐ واپس آجاتے، اور ہم سب بھی آپ ؐ کے ساتھ لوٹ جاتے۔لیکن ایک سال بیسویں کو آپ ؐ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا:''مجھے شب قدر دکھا دی گئی تھی، پھر بھلا دی گئی۔یا میں اسے بھول گیا۔بس اب تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے اس میں خود کو گیلی مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا تھا۔''

پھر جتنے لوگ اعتکاف کر رہے تھے، وہ سب اپنی اپنی جگہوں پر دوبارہ اعتکاف کیلئے لوٹ گئے۔اس وقت آسمان پر بادل نام کی کوئی چیز نہ تھی۔لیکن رات کو بادل گھر آئے اور خوب بارش ہوئی۔مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں سے بنی ہوئی تھی۔وہ بہنے لگی۔اکیسویں کی صبح جب نماز کھڑی ہوئی، تو ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ ؐ کو گیلی مٹی میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔آپ ؐ کی پیشانی پر کیچڑ کا داغ تھا۔(بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح)۔

سرکار دوجہاں اور پاکستان سے تین گنا بڑی مملکت کے سربراہ کی مسجد کی چھت کھجور کے پتوں کی چھپر کی تھی، جو بارش میں بہنے لگی۔نہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، نہ عیش وعشرت کا کوئی تصور۔رہا اعتکاف، تو اس سال بھی وہ دوعشروں یعنی بیس دن کا ہوگیا تھا

حدیث نمبر۴ اور ۵ میں دو الگ الگ سالوں کی بات لگ رہی ہے۔کیونکہ ایک میں پہلے دوعشروں کے اعتکاف اور ترکی خیمہ سے سر باہر نکال کر بات کرنے اور تیسرے عشرے کے مزید اعتکاف کا ذکر ہے۔اور دوسری میں دوسرے عشرے کے اعتکاف اور خطبہ کا ذکر۔لیکن گیلی مٹی میں سجدہ کرنے کا ذکر دونوں میں مشترک ہے۔آخر نبی ﷺ مدینہ میں دس سال تک رہے ہیں، تو ہوسکتا ہے کہ ایک سے زائد رمضانوں میں بارش ہوئی ہو۔

(۶) حضرت عبداللہ بن انیس ؓ کی حدیث میں ملتا ہے کہ تیئسویں رات کو بارش ہوئی تھی اور نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔جب آپ ؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ؐ کی ناک اور پیشانی پر گیلی مٹی کا نشان تھا۔(مُسلِم، کتاب الصیام)۔

اکیسویں رات کی دو الگ الگ حدیثیں تو آپ پڑھ چکے۔ہوسکتا ہے کہ کسی اور رمضان میں تیئسویں کو بھی بارش ہوئی ہو۔اور اس سال بھی نبی ﷺ نے اپنا کیچڑ میں سجدہ

کرنے والا خواب لوگوں کو سنایا ہو۔ پھر حضرت عبداللہ بن انیسؓ مدینہ کے باہر رہتے تھے۔ (ابوداؤد ، کتاب الصلوٰۃ)۔ ہوسکتا ہے کہ انھیں اکیسویں رات کی بارش کی خبر ہی نہ ہو۔

آگے احادیث آرہی ہیں کہ نبی ﷺ کی بتائی ہوئی شب قدر کی کچھ نشانیاں ایک دفعہ ستائیسویں کو بھی نظر آئی تھیں۔ اصل بات وہی ہے کہ آخری عشرے کی طاق راتیں۔ اللہ تعالیٰ نے شاید شب قدر کو گردش میں رکھا ہے کہ کسی سال ایک رات میں کوئی نشانی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔

(۷) حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ دوسرے عشرہ کے بعد نبی ﷺ نے اپنا خیمہ نکال دینے کا حکم دیا تھا۔ مگر پھر جب آپؐ کو بتایا گیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے، تو آپؐ نے دوبارہ خیمہ لگوایا۔ پھر صحابہ کی طرف تشریف لا کر فرمایا: لوگو۔ مجھے شب قدر بتادی گئی تھی۔ اور میں تمہیں اسی کی اطلاع دینے کیلئے آیا تھا۔ مگر دو آدمی جھگڑتے ہوئے آگئے۔ ان کے ساتھ شیطان بھی لگا ہوا تھا، لہذا میں بھول گیا۔ اب تم اسے رمضان کے آخری عشرہ کی نویں، ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔ (مُسلِم ، کتاب الصِّیام)۔

(۸) حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث ہے: ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ جب نو راتیں باقی رہ جائیں، سات راتیں باقی رہ جائیں، جب پانچ راتیں باقی رہ جائیں۔'' (بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح)۔

اس حدیث کا تو مطلب ہوا 21 ویں، 23 ویں اور 25 ویں رات۔

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب کچھ صحابہ نے آخر کی سات راتوں میں شب قدر ہونے کے بارے میں خواب دیکھا، تو آپؐ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں کیلئے متفق ہو گئے ہیں۔ اب جو شب قدر کو تلاش کرنا چاہتا ہو، وہ آخر کی سات راتوں میں تلاش کرے۔ (بخاری، کتاب صلوٰۃ التراویح)۔

(۱۰) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شب قدر کو آخری عشروں میں تلاش کرو۔ پھر اگر کوئی تھک جائے یا کمزوری غالب آجائے، تو آخری سات راتوں

میں سستی نہ دکھاؤ۔'' (مُسلِم)۔

شب قدر کی علامات

(۱) ہمارے ہاں جو یہ مشہور ہو گیا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان کو ہوتی ہے، اسکی وجہ یہ ہے حضرت اُبَیؓ بن کعب نے قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ حدیث کے راوی تابعی حضرت زِر بن حُبَیْش نے ان سے کہا کہ یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کہنے لگے اسکی علامت سے، جو نبی ﷺ نے ہمیں بتائی تھی کہ اسکی اگلی صبح سورج طشت کی طرح طلوع ہوتا ہے۔ اور بلند ہونے تک اس میں کوئی شعاع نہیں ہوتی۔ (مُسلِم)۔

قرآن اسے تقدیر کے فیصلوں کی رات قرار دیتا ہے

سورۃ القدر کا ترجمہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ اب ذرا سورۂ دخان پڑھیے۔

حٰمٓ ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۔ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۔

''حم۔ قسم ہے اس کتاب مبین کی۔ ہم نے اسے ایک بڑی بابرکت رات میں نازل کیا ہے، کیونکہ ہم متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

یہ وہ رات ہے، جس میں ہر معاملے کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر ہوتا ہے۔''

لیلۃ القدر کا نام اور سورۃ القدر کی یہ آیت کہ قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ پھر سورۂ دخان کی آیت کہ قرآن فیصلے کرنے کی رات میں نازل کیا گیا۔ یہ آیات تو بتا رہی ہیں کہ قرآن نازل بھی شب قدر میں ہوا ہے اور فیصلے بھی شب قدر میں ہی ہوتے ہیں۔ اللہ کے شاہی نظم و نسق کی ایسی رات جس میں افراد، قوموں اور ملکوں کی تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔

ہم پاکستانیوں کیلئے شب قدر کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ پاکستان شب قدر میں ہی آزاد ہوا ہے۔ 14 اگست 1947ء کو 27 رمضان تھی۔

لیکن کیا تقدیر پہلے سے بن سکتی ہے؟ مگر ہم بھی تو دنیا میں بہت سی چیزیں پہلے سے

طے کر لیتے ہیں۔ تعلیمی سال شروع ہونے سے پہلے ہی سالانہ امتحان اور چھٹیوں کی تاریخ آ چکی ہوتی ہے۔ امتحان کا پرچہ اور ٹائم ٹیبل مہینوں پہلے بن جاتا ہے۔ شادی کی تاریخ ایک ایک سال پہلے طے ہو جاتی ہے۔ نوکری میں پہلے سے طے ہوتا ہے کہ کتنے سال بعد تبادلہ، ترقی یا ریٹائرمنٹ ہے۔ ملک کے الیکشن کا پروگرام پانچ سال پہلے سے معلوم ہوتا ہے۔ ملکوں اور اداروں کا سالانہ بجٹ پہلے سے بن جاتا ہے کہ اس سال کتنی آمدنی ہونے کا امکان ہے اور کس چیز پر کتنا پیسہ خرچ کرنا ہے۔ جب فانی انسان یہ سب پہلے سے طے کر سکتے ہیں، تو کیا اتنی بڑی کائنات کا نظام چلانے والا رب پہلے سے اپنی کائنات کا شیڈول نہیں بنا سکتا؟

لیکن اگر شب قدر میں سارے فیصلے ہو جاتے ہیں، تو پھر ہم کوشش کیوں کریں؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کو ایک محدود دائرے میں فیصلہ اور عمل کا اختیار دیا گیا ہے، اور بس اسی اختیار کی حد تک ہم سے سوال بھی ہوگا۔ پیدائش، زندگی، موت، رنگ و نسل۔ مرغی کے انڈے سے چوزہ نکلنا اور انسان کے ہاں کسی بلی یا بکری کے بچہ کا پیدا نہ ہونا۔ آنکھوں سے ہی دیکھنا اور کانوں سے ہی سننا۔ یہ سب ایسی تقدیریں ہیں، جس میں نہ ہمارا دخل ہے، نہ اختیار۔ لیکن جہاں ہمیں انتخاب اور فیصلہ کا اختیار ہے، وہاں ہم کوشش بھی کر سکتے ہیں۔ اور کائنات کا نظام چلانے والے رب سے التجا بھی۔ کیونکہ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُوْا مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔

''اللہ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے۔''(سورۃ الرعد، ۱۱)۔

کیا ہم بھی اس دنیا میں اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام نہیں دیتے۔ یہی بات قرآن بھی کہہ رہا ہے کہ انسان کیلئے اُس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، جس کی وہ خود کوشش کرے۔ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ (سورۃ النجم، ۳۹)۔

تدبیر الٹ جانے کی صورت میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ طاقتور مؤمن اللہ کو کمزور مؤمن سے زیادہ پسند ہے۔ جبکہ دونوں میں اچھائی موجود ہے۔ جو چیز تمہیں فائدہ پہنچا سکتی

ہو، اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ سے مدد مانگو اور بے بس ہو کر نہ بیٹھ جاؤ۔ اور اگر کبھی کوئی نقصان پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ کہو:

قَدَّرَ اللّٰهُ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ ۔ ''اللہ نے جو تقدیر میں لکھا تھا، وہ ہو گیا۔''

کیونکہ اگر کا لفظ شیطان کو دخل اندازی کا موقع دیتا ہے۔ (مسلم، ح:٦٧٧٤)۔

کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ ہم یہ جو بیماری میں جھاڑ پھونک اور علاج کرتے ہیں۔ یا اپنی جان بچانے کیلئے (جنگ میں) ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ کیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر کو بدل سکتی ہیں؟ فرمایا: ''یہ بھی تو تقدیر ہی سے ہیں۔''(ترمذی، کتاب القدر)۔

ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا تھا: ''جان لو کہ جو کچھ تمہیں نہ مل سکا، وہ تمہیں کبھی بھی ملنے والا نہ تھا۔ اور جو تمہیں مل گیا، وہ کبھی تم سے رہ نہ سکتا تھا۔''(ریاضُ الصالحین، ح:٦٢)

بہت سی چیزوں میں، جہاں اللہ نے ہمیں انتخاب اور فیصلے کی طاقت اور صلاحیت دیدی ہے، کم از کم وہاں تو ہم اپنی قسمت خود اپنے عمل سے بناتے ہیں۔ اللہ نے راستہ بتا دیا، عقل دیدی۔ اس عقل کو اللہ کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق استعمال کرنا ہمارا اپنا کام ہے۔ اور اگر کسی نے یہ کام کر لئے اور اسکے اعمال قبول ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ اگلے سال کیلئے اسکی قسمت میں مزید کامیابیاں، آسانیاں اور مزید نیکیوں کی توفیق لکھیں گے۔ اور اگر یہ نہ ہوا ہو، تو ظاہر ہے کہ اس بدنصیب کے حصہ میں گناہوں، برائیوں اور زمانہ کی گردشوں میں اضافہ کے سوا اور کیا آئیگا۔ اس نے اپنے عمل سے خود کو اسی کا مستحق جو ثابت کیا ہے۔

ورنہ ہماری چھوٹی بڑی ہر قسم کی ضرورت کا خیال رکھنے والے رب ذوالجلال کی ذات اپنے بندوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتی۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔

''یہ سب تو وہی ہے، جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا تھا۔ ورنہ اللہ اپنے بندے پر ظلم کرنے والا تو ہرگز نہیں ہے۔''(سورۃ الحج۔ ١٠)۔

ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اِس کی تلاش میں محنت اور نیکیاں کروانا

چاہ رہے ہوں۔اور موقع دے رہے ہوں کہ اگر ایک رات کسی وجہ سے عبادت نہ کرسکیں، تو دوسری میں سہی۔ اگر کسی ایک رات کام پر جانا ضروری ہے، چھٹی نہیں کر سکتے۔ یا کوئی عورت شب قدر میں ناپاک ہے، تو کوئی تو ایسی رات مل جائیگی، جس میں عبادت کرسکیں۔ پھر کام کے دوران اور ناپاکی میں بھی زبان سے اللہ کے ذکر، دعا، اپنے گناہوں پر استغفار، تلاوت اور تفسیر کے ریکارڈ سننے اور دینی کتابیں پڑھنے سے کس نے روکا ہے؟ گھر کے اندر اور باہر، کام کاج اور نوکری کے دوران نبی ﷺ کی سکھائی ہوئی دعائیں پڑھنے سے شب قدر کا وہ وقت ذکر اللہ میں تو گزرے گا۔ کم ازکم اس حدیث کے مصداق تو نہیں بنیں گے کہ اس رات سے اس شخص کے علاوہ اور کوئی محروم نہیں رہتا، جو ہو ہی بدنصیب۔

شب قدر میں نبی ﷺ نے کیا پڑھنے کا حکم دیا ہے؟

(۱) حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ سوال کیا کہ یارسول اللہؐ۔ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ یہ شب قدر ہے، تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا ۔

''یا اللہ آپ معاف کرنیوالے ہیں، معاف کرنیوالوں کو پسند کرتے ہیں،
ہمارے گناہوں کو بھی معاف کردیجئے۔''

(ترمذی، ابواب الدعوات ۔ ابن ماجه، ابواب الدعا)

احادیث میں یہ دعا فَاعْفُ عَنَّا کے الفاظ میں بھی ملتی ہے۔(ہمارے گناہ معاف کردیجئے)۔اور فَاعْفُ عَنِّی کے الفاظ میں بھی (میرے گناہ معاف کردیجئے)۔ہوسکتا ہے کبھی ﷺ نے تنہائی میں عَنِّی پڑھا ہو، اور محفل میں عَنَّا۔

شب قدر کیلئے نبی ﷺ نے اسکے علاوہ اور کوئی دعا نہیں سکھائی۔ ہمارے ہاں شب قدر کی جو دعائیں اور نمازیں مشہور ہیں کہ ایک سلام سے سے اتنی رکعت۔اور ہر رکعت میں اتنی دفعہ فلاں سورۃ۔اور سلام پھیر کر فلاں دعا، تو نبی ﷺ نے ہمیں ایسی کوئی چیز نہیں سکھائی ۔نہ شب قدر کیلئے، نہ کسی اور وقت پر۔کسی حدیث میں ایسی کسی نماز کا ذکر نہیں ملتا۔

پھر یہ مغفرت کی رات ہے، نبی ﷺ نے اس کیلئے صرف ایک دعا سکھائی ہے۔ گناہوں کی معافی کی دعا۔دل بھر کر نمازیں پڑھئے، دعائیں مانگئے کہ رحمت کی گھڑیاں ہیں، تقدیر بن رہی ہے۔مگر اسی طرح، جیسے حضورؐ نے سکھایا ہے۔آپ کا عمل نعوذ باللہ نبی ﷺ کے طریقوں کو نامکمل اور ادھورے سمجھ کر ان کی اصلاح کی جراءت نہ کرے۔

(۳) دل بھر کر دعائیں کیجئے۔ابھی آپ نے آیت پڑھی ہے کہ اس رات میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔اور نبی ﷺ کی حدیث ہے: ''تمہارا رب بڑا ہی حیادار اور نرمی کرنے والا ہے۔اسکا بندہ جب اسکے آگے دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہے، تو اسے ان ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔'' (ابوداوٗد ، کتاب الوتر) ۔

(۴) قرآن ایک اور دعا سکھارہا ہے۔خاص شب قدر کیلئے نہیں ساری عمر کی مصیبتوں، پریشانیوں سے نکلنے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے۔اس رات بھی اور اسکے بعد بھی اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اسے پڑھتے رہئے۔نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی مسلمان نے یہ دعا پڑھ کر اللہ سے کچھ مانگا ہو اور وہ اسے مل نہ گیا ہو۔(ترمذی، کتاب الدعوات) ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔

''پروردگار۔آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔آپ ہی کی ذات پاک ہے۔
میں ہی گناہ گاروں میں سے تھا۔'' (سورۃ الانبیاء، ۸۷)

قرآن حضرت یونسؑ کیلئے کہتا ہے کہ اگر وہ اسے نہ پڑھتے، تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔اس نے تاریکیوں میں ہمیں پکارا، تو ہم نے اسکی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات بخشی ۔۔۔۔۔پھر ہم نے اسے ایک چٹیل زمین پر پہنچادیا۔اور اسے ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔(سورۃالصافات ۔آیت ۱۳۹ تا ۱۴۷)۔

قرآن اسے سکھاتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ حضرت یونسؑ کو مچھلی نے اسی کی برکت سے کنارے پر لاکر اگل دیا۔اور پھر انھیں نبوت ملی۔کوئی بڑی سی وہیل مچھلی رہی ہوگی۔ وہیل مچھلیاں سوفٹ یعنی تیس میٹر سے بھی زیادہ لمبی اور کئی کئی ہزار کلو وزنی ہوتی ہیں۔ ہاتھی

سے بھی بڑی، دیو قامت۔ دنیا کی سب سے بڑی مخلوق یہی وہیل مچھلی ہے۔

نبی ﷺ سمجھا رہے ہیں کہ آیت کریمہ پڑھ کر جو مانگو مل جائیگا۔ اور ہمارے ہاں نہ جانے کس احمق نے مشہور کر دیا ہے کہ آیت کریمہ جلالی وظیفہ ہے۔ اسے پڑھنے کے خاص طریقے ہیں، ورنہ بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اور نہ جانے کیا کیا الم غلم۔ اور ہم سہمے سہمے چلے جاتے ہیں۔ جبکہ نبی ﷺ نے نہ اِسکی کوئی تعداد بتائی ہے، نہ طریقہ۔ بس اسے پڑھنے اور اللہ سے مانگنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ ادب ملحوظ رہے کہ آپؐ رفع حاجت کے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی انگوٹھی بھی اتار دیتے جس پر محمدؐ رسول اللہ کندہ تھا۔ (ابوداوٗد، کتاب الطھارۃ)

(۶) اور اگر آپ کی دعا قبول نہ ہو، تو مایوس نہ ہوں۔ قرآن کہتا ہے:

عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ وَ عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۔ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورۃ البقرۃ، ۲۱۶)

''ہوسکتا کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو، اور وہ تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور تم ایک چیز کو اچھا سمجھو، اور وہ تمہارے لئے بری ہو۔ یہ سب تو اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔''

ایک اور حدیث تھی: ''زمین پر کوئی ایسا مسلمان نہیں، جو اللہ سے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول نہ کریں، یا بدلہ میں اُس کی کسی مصیبت کو دور نہ کر دیں۔ جب تک کہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔'' صحابہ نے سوال کیا۔ اور اگر کوئی کثرت سے دعائیں مانگا کرے، پھر؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے سوال سے بھی بڑھ کر عطا کرنے والے ہیں۔'' (ترمذی، ابواب الدعوات)۔

(۷) ایک دفعہ نبی ﷺ نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ سکھاؤں، جنھیں تم تنگی اور تکلیف کے وقت پڑھا کرو؟ اَللّٰہُ۔ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ اللہ، اللہ ہی میرا رب ہے۔ میں اُسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)

(۸) اسی طرح نبی ﷺ نے ایک نماز حاجت سکھائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر کسی کو اللہ یا کسی بندے سے کوئی حاجت ہو، تو وہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے۔ سلام

پھیرنے کے بعد اللہ کی تعریف اور نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد یہ دعا پڑھ کر اللہ سے اپنی حاجت مانگے۔ اِس کی روایت ضعیف ہے، لیکن یہ دعا بہت پر اثر ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْم ۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن ۔

اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ ۔ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ ۔

وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ ۔

لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ ۔ وَ لَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ ۔

وَ لَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن ۔

ترجمہ: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بڑے تحمّل والا، نرمی کرنے والا ہے۔ پاک ہے اللہ کی ذات، جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ تعریف بھی اسی رب العالمین کیلئے ہے۔

پروردگار۔ میں آپ سے ان اعمال کا سوال کرتا ہوں، جو آپ کی رحمت کو میرے لئے لازم کر دیں، آپ کی مغفرت کو میرا مقدر کر دیں۔ اور ہر نیکی سے حاصل ہونے والی اچھائی اور ہر بدی سے بچنے کی توفیق کا سوال کرتا ہوں۔

میرا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑنا میرے رب، جسے آپ معاف نہ کر دیں۔ کوئی مشکل، کوئی پریشانی ایسی نہ چھوڑنا جسے آپ دور نہ کر دیں۔ میری کوئی حاجت ایسی نہ چھوڑنا جو آپ کو پسند ہو اور پھر آپ اسے پوری نہ کریں۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والی ذات۔''

آپ چاہیں تو نماز کے بعد یہ کتاب ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھ کر اللہ سے مانگتے رہیں۔

دعا کرتے ہوئے حضرت ثابتؓ بنانی سے منقول نبی ﷺ کی ایک ہدایت یاد رکھئے: ''تم میں سے ہر شخص اپنی حاجتیں اللہ ہی سے مانگے۔ یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگو۔ یہاں تک کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو اسی سے مانگو۔ کیونکہ اللہ اگر کسی چیز کو مہیا نہ کرے تو وہ کبھی نہیں مل سکتی۔'' (ترمذی، کتاب الدعوات)۔

’’ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔‘‘ (حدیث نبوی ﷺ)۔

(بخاری، کتاب العیدین، ح: ۹۴۹ اور ۹۵۲)

(۱) حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، تو آپؐ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگوں نے سال میں دو تہوار کے دن مقرر کر رکھے ہیں، جس میں وہ تفریح، مقابلوں اور آنے جانے سے دل بہلاتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ کیسے دن ہیں؟ پتہ چلا کہ یہ جاہلیت کے زمانے کے تہوار ہیں۔ فرمایا: ’’اللہ نے تمہارے لئے ان دو دنوں کو ان سے بہتر دنوں سے بدل دیا ہے، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔ (ابو داوٗد، الصلوٰۃ)۔

اسلام نے تہوار کا انداز بدل دیا۔ دن کی ابتداء فطرے، اللہ اکبر کی تکبیروں کی گونج، عید کی نماز اور قربانی سے ہونے لگی۔ شراب کی محفلوں کی جگہ اسلامی رنگ آتا گیا۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ عید کے دن کچھ حبشی راستے میں اپنا کوئی کھیل دکھا رہے تھے۔ میں حضورؐ کے مونڈھے کے اوپر سے جھانک کر دیکھنے لگی، تو آپؐ نے مونڈھے کو نیچا کر لیا۔ حتیٰ کہ میرا جی بھر گیا اور میں پلٹ گئی۔ (بُخاری، مُسلِم)

(۳) حضرت عائشہ سے ہی روایت ہے کہ عید کے دن نبی ﷺ میرے پاس آئے، تو میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں بیٹھی انصار کے جنگ بعاث کے ترانے گا رہی تھیں۔ ویسے وہ کوئی گانے والیاں نہیں تھیں۔ آپؐ بستر پر لیٹ گئے اور اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ داخل ہوئے تو انھوں نے مجھے ڈانٹا کہ رسول اللہ کے گھر میں یہ شیطانی باجے۔

اس پر حضورؐ نے فرمایا: ابو بکر، انھیں کچھ نہ کہو۔ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ دوسرے کاموں میں لگ گئے، تو میں نے انھیں اشارہ کیا۔ اور وہ چلی گئیں۔ (بُخاری، ح: ۹۴۹ اور ۹۵۲)۔

(۴) عید کے دن میلوں اور تفریح کیلئے ایک واقعہ ملتا ہے کہ نماز عید کے بعد صحابہ نے عیدگاہ میں ڈھالوں اور برچھوں سے جنگی کھیلوں کا مظاہرہ کیا۔ (مُسلِم)۔

رویت ھلال

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اسلامی مہینوں کی تاریخوں کا حساب قمری کیلنڈر یعنی چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں سے چلتا ہے۔ نیا چاند نظر آیا، پہلی تاریخ آ گئی۔ چاند پورا اور مکمل نظر آنے لگا، چودہ تاریخ آ گئی۔ اسکے بعد یہ چھوٹا ہوتے ہوتے دکھائی دینا بالکل ختم ہو گیا، اور مہینہ بھی ختم۔ پھر نیا چاند نظر آ گیا، اگلا مہینہ شروع ہو گیا۔ قرآن کہتا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۔ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۔

’’یہ تم سے چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو کہ یہ لوگوں کیلئے وقت اور تاریخ کا حساب اور حج کے دن یاد رکھنے کا ایک ذریعہ ہیں۔‘‘

چاند کے گھٹنے بڑھنے سے تاریخوں کا تعین اللہ کے نظام فطرت کے عین مطابق ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، اخبار، کچھ بھی نہ تھا۔ بیچ سمندر، صحراء، جنگل بھرا پرا شہر، ہر جگہ چاند دیکھ کر اندازہ ہو جاتا کہ یہ کس تاریخ کا چاند ہے۔ آج بھی یہ سارے ذرائع ابلاغ بلاک ہو جائیں، تو چاند دیکھ کر تاریخ کا اندازہ ہو جائیگا۔

(۱) نبی ﷺ کا ارشاد آپ پڑھ چکے ہیں کہ نیا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور نیا چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اور اگر ابر کی وجہ سے نیا چاند نظر نہ آئے، تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو۔‘‘

اور دوسری حدیث بھی: ’’مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس وقت تک روزے نہ رکھو، جب تک کہ نیا چاند نہ دیکھ لو۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو، تو تیس کی گنتی مکمل کر لو۔‘‘

یہ دونوں احادیث بُخاری و مُسلِم، کتابُ الصَّوم، باب رویت الھلال کی

ہیں۔ ایسی تمام احادیث میں نئے چاند کیلئے ہلال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی پہلی کا چاند جو بالکل باریک دھار جیسا اور بہت تھوڑی سی دیر کیلئے نظر آتا ہے۔ اسی طرح روزہ کھولنے یا روزوں کا سلسلہ ختم کرنے دونوں ہی کو عربی میں افطار کہتے ہیں۔ عید الفطر یعنی روزے ختم کرنے والی عید۔ نیا چاند دیکھ کر افطار کرو، یعنی رمضان کا مہینہ پورا ہونے پر شوال کا چاند نظر آئے تو روزے ختم کردو۔ اور پہلی شوال یعنی عید کا روزہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ حرام ہے

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم حج اور قربانی رؤیت ہلال کے مطابق سرانجام دیں گے۔ اور اگر ہم نے چاند نہ دیکھا ہو، اور دو عادل گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دیدیں، تو ہم ان کی گواہی کے مطابق حج اور قربانی کریں۔ (ابو داؤد)

(۴) نبی ﷺ رمضان کے چاند کیلئے شعبان کے دن بہت زیادہ التزام سے شمار کرتے۔ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہوتا، تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرکے روزے شروع کرتے (ابو داؤد)۔

فطرہ یا صدقۂ فطر

فطر کا لفظ افطار سے نکلا ہے یعنی روزہ ختم کرنا یا کھولنا۔ اور عربی میں نیکی یا کسی اچھے کام کو بھی صدقہ کہتے ہیں اور اللہ کی رضا کیلئے مال خرچ کرنے کو بھی۔ اس نیکی کی باری روزے پورے ہونے کے بعد آتی ہے، اسلئے اسے صدقۂ فطر یا فطرہ کہتے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی حدیث ہے:

فَرَّضَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ زَكوٰةَ الْفِطْرِ صَاعاً مِنْ تَمَرٍ اَوْ صَاعاً مِنْ شِعِيْرٍ
عَلىٰ الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنثىٰ وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔
وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلوٰةِ ۔

''نبی ﷺ نے کھجور یا جو کا ایک صاع فطرہ، ہر غلام اور آزاد، مرد عورت، چھوٹے بڑے، ہر مسلمان پر فرض کیا ہے۔ اور اسے لوگوں کے نماز کیلئے نکلنے سے پہلے ادا کردینے کا حکم دیا ہے۔'' (بخاری، مسلم، ابو داؤد) ۔

یعنی یہ زکوٰۃ کی طرح صرف امیر پر فرض نہیں ہے۔ اسکی ادائیگی امیر غریب سب کو کرنی ہے۔ اور غریب کو اپنے سے زیادہ زیادہ ضرورتمند کو ڈھونڈ کر اس تک پہنچانا ہے۔ تاکہ غریب بھی کبھی دینے کی خوشی محسوس کرسکے۔ ہمیشہ لینے والا ہی نہ رہے۔

(۳) ایک اور حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فطرہ ہر چھوٹے بڑے، آزاد غلام، ہر اس شخص کی طرف سے نکالنے کا حکم دیا ہے، جس کی کفالت کے تم ذمہ دار ہو (ارواء الغلیل، ح ۸۳۵)

نبی ﷺ فطرے میں کیا چیزیں ادا فرماتے تھے؟

(۱) رمضان کے روزے اور عید، دونوں کا حکم ۲ھ کا ہے۔ (ابو داؤد)۔

نبی ﷺ اِس کے بعد آٹھ سال زندہ رہے اور اس تمام عرصہ میں آپؐ نے فطرہ میں خشک اجناس ہی دیں اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیا۔

(۲) حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے دور میں ہم جس مد سے اپنا غلہ ناپتے، اسی سے ناپ کر فطرہ بھی ادا کردیتے۔ (حاکم، ح:۱٤۹۹) ۔

مُدُ یعنی پیالہ۔ جو کھاتے، اسی میں سے ناپ کر فطرہ بھی ادا کردیتے۔

(۳) رہی اسکی مقدار، تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں وزن کا پیمانہ صاع تھا۔ حضرت ابوسعید خُدریؓ کی حدیث ہے کہ ہم نبی ﷺ کے دور میں فطرہ میں کھانے کا ایک صاع نکالتے تھے اور ان دنوں ہمارا کھانا جو، کھجور، کشمش اور پنیر ہوتا تھا۔ (بُخاری)

یہ احادیث بتا رہی ہیں کہ جو کھاتے، جس معیار کا کھاتے اور جس مد سے اپنا غلہ ناپتے، اسی سے ناپ کر اور اسی میں سے فطرہ بھی ادا کردیتے۔

اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ کا دال روٹی پر گزارا ہے، تو وہی دینا ہوگا۔ اگر چرغہ اور آئس کریم کھاتے ہیں، تو وہ دینا ہوگا۔ اور اگر کسی وجہ سے آپ کھانے کے بجائے اِسکی قیمت دینے کا فیصلہ کرتے ہیں، تو اپنے گھر کے روزمرہ کھانے کا حساب لگا کر دینی ہوگی

نبی ﷺ کے زمانے کے صاع کا وزن آج کتنا بنتا ہے؟

فدیہ کے احکام میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک صاع انیس بیس کے فرق کے ساتھ

آج کے سوا دو سے سوا تین کلو کے لگ بھگ بنتا ہے۔(۲۱۷۲ سے لے کر ۳۲۶۲ گرام تک) ۔احتیاطاً سوا تین کلو ہی نکال دیں، تا کہ اللہ کا کوئی قرض آپ پر باقی نہ رہ جائے۔

نبی ﷺ کے زمانے میں فطرہ ادا کرنے کا وقت اور حکمت۔

(۱) عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی حدیث ہے: ''نبی ﷺ نے فطرہ فرض کیا ہے تا کہ روزہ دار فضول اور لایعنی قسم کی باتوں سے پاک ہوجائے۔ اور مسکینوں کو کھانا میسر آجائے۔ پھر جس نے عید کی نماز سے پہلے یہ ادا کردیا، تو وہ ایک قابل قبول صدقہ ہے۔اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا، تو وہ اورصدقوں کی طرح ایک صدقہ ہے۔'' (ابو داؤد)۔

(۲) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رمضان کے آخر میں فطرہ فرض ہونے کا اعلان فرمایا......اورلوگ یہ صدقہ عید سے ایک دودن پہلے دیدیا کرتے تھے۔(بُخاری)۔

فطرہ کسے دیا جا سکتا ہے ؟

حافظ ابن قَیِّمؒ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے فطرہ صرف مساکین کیلئے مخصوص فرمایا تھا۔زکوٰۃ کی آٹھوں مدوں پر اسے تقسیم نہیں کیا۔(زادُالمعاد، ۱/۱۵۱)۔فدیہ کے احکام میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ قرآن سفید پوش کو مسکین کہتا ہے۔پھر فطرہ صرف مسلمان کیلئے ہے۔فطرے اور فدیہ کے احکام میں آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ نبی ﷺ نے غیر مسلموں کو بھی دیا ہو۔مقصد اُن مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا ہے، جو اپنا بوجھ خود نہیں اٹھا سکتے۔

مشکوک یاحرام کمائی سے صدقہ کرنا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ وہ مال حرام کمائے اوراس میں سے صدقہ کرے، تو اس میں برکت ہوجائے۔یا اسمیں سے کسی نیکی کے کام میں خرچ کرے، تو وہ قبول بھی ہوجائے۔اوروہ اپنے پیچھے اسمیں سے جو کچھ بھی چھوڑ جائیگا، اس سے جہنم کی آگ میں مزید اضافہ ہوگا۔اللہ تعالی برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے، البتہ برائی کو نیکی سے ضرور مٹا دیتے ہیں۔ایک برائی دوسری برائی کو ختم نہیں کرسکتی۔'' (مُسنَداحمد، ح:۳۶۷۲)۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی دس درہم کا لباس خریدتا ہے اوراس میں ایک درہم بھی حرام کا ہو، تو جب تک یہ لباس اسکے جسم پر موجود ہے، اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔(مُسنَد احمد، ح: ۵۷۳۲)۔

عورت اپنے گھر کے مردوں کی کمائی میں سے کتنا خرچ کر سکتی ہے ؟

(۱) نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا تھا: کوئی عورت اپنے شوہر کے مال میں سے اسکی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔کسی نے پوچھا: یارسول اللہؐ۔کیا کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: یہ تو ہمارے عمدہ اموال میں سے ہے۔(تِرمِذی)۔

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر عورت جائز طور پر اپنے شوہر کے مال میں سے کچھ خرچ کرے، تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔اور اسکے شوہر کیلئے کمانے کا ثواب ہے۔ایسا ہی اجر محافظ کیلئے بھی ہے۔ان میں سے کوئی دوسرے کا اجر کم نہیں کرتا۔'' (ابو داؤد)۔

شوہر کے مال میں سے خرچ کرنے کا مطلب کسی کو کھلا نا پلانا بھی ہوسکتا ہے اور گھر کے اخراجات میں سے ہاتھ روک کر دوسرے کی مدد کرنا بھی۔لیکن یہ سب اس وقت ہے، جب شوہر کو اس پر اعتراض نہ ہو۔اوراس نے بیوی کو اسکی کھلی اجازت دے رکھی ہو۔

(۳) فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں میں عورتیں بھی شامل تھیں۔نبی ﷺ ان سے بیعت لے رہے تھے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی۔نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اورنہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی۔اور کسی نیک کام میں آپؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابیہ کہنے لگیں: یارسول اللہؐ۔ہم تو اپنے باپوں، شوہروں اور بیٹوں پر بوجھ ہیں۔ہمارے لئے ان کے مال میں سے کتنا حلال ہے؟ فرمایا: ''جلد خراب ہوجانے والی چیزیں۔اسے تم کھا بھی سکتی ہواور ہدیہ بھی دے سکتی ہو۔'' (ابوداؤد)۔

سردار مکہ حضرت ابوسفیان بھی مسلمان ہو گئے تھے، ان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ کہنے لگیں کہ یارسول اللہ۔ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں۔ وہ مجھے اور بچوں کو اتنا خرچ نہیں دیتے، جو ہماری ضروریات کیلئے کافی ہو۔ اگر میں ان کی لاعلمی میں ان کے مال میں سے کچھ لے لوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اتنا لے لو، جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو معروف طریقے سے کافی ہو۔'' (مسلم، کتاب الاقضیہ)۔ حضرت ابوسفیان جو وہیں موجود تھے، کہنے لگے: تم جو کچھ لے لو، وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ نبی ﷺ یہ بات سنکر مسکرانے لگے۔(ابن کثیر، ج ٤ ،ص ٣٥٤، تفسیر سورة الممتحنه آیت ١٢۔ رحیق المختوم ،ص ٥٥٦)

اگر کسی کی آمدنی میں ناجائز کمائی شامل ہوجائے تب؟

(۱) ایک دفعہ کسی صحابیہ نے نبی ﷺ کیلئے بکری کے گوشت کا کھانا تیار کیا۔ اس کیلئے انھوں نے پہلے بقیع کے علاقے میں جہاں بکریاں بیچی جاتی تھیں، بکری تلاش کروائی۔ نہ ملی تو انھوں نے اپنے پڑوسی کے پاس پیغام بھیجا کہ جو بکری خرید کر لائے ہو، اسی قیمت پر مجھے دیدو۔ جب وہ پڑوسی بھی نہ ملا، تو اسکی بیوی سے کہا، جس نے انھیں اپنی بکری فروخت کردی۔ نبی ﷺ نے یہ ساری بات سننے کے بعد اس بکری کے گوشت کا کھانا خود کھانے اور دیگر مسلمانوں کو کھانے کی اجازت دینے کے بجائے فرمایا: اسے قیدیوں کو کھلا دیا جائے۔ (ابوداؤد، کتابُ البُیُوع)۔ قیدیوں کی تفصیل آگے زکوٰۃ کے باب میں آرہی ہے۔

اور بیوی شوہر کے مال کی امین ہے، مالک نہیں۔ شوہر کے مال کیلئے اسے خود فیصلے کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر اسکا مال کہیں بھی استعمال کرنا خیانت ہے اور نبی ﷺ خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔(ابوداؤد، کتاب الجهاد)

نبی ﷺ کا عید کا دن

(۱) عید کے دن غسل کے بارے میں نبی ﷺ کی کوئی حدیث نہیں ملتی، لیکن آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہ کا عمل ضرور ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: جمعہ، عرفہ، قربانی اور عیدالفطر کے دن غسل کرنا چاہئے۔(مُسنَد شافعی ، ٣٨٥۔ بَیْهَقی ، ٢٧٨/٣)۔ حضرت

عبداللہ بن عمرؓ عید گاہ جانے سے پہلے غسل ضرور کرتے۔(مُوَطّا ، کتاب العیدین)۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر عید پر اپنی نرم دھاریدار حبری یمنی چادر پہنا کرتے تھے۔(طبرانی اوسط ، ٧٦٠٩۔ مجمع الزوائد ، ١٩٨/٢۔مُسند شافعی)

لیکن زیادہ اہتمام آپؐ نے پسند نہیں فرمایا۔ ایک دفعہ بازار میں ایک عمدہ ریشمی لباس بک رہا تھا۔ حضرت عمرؓ اسے نبی ﷺ کے پاس لے آئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہؐ۔ اسے خرید لیجئے۔ اور عید اور وفود کی آمد پر اسے پہن کر زینت حاصل کیا کیجئے۔ فرمایا: ''یہ ایسے شخص کا لباس ہے، جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔''(بُخاری ، کتابُ الجمعه)۔

(۳) عید کیلئے آپؐ فرماتے کہ اس دن ہمارا سب سے پہلا کام نماز عید ادا کرنا ہے۔ (مُسلِم، کتابُ الاضاحی)۔

(۴) عیدالفطر کی نماز کیلئے جانے سے پہلے نبی ﷺ چند طاق عدد کھجوریں ضرور کھاتے۔ جبکہ عیدالاضحٰی کی نماز سے پہلے کچھ بھی نہ کھاتے اور قربانی بھی نماز سے واپس آکر ہی فرماتے۔ عیدالاضحٰی کی نماز سے پہلے قربانی کردینے والے کو نماز کے بعد دوسری قربانی کرنے کا حکم دیتے۔(بُخاری ، کتابُ العیدَین)۔

(۵) نبی ﷺ عید گاہ آنے اور جانے کیلئے الگ الگ راستے اختیار کرتے اور پیدل جاتے۔(ترمِذی)۔ ایک راستے سے جاتے اور دوسرے سے واپس آتے۔ (بُخاری)۔

(۶) مسجد نبوی سے سے تقریباً ہزار ذراع دور جنت البقیع کی سمت ایک میدان تھا، جہاں آپؐ تمام مسلمان مردوں، عورتوں، بچوں، بڑوں سب کو اپنے ساتھ لے جاکر عید کی نماز ادا کرتے۔(بُخاری)۔ البتہ ایک دفعہ جب بارش ہوئی، تو آپؐ نے مسجد میں ہی نماز ادا کرلی۔(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ)۔

ذراع کلائی سے لے کر کہنی تک کے حصے کو کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں لمبائی ناپنے کا پیمانہ بھی یہی تھا۔ اسے آج کے دور کے فٹ کے لگ بھگ سمجھ لیں۔

(۸) آپؐ نماز فجر کے بعد عید کی نماز پڑھاتے۔ حضرت جندبؓ سے منقول ہے کہ نبی

ﷺ ہمیں عید الفطر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے، جب سورج دو نیزوں جتنا بلند ہو چکا ہوتا ۔اور عید الاضحیٰ کی جب سورج ایک نیزے جتنا بلند ہوتا۔(التعلیقات الرضیه ، ۳۸٦/۱) ۔

(۹) عید کی نماز کا حکم ہر جگہ رہنے والے مسلمان کیلئے ہے۔بصرہ سے چھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا زاویہ۔اور یہ اس زمانہ کے چھ میل تھے، جب نو میل کو سفر سمجھا جاتا تھا، اور نمازیں قصر ہونے لگتیں۔حضرت انسؓ بن مالک نے اس گاؤں زاویہ کیلئے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیا تھا کہ تمام گھر والوں کو جمع کر کے اسی طرح تکبیروں کے ساتھ عید کی نماز پڑھائیں، جیسے شہروں میں پڑھی جاتی ہے۔تابعی عطاؒ بن ابی رباح کا کہنا ہے کہ اگر عید کی جماعت کسی وجہ سے رہ جائے تو اکیلے یہ دو رکعتیں پڑھ لیں۔ (بُخاری) ۔

(۱۰) عید کے دن نبی ﷺ کی لوگوں سے ملاقات کے موقع پر کوئی خاص عمل احادیث میں نہیں ملتا۔لیکن صحابہ جب عید کے دن آپس میں ملتے تو کہتے۔ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكُمْ ''اللہ ہماری اور تمہاری دونوں ہی کی طرف سے قبول فرمائے۔''(تمامُ المَنَّة، ص ۳۵۵)

نماز عید سے پہلے تکبیریں پڑھنا

(۱) آپؐ عید کے دن تمام مردوں عورتوں کو عیدگاہ جانے ،راستے بھر اور نماز تک تکبیریں پڑھنے اور نماز عید میں شریک ہونے کا حکم دیتے۔(ابو داؤد، کتاب الصلوٰة)

(۲) نبی ﷺ کی عید کی تکبیروں کے الفاظ صحیح حدیث میں نہیں ملتے۔البتہ صحابہ کا عمل مل جاتا ہے۔صحابہ نے جو کچھ سیکھا، نبی ﷺ سے ہی سیکھا۔ہم تک نبی ﷺ کی احادیث بھی انہی کے ذریعے پہنچیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ گھر سے لے کر نماز شروع ہونے تک یہ تکبیریں پڑھتے ۔(حاکم ، ۱۱۰٦-۷ ۔ بیهقی ، ٦۱۲۹)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ ۔ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ۔

''اللہ سب سے برتر ہے، اللہ سب سے برتر ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اور اللہ ہی سب سے برتر ہے، اللہ سب سے برتر ہے، تعریف بھی صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔''

(۳) دارَقُطنِی کی ایک ضعیف روایت میں نبی ﷺ کا عمل ملتا ہے کہ آپؐ گھر سے

لے کر عیدگاہ تک یہی تکبیریں پڑھتے تھے۔(دَارَقُطنِیُ، ٤٤/۲، حاکم ، ۲۹۷/۱)۔

(۴) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ملتا ہے کہ جب کسی صحابی نے کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً

'' اللہ سب سے برتر ہے، بہت بڑا۔ساری تعریف اسی کیلئے ہے۔ وہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔صبح شام ہم اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں۔''

یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کیلئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے۔

(۵) صحابہ عید الفطر میں تکبیریں پڑھنے میں عید الاضحیٰ سے بھی آگے بڑھ جاتے (حاکِم ، ۱۱۰۷) ۔ انہی تکبیروں کیلئے ذی الحجہ میں حضرت علیؓ ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت ابن عباسؓ کا عمل ملتا ہے کہ وہ ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر سے لیکر ۱۳ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک تکبیریں پڑھتے رہتے۔ (صحیح ۔بَیُهَقِی، کتاب صلوٰة العیدین) ۔جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ ذی الحجہ کے عشرہ میں بازار کی طرف نکل کر تکبیریں پڑھتے ،تو اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیریں پڑھنا شروع کر دیتے۔(بُخاری) ۔

نبی کریم ﷺ کی نماز عید

(۱) نماز عید کیلئے حضورؐ نے نہ کبھی اذان دلوائی اور نہ اقامت کہلوائی۔(بُخاری)۔

(۲) نبی ﷺ نے عید کی نماز کل دو رکعت ادا کی ۔اور اس سے پہلے یا بعد میں عیدگاہ میں کوئی اور نماز نہیں پڑھی۔ (بُخاری ، کتابُ الجُمعة) ۔

(۳) البتہ گھر آ کر آپؐ مزید دو رکعت نماز پڑھ لیتے۔(ابن ماجه ، اقامة الصلوٰة) ۔

(۴) نبی ﷺ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ پڑھتے ۔یا پہلی رکعت میں سورۃ ق اور دوسری میں سورۃ القمر پڑھتے ۔اگر عید جمعہ کو ہوتی ،تو پھر سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ ہی پڑھتے۔(مُسلِم ، کتاب صلوٰةُ العیدین و کتابُ الجُمعة) ۔

(٦) نماز عید کی تکبیروں میں اختلاف ہے۔صحیح احادیث میں یہی ہے کہ حضورؐ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ (پہلی دفعہ اللہ اکبر کہنا) کے بعد تلاوت سے پہلے مسلسل سات اور دوسری

رکعت میں کھڑے ہوتے ہی پانچ تکبیریں کہہ کر اونچی آواز میں تلاوت فرماتے۔ (ابو داوٗد ، لصلوٰۃ ۔ تِرمِذی ، العیدَین۔ ابن ماجه ، اقامة الصلوٰۃ، حاکِم ، العیدَین)

چند ضعیف احادیث میں چار، چھ، سات اور نو تکبیروں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(۷) حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ کر کے منبر کے بغیر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔ لوگ اس دوران اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے خطبہ میں آپ ؐ انھیں وعظ کرتے ، وصیت کرتے ، اگر کہیں کسی لشکر کو بھیجنا چاہتے یا کوئی کام کروانا چاہتے، تو ان کاموں کی تیاری کرتے۔ جب آپ ؐ رغبت دلاتے کہ صدقہ دو، تو صدقہ دینے والی زیادہ تر عورتیں ہوتیں۔ پھر آپ ؐ واپس لوٹ جاتے۔ (بُخاری و مُسلِم)

(۸) حضرت جابرؓ بن سَمُرَۃ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بہت طویل وعظ نہیں فرماتے تھے، بلکہ مختصر سا خطبہ دیتے۔ (ابو داوٗد، کتاب الصلوٰۃ) ۔اور فرماتے: آدمی کی لمبی نماز اور چھوٹا خطبہ اُس کے جاننے اور سمجھدار ہونے کی علامت ہے۔(مُسلِم ، کتابُ الجُمعه) ۔

(۱۰) خطبہ کے دوران باتیں کرنے والے کیلئے آپ ؐ فرماتے: اگر خطبہ کے دوران کسی نے اپنے ساتھی کو خاموش رہنے کیلئے کہا، تب بھی اس نے ایک لغو کام کیا(بُخاری ،الجُمعة)

عیدگاہ میں خواتین کی حاضری

(۱) حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ ہم عید کے دن عیدگاہ جائیں۔ مسلمانوں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور نماز عید میں شریک ہوں۔ اور حائضہ عورتیں کو بھی ساتھ لے جائیں۔ لیکن وہ جماعت کی صفوں سے الگ رہ کر مسلمانوں کی تکبیروں اور دعاؤں میں شامل رہیں۔ تاکہ اللہ کی رحمت اور بخشش کا حصہ پاسکیں۔ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہؐ۔ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو؟ آپ ؐ نے فرمایا: ''اس کی کوئی ساتھی اسے اپنی چادر دیدے۔ اور وہ خیر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہو جائے۔'' (بُخاری، کتابُ الحَیض) ۔

(۲) حضرت ابن عباس اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مردوں میں خطبہ دینے کے

بعد حضورؐ عورتوں کی طرف تشریف لے جاتے اور انہیں علیحدہ وعظ فرماتے۔ مرد اس دوران حضورؐ کی واپسی کے انتظار میں اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ (مُسلِم ، صلوٰۃ العیدَین) ۔

(۳) اللہ نے عورت کو بہت لپیٹ کر اور سادگی سے باہر نکلنے کا حکم دیا ہے کہ اسکا لباس یا اسکا انداز اس پر کوئی غلط نظر نہ پڑنے دے۔ نماز کیلئے جائیں یا کہیں اور، اس بات کا خیال رہے کہ ایسی کوئی غلطی نہ ہونے پائے، جس پر حضرت عائشہ ؓ نے ناراض ہو کر فرمایا تھا کہ اگر نبی ﷺ دیکھتے کہ عورتوں نے کیا کچھ شروع کر دیا ہے، تو انھیں مسجدوں میں آنے سے اسی طرح روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔(بُخاری ، کتابُ الاذان)۔

اس پر ہم نے یہ تیر مار لیا کہ اُن گناہوں کو چھوڑنے کے بجائے خواتین کی عید کی نماز ہی چھڑوادی۔ اور ذمہ داری حضرت عائشہ ؓ کے اس جملے پر ڈال دی ۔

(۴) حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، سب کے ساتھ عید کی نماز پڑھی ہے۔ نبی ﷺ پہلے نماز پڑھاتے اور بعد میں خطبہ دیتے۔ خطبہ کے بعد آپ ؐ آگے آئے، ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو بٹھایا۔ گویا میں آپ ؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھ کر عورتوں کی طرف آئے۔ بلال ؓ آپ ؐ کے ساتھ تھے۔ وہاں آپ ؐ نے سورۃُ الْمُمْتَحَنَة کا یہ حصہ پڑھا:

''اے نبی۔ جب مؤمن عورتیں تمہارے پاس بیعت کیلئے آئیں، تو ان سے عہد لے لو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی۔ نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر لائینگی۔ اور کسی نیک کام میں آپکی نافرمانی نہیں کریں گی۔'' (آیت نمبر ۱۲) ۔

پھر آپ ؐ نے خواتین سے پوچھا کہ کیا تم ان شرائط پر قائم ہو۔ حضرت اسماءؓ بنت یزید بول اٹھیں، بالکل یارسول اللہؐ۔ پھر آپ ؐ نے کہا: صدقہ دو۔ حضرت بلالؓ نے کپڑا بچھا دیا۔ پھر وہ اپنے ہاتھ اپنے کانوں اور گردنوں کی طرف بڑھا کر اس میں ہار، چھلے، بالیاں اور دوسری چیزیں ڈالنے لگیں۔

(۵) اسی قسم کا مضمون حضرت جابرؓ سے مروی حدیث میں ملتا ہے کہ ایک دفعہ عید کی نماز کے بعد آپؐ نے حضرت بلالؓ کے سہارے سے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ پھر آپؐ عورتوں کی طرف آئے۔ حضرت بلال کے بازو پر آپؐ نے ٹیک لگایا ہوا تھا۔ آپؐ نے عورتوں کو نصیحت کی اور فرمایا کہ صدقہ کیا کرو، کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں۔ ایک صحابیہ، جن کے گال پر سیاہ داغ تھے، پوچھنے لگیں: کیوں یا رسول اللہؐ۔ فرمایا: کیونکہ تم لوگ گلے شکوے بہت کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ پھر آپؐ نے ان سے صدقہ دینے کیلئے کہا، تو وہ اپنے زیور اتار اتار کر حضرت بلالؓ کے پاس صدقہ دینے کیلئے جمع کروانے لگیں۔

(یہ دونوں احادیث بُخاری، کتابُ التفسیر، باب سورۃ المُمتَحَنَہ۔ مُسلِم، کتاب صلوٰۃ العیدَین۔ ابوداوٗد، کتابُ الصلوٰۃ۔ نَسَائی، کتاب الصلوۃُ العیدَین کی ہیں)

حضرت بلالؓ کی بھی کیا قسمت تھی کہ نبیﷺ نے سہارے کیلئے ان کا انتخاب فرمایا۔ اور شاید یہ آپؐ کی آخری عید کا ذکر ہو، جب کمزوری کی وجہ سے سہارا لینا پڑا۔

ایسا سارا مال نبیﷺ سب کے سامنے تقسیم فرما دیتے۔ آپؐ ایسی چیزیں کبھی بچا کر نہ رکھتے۔ اگر کوئی مستحق نہ بچتا، تو وہ مدینہ میں بیت المال میں جمع ہو جاتا۔

پھر حضورؐ جسے بھی دیتے اور جتنا بھی دیتے، اُسکی ضروریات اور اُسکی خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے دیتے۔ حضرت عوفؓ بن مالک بتاتے ہیں کہ نبیﷺ فئے کے اموال میں سے شادی شدہ کو دو حصہ دیتے اور غیر شادی شدہ کو ایک۔ چنانچہ آپؐ نے مجھے دو حصے دئے اور عمارؓ بن یاسر کو ایک (ابوداوٗد، کتابُ الخَراج)۔ اس زمانے میں جہاد میں گھوڑے کے بغیر کام ہی نہ چلتا تھا، اسلئے اسے پالنے کی ترغیب کیلئے اسکے مالک کو تین حصے دیتے۔ ایک اُسکا اپنا اور دو گھوڑے پر آنے والے اخراجات کیلئے۔ (ابوداوٗد، کتابُ الجھاد)

اور فرماتے: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو، تو میں یہی پسند کرونگا کہ مجھ پر تین راتیں بھی ایسی نہ گزریں، جب اس میں سے کچھ باقی رہ جائے۔ سوائے اِسکے کہ میں قرض ادا کرنے کچھ روک لوں۔'' (بُخاری، کتابُ الرِّقاق)۔

زکوٰۃ میں غنی، صحتمند اور کمانے کے قابل لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (حدیث نبوی ﷺ)

(ابو داوٗد، ح: ۱٦٤۳۔ نَسَائی، ح:۲٥۹۷۔ ترمِذی، ح: ٦٥۲۔ ابن ماجہ، ح: ۱۸۳۹)

اوپر والی حدیث کا عربی متن ہے:

لَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَّ لَا قَوِيٍّ مُّكْتَسِبٍ ۔ (ابوداوٗد، نَسَائی)۔

زکوٰۃ کیلئے قرآن و حدیث میں زکوٰۃ کا لفظ بھی آتا ہے اور صدقات کا بھی۔ عربی میں صدقہ تین معنوں میں آتا ہے۔ کسی بھی قسم کی نیکی، کوئی احسان اور دوسروں پر خرچ کرنا۔ جبکہ مال کیلئے قرآن خیر اور فضل اللہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ یہ اللہ کی رحمت اور احسان ہے۔

انکم ٹیکس آمدنی پر لگتا ہے اور زکوٰۃ بچت پر۔ اللہ نے زکوٰۃ کیلئے بچت کی ایک مقدار مقرر کر دی ہے۔ جب یہ جمع ہو جائے اور ایک قمری سال تک آپ کے پاس رہے، تو سال پورا ہوتے ہی اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائیگی۔ کتنی بچت پر کتنی، کسے اور کیسے ادا کرنی ہے؟ یہ سب آگے قرآن و حدیث سے۔ ورنہ روزوں کی طرح یہ رمضان میں فرض نہیں ہوتی۔

رمضان میں اسکی عام ادائیگی کی وجہ اس مہینہ کی مغفرت عام حاصل کرنے کی کوشش ہے۔

قرآن ہمیں خرچ کرنے کے دو بنیادی اصول سکھاتا ہے۔

(۱) اللہ کے پسندیدہ بندوں کی صفات:

''وہ لوگ، جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ کنجوسی۔

بلکہ ان کا خرچ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان رہتا ہے۔'' (سورۃ الفرقان، ٦٧)۔

(۲) ناپسندیدہ لوگوں کی صفات:

''اللہ کسی اکڑنے والے، غرور کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل ہی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور اللہ نے اپنے فضل سے انھیں جو کچھ عطا کر رکھا ہے، اسے چھپائے رکھتے ہیں۔'' (سورۃ النِّسَاء ٣٦، ٣٧)

اس تربیت کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتے ہیں کہ جو تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی ضروریات سے بچ جائے اور پورا سال بچا ہوا پڑا رہے، اسکا چالیسواں حصہ اللہ کے ان بندوں کی ضروریات پوری کرنے پر خرچ کر دو، جو اپنا بوجھ خود اٹھانے پر قادر نہیں ہیں۔ بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں کئی گنا اور بے حساب عطا کریں گے۔ یہی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، اللہ کی راہ میں کیا جانے والا کم سے کم خرچ، جسے ادا نہ کرنے والا مسلمان ہی نہیں رہتا۔

''جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے۔ پھر اس سے سات بالیں اگیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اللہ جسے چاہے، اس سے بھی زیادہ اجر عطا کر دیتا ہے۔'' (سورۃ البقرہ۔ ٢٦١)۔

احادیث میں صدقات اور زکوٰۃ کا ذکر۔

(۱) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے بکری ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا۔ جب نبیﷺ تشریف لائے، تو پوچھا کہ باقی کیا بچا ہے؟ ہم نے کہا کہ ایک دستی کے سوا کچھ بھی نہیں بچا۔ فرمایا: اس دستی کے سوا سبھی کچھ باقی ہے۔ (تِرمِذی ، صِفَۃُ القِیَامۃ)۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم۔ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو میں تم پر خرچ کرتا رہونگا۔'' (بخاری، النَفَقَات)

(۳) حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: '' قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے آدمی اس وقت تک نہیں ہٹ سکے گا، جب تک کہ اس سے پانچ باتوں کا حساب نہیں لے لیا جاتا۔ اسکی عمر کے بارے میں کہ زندگی کن کاموں میں گزاری۔ اسکے

علم کے بارے میں کہ کیا عمل کیا۔ اسکے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اسکے جسم کے بارے میں کہ اسے کس کام میں گھلایا۔'' (ترمذی، صِفَۃ القِیَامۃ)۔

(۴) ''بندہ کہتا ہے میرا مال۔ میرا مال، لیکن اسکا مال تو کل تین چیزیں ہیں۔ جو اس نے کھا پی لیا، وہ ختم ہو گیا۔ جو پہن لیا، وہ پرانا ہو گیا۔ اور جو کسی کو دیدیا، سو وہ جمع ہو گیا۔ باقی تو وہ لوگوں کیلئے چھوڑ کر جانے ہی والا ہے۔'' (مُسلِم، کتابُ الزُھد)۔

(۵) مشہور حدیث ہے: ''جب انسان مر جاتا ہے، تو اِس کے اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے۔ صدقۂ جاریہ، ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔ اور نیک اولاد، جو اس کیلئے دعا کرتی رہے۔'' (مُسلِم ، کتابُ الوَصِیۃ)۔

صدقۂ جاریہ کہتے ہیں ایسی نیکی کو، جس سے کسی کی موت کے بعد بھی لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔ یہی حدیث ابن ماجہ میں مزید وضاحت کے ساتھ ملتی ہے: ''مومن کے مرنے کے بعد بھی اسے اسکی کچھ نیکیوں اور اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ علم جو اس نے حاصل کیا اور پھیلایا۔ نیک اولاد جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی۔ قرآن جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑا۔ مسجد جو اس نے بنائی۔ مسافروں کیلئے رکنے کی جگہ بنائی۔ پانی کی نہر جو اس نے جاری کروائی۔ اور اللہ کی راہ میں کیا گیا کوئی خرچ، جو اس نے اپنے مال میں سے، اپنی صحت اور زندگی میں کیا۔ ان سب چیزوں کا ثواب اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔'' (ابن ماجہ، ٢٤٢)

غریب کا صدقہ

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک دن نبیﷺ سے پوچھا: کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: ''تنگدست کی کوششوں کا، اور ابتداء اپنے اہل و عیال سے کرنا۔'' (ابو داوٗد، الزکوٰۃ)۔

(۲) ایک دفعہ نبیﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان کیلئے صدقہ دینا ضروری ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ جس کے پاس مال نہ ہو؟ فرمایا: اپنے ہاتھ سے محنت کرے، خود بھی فائدہ اٹھائے اور خیرات بھی کرے۔ عرض کیا: اگر یہ نہ ہو سکے؟ فرمایا: کسی حاجت مند مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ پوچھا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ فرمایا: پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری بات سے

پرہیز کرے، یہی اسکا صدقہ ہے۔(بُخاری، کتابُ الزکوٰۃ) ۔

ایک دوسری حدیث تھی: ہر نیک عمل صدقہ ہے۔ (تِرمِذی ، کتابُ البرّو الصِّلَّۃ)

۔ایک اور حدیث ہے: تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے ۔ بھٹکے ہوئے اور کسی اندھے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، ہڈیاں وغیرہ ہٹانا بھی صدقہ ہے۔اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالدینا بھی صدقہ ہے۔(ترمِذی ، البِرّ و الصِّلّۃ) ۔ایک دفعہ نبیﷺ نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک آدمی کہیں جارہا تھا۔راستہ میں اس نے کانٹے دار شاخ دیکھی، تو اسے ہٹادیا ۔اللہ نے اُس کا یہی عمل قبول فرما کر اُسکی مغفرت فرمادی۔(تِرمِذی ، البِرّ و الصِّلّۃ) ۔

''بہترین چیزوں میں سے دینے کا حکم

قرآن کا چوتھا پارہ شروع ہی اس سے ہوتا ہے:

لَنۡ تَنَالُوۡا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۔(آل عمران)۔

''تم نیکی کو اُس وقت تک پا ہی نہیں سکتے ، جب تک کہ اپنی ان چیزوں میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو، جو تمہیں عزیز ہیں۔''

نبیﷺ کے زمانے میں مدینہ والوں کا عام پیشہ کھجور اور انگور کی زراعت تھی ۔ انصار میں سب سے زیادہ مالدار حضرت ابوطلحہؓ تھے۔ان کے کھجور کے باغات تھے۔جن میں سے بیرحاء والا باغ ان کیلئے سب سے زیادہ پسندیدہ بھی تھا اور اہم بھی ۔اسکی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں جہاں ہر طرف پانی کی تنگی تھی، اس باغ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں بھی تھا۔نمی والی میٹھی زمین کی وجہ سے اس میں پیداوار بھی خوب ہوتی تھی۔عربی میں بئر کنویں کو کہتے ہیں ۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا۔ نبیﷺ بھی وہاں جاتے اور اسکا ٹھنڈا میٹھا پانی پیتے۔ یہ اتنا گھنا اور درختوں سے بھرا ہوا تھا کہ اگر ایک دفعہ اسمیں کوئی چڑیا آجاتی، تو کھجور کے پتوں کے جھنڈ میں باہر نکلنے کا راستہ بمشکل تلاش کر پاتی ۔(مُوَطّا، کتابُ الصلوٰۃ) اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ۔میرا

سب سے محبوب مال یہ باغ ہے۔اور یہ آج سے اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔اور میں اللہ سے اسکے ثواب اور آخرت میں ذخیرہ ہوجانے کا امیدوار ہوں ۔ آپ اسے اللہ کے حکم کے مطابق استعمال میں لے آئیں ۔ نبیﷺ کہنے لگے: واہ ۔ یہ تو واقعی بڑا نفع دینے والا مال ہے۔ جو کچھ تم نے کہا، وہ بھی میں نے سن لیا۔اب میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔اس پر حضرت ابوطلحہؓ نے اسے اپنے چچازاد بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کردیا۔(بُخاری ، کتابُ الزکوٰۃ) ۔

ابتداء اپنے گھروالوں سے کرو ۔ (حدیث)

(۱) حضرت طارقؓ المَحَارَبی کہتے ہیں کہ ہم جس وقت مدینے پہنچے، تو نبیﷺ منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔اور فرمارہے تھے کہ دینے والا ہاتھ اوپر ہے۔اور ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرنا۔تمہاری ماں، تمہارا باپ، تمہاری بہن، تمہارا بھائی۔ پھر تمہارے قرابتدار۔پھر دوسرے قرابتدار۔(نَسَائی ، کتابُ الزکوٰۃ) ۔

(۲) ایک اور حدیث ہے: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرتے، جس کے قرابتدار محتاج ہوں اور وہ انھیں چھوڑ کر اوروں کو دیتا پھرے۔'' (طبرانی) ۔

(۳) ایک دفعہ نبیﷺ نے عید کی نماز میں ترغیب دی کہ صدقہ دو خواہ وہ تمہارے زیور میں سے ہی کیوں نہ ہو۔نماز کے بعد حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی بیوی حضرت زینبؓ نے آکر حضرت بلالؓ سے کہا کہ نبیﷺ سے پوچھ کر بتائیں کہ اگر میں اپنے شوہر اور اپنے زیر پرورش یتیم بچوں پر یہ پیسہ خرچ کروں، تو کیا یہ صدقہ میرے لئے صحیح ہوگا؟ حضرت ابومسعود انصاریؓ کی بیوی زینبؓ بھی یہی پوچھنے آئیں۔آپؐ نے فرمایا: ''ہاں، انھیں دوہرا اجر ملے گا۔قرابتداروں سے حسن سلوک کا اور صدقہ کا۔'' (بُخاری) ۔

(۴) ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ایک دفعہ نبیﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہؐ۔اگر میں ابوسلمہؓ کے بچوں پر خرچ کروں، تو کیا مجھے اِس کا اجر ملے گا، جبکہ وہ میرے ہی بچے ہیں۔ میں انھیں رزق کی تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھرنے کیلئے تو نہیں چھوڑ سکتی۔فرمایا: تم

ان پر خرچ کیا کرو۔ جو کچھ بھی تم ان پر خرچ کروگی، تمہیں اُس کا اجر ملے گا۔(بُخاری)۔

حضرت ابوسلمہؓ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر تھے، جن کے انتقال کے بعد ان کا نبی ﷺ سے نکاح ہوا تھا۔ اور بچے خود حضورؐ ہی کے زیرِ پرورش تھے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے زیرِ پرورش تھا۔ اور کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ برتن میں گھوم رہا تھا، تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''بیٹے۔ اللہ کا نام لو، سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' (ابن ماجه ، ابوابُ الْاَطْعِمَه) ۔

حضرت ام سلمہؓ کو یہ سوال اسلئے پوچھنا پڑا تھا کہ بچے تو ان کے اپنے تھے، لیکن ان پر جو پیسہ وہ خرچ کرتیں، وہ تو ان بچوں کے سوتیلے باپ، یعنی نبی ﷺ کا تھا۔

بہترین صدقه وہ ہے ، جو اپنی ضروریات پوری ہونے کے بعد دیا جائے ۔ (حدیث)

(۱) حضرت حکیمؓ بن حزام سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اور ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرنا۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری ہو جانے کے بعد دیا جائے۔(بُخاری، کتابُ الزکوٰۃ)۔

عربی میں اس حدیث میں جو جملہ آیا ہے، وہ ہے مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنِی ۔ اِس کے ایک معنی تو ہوئے، جو اپنی ضروریات پوری ہونے کے بعد دیا جائے۔ اور دوسرے معنی ہوئے، جسے دینے کے بعد بھی آدمی مالدار ہی رہے۔

(۲) خیبر کے باغات کی آمدنی میں حصہ ملنے سے پہلے تک مدینہ میں شدید غربت تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ ایسے ہی دنوں کا قصہ سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں کوئی صاحب ایسی حالت میں آئے کہ انھوں نے صرف لنگوٹ پہن رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے لوگوں کو کپڑے صدقہ کرنے کیلئے کہا۔ اور اکٹھے ہو جانے پر ان صاحب کو دو جوڑے دیدیئے۔ پھر جب آپؐ نے دوبارہ صدقہ کی بات شروع کی، تو ان صاحب نے ان دونوں میں سے ایک جوڑا صدقہ کے ڈھیر میں واپس ڈال دیا۔ اس پر نبی ﷺ ناراض ہو گئے اور ان سے کہا:

''اپنے کپڑے اٹھالو۔'' (ابوداؤد ، کتابُ الزکوٰۃ) ۔

کسی کو کچھ دے کر احسان نہ جتلاؤ

سورۃ البقرہ میں آتا ہے: ''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر نہ احسان جتاتے ہیں، نہ دکھ دیتے ہیں، اُنکا اجر اُن کے رب کے پاس ہے۔ ان کیلئے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں ہے۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر چشم پوشی اُس خیرات سے بہتر ہے، جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بُردباری اُس کی صفت ہے۔ ایمان والو۔ اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اُس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو، جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے خرچ کرتا ہے۔ اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ یومِ آخرت پر۔'' (سورۃ البقرہ ،آیت ٢٦٣ ۔ ٢٦٤) ۔

چھپا کر دو تاکہ لینے والے کی عزت نفس پر ضرب نہ لگے

''اگر اپنے صدقات علانیہ دو، تو یہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اگر چھپا کر حاجتمندوں کو دو، تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔ تمہاری بہت سی برائیاں اِس طرزِ عمل سے محو ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ کو بہرحال اُس کی خبر ہے۔'' (سورۃ البقرہ،آیت ٢٧١) ۔

احکام زکوٰۃ

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفُهٗ لَهٗ اَضْعَافاً کَثِیْرَۃً ۔
وَ اللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْسُطُ ۔ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ (سورۃ البقرۃ ،آیت ٢٤٥) ۔

''کون ہے جو اللہ کو قرض دے، ایک اچھا قرض،
جسے اللہ کئی گنا بڑھا کر واپس لوٹائے۔ بڑھانا اور گھٹانا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔
اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔''

قرآن کا ایک خاص انداز بیان ہے کہ یہ جو تم دوسروں پر خرچ کر رہے ہو، یہ ان کیلئے نہیں، اللہ کیلئے ہے۔ فی سبیل اللہ۔ اپنی کمائی کو اللہ کی امانت سمجھ کر، اپنی ضرورتیں روک کر اوروں کی ضرورتیں پوری کرنا۔ اپنی طاقت، وقت، مال، جسم کا آرام، سبھی کچھ اللہ کے

راستہ میں لگا کر مالک کی رضا ڈھونڈتے پھرنا۔ اپنا فالتو وقت بندوں کی حاجت روائی اور مظلوم کی دادرسی کیلئے استعمال کرنا۔ اپنی کمائی کو اللہ کی امانت سمجھ کر اس کیلئے حقداروں کو ڈھونڈتے پھرنا۔ زکوٰۃ اس خرچ کا کم سے کم حصہ ہے۔ اور اسکا بلند ترین درجہ:

یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ ۔ قُلِ الْعَفْوَ ۔(البقرۃ ،۲۱۹) ۔

''یہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہو کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔''

ایک دفعہ نبیﷺ نے لوگوں سے پوچھا: تم میں سے کون ہے، جسے اپنے وارثوں کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز ہو؟ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ۔ ہمیں تو اپنا ہی مال اپنے وارثوں کے مال سے زیادہ عزیز ہے۔ فرمایا: ''پھر انسان کا مال تو وہی ہے، جو اس نے آگے بھیج دیا، جو پیچھے چھوڑ گیا وہ تو سب وارثوں ہی کا ہے۔''(بُخاری ، کتابُ الرِّقا ق)۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

سورۂ توبہ میں آتا ہے: ''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں۔

اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انھیں عذاب الیم کی خوشخبری سنادو۔

ایک دن اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائیگی۔

پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

یہی ہے وہ خزانہ، جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے۔

لو، اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''(آیت ۳٤، ۳۵) ۔

نبیﷺ کے زمانے میں کاغذی نوٹ نہیں ہوتے تھے۔ سارا لین دین سکوں میں ہوتا تھا۔ آج کا سکہ تانبہ کا ہے، اُس وقت سونے چاندی سے بنتا تھا۔ بڑا سکہ سونے کا دینار اور چھوٹا سکہ چاندی کا درہم۔ ایک دینار دس درہم کے برابر تھا۔ اس آیت میں سونے چاندی سے مراد پیسہ جمع کرنا بھی ہوسکتا ہے، خالصتاً سونا چاندی بھی اور ان کا زیور بھی۔

وہ اموال جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کیلئے قرآن چار مختلف اصطلاحیں استعمال کرتا ہے۔ زکوٰۃ، عشر، خمس،

صدقات۔ اور احادیث میں پانچ چیزوں کی زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ نقدی اور سونا چاندی، مال تجارت، زرعی پیداوار، مویشی اور زمین سے نکلنے والی چیزیں۔ جیسے ہمارے ہاں تیل، گیس اور سنگ مرمر ہیں۔ ان سب کی آمدنی پر زکوٰۃ نافذ ہوگی۔ تفصیلات آگے احادیث میں۔

ہماری عام بچت اور سونے اور چاندی کی شرح زکوٰۃ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبیﷺ کے زمانے کے سکے درہم اور دینار تھے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبیﷺ کا حکم عام تھا کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہے۔ ایک سو نوے درہموں تک کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن جب وہ دوسو ہو جائیں اور ان پر ایک سال گزر جائے، تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ اور جب تک تمہارے پاس بیس دینار نہ ہوں یا ان پر پورا سال نہ گزرے، تم پر کوئی چیز نہیں ہے۔ جب بیس دینار ہو جائیں تو اس پر نصف دینار زکوٰۃ ہے۔ پھر اس سے جتنا زیادہ ہوگا اس پر اسی حساب سے زکوٰۃ نافذ ہوگی۔''(ابوداؤد)

دوسو درہم کے سکے ڈھالنے میں پانچ اوقیہ چاندی لگتی تھی۔ (بخاری، ۱٤٤۷) ۔

اور بیس دینار کے سکے ڈھالنے میں بیس مثقال سونا۔(ابو عُبَید)۔ چنانچہ ایک حدیث ہے۔

''چاندی کے ہر پانچ اوقیہ میں پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی۔ اور جو اس سے زیادہ ہو، تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ دینی ہوگی۔ لیکن پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور ہر چالیس دینار پر ایک دینار زکوٰۃ ہوگی۔''(حاکِم ، کتابُ الزکوٰۃ) ۔

اوقیہ اور مثقال نبیﷺ کے دور کے وزن کے پیمانے تھے، جیسے آج سیر اور کلو ہے۔

آج کے دور کی کرنسی میں زکوٰۃ کا نصاب

ان احادیث میں دو باتیں ہیں۔ ایک کم سے کم نصاب زکوٰۃ۔ اور دوسری یہ کہ اس سے جتنا زیادہ مال ہو، اس پر اسی حساب سے زکوٰۃ نافذ ہوگی۔ یعنی ایک دفعہ بچت اس نصاب کی حد تک پہنچ جائے، تو تاریخ لکھ کر رکھ لیں۔ پھر ہر سال اسی قمری تاریخ کو جتنی بچت، کاروبار میں لگایا ہوا سرمایہ (Investment)، مال تجارت، زرعی پیداوار یا مویشی آپ کے پاس ہوں، سب کی کل مالیت پر زکوٰۃ فرض ہو جائیگی، خواہ سب پر سال گزرے یا

نہ گزرے۔ اگر کبھی یہ نصاب سے کم ہو گیا، تو اس سال کی زکوٰۃ آپ پر فرض نہیں رہی۔ کل مال پر سال گزرنے نہ گزرنے کے مسئلہ پر احادیث آگے مال تجارت کی زکوٰۃ میں آ رہی ہیں

دوسو درہم پر پانچ درہم اور بیس دینار پر نصف دینار کا مطلب ہوا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد۔ چونکہ نبی ﷺ کے دور کی کرنسی سونے چاندی کے سکے دینار اور درہم تھے، اسلئے آج ہم زکوٰۃ کا نصاب معلوم کرنے کیلئے حساب لگاتے ہیں کہ ایک دینار میں کتنا سونا اور ایک درہم میں کتنی چاندی ہوتی تھی۔ اور آج اتنے سونے چاندی کی قیمت کیا ہے۔

اب نہ نبی ﷺ کے دور کے درہم و دینار باقی بچے ہیں نہ صاع، اوقیہ اور مثقال کہ ہم جدید مشینوں پر گرام بلکہ ملی گرام اور مائیکرون میں بھی ان کا بالکل صحیح وزن کر لیں۔ کتابوں میں لکھے درہم و دینار کو آج کے اوزان میں بدلنے میں انیس بیس کا فرق ہو جاتا ہے

پاکستان اور ہندوستان میں سالوں سے جو حساب رائج چلا آ رہا ہے، اسکے مطابق دوسو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی کا وزن ساڑھے باون تولہ بنتا ہے۔ اور بیس دینار یا بیس مثقال سونے کا وزن ساڑھے سات تولہ۔ اس حساب سے دوسو درہم کے 612.36 گرام بنے۔ اور بیس دینار کے 87.5 گرام۔ جبکہ دنیا کے دیگر ممالک کے محققین نے دوسو درہم کا وزن 595 گرام اور بیس دینار کا وزن 85 گرام لگایا ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے نصاب کا حساب احتیاطاً کم سے کم وزن یعنی 595 گرام چاندی اور 85 گرام سونے سے ہی لگائیں، تاکہ اللہ کا کوئی قرض آپ پر باقی نہ رہے۔

پھر یہ دوسو درہم یا بیس دینار والی حدیث بتا رہی ہے کہ نبی ﷺ کے دور میں سونے اور چاندی کی قیمت میں ایک اور دس کا فرق تھا۔ چاندی کے دس درہم سونے کے ایک دینار کے برابر تھے۔ جو چیز دس درہم میں آتی، وہ ایک دینار میں بھی آ جاتی۔ لیکن اب یہ فرق ایک اور پچاس سے بھی اوپر نکل گیا ہے۔ اگر ایک ہزار کی دس گرام چاندی ہے تو پچاس ہزار کا دس گرام سونا۔ اگر ایک ہزار اور پچاس ہزار سے ہی حساب لگائیں تو سونے کا نصاب 85 گرام کا سوا چار لاکھ روپے۔ اور چاندی کا نصاب 595 گرام کا ساٹھ ہزار روپے

کے قریب بنتا ہے۔ پھر ہماری زکوٰۃ کا نصاب کیا ہو گا، ساٹھ ہزار یا سوا چار لاکھ؟

اسکا جواب نبی ﷺ کی اس حدیث سے مل رہا ہے، جس میں آپؐ نے غنی کی تعریف بتاتے ہوئے سونے کی مقدار کو چاندی کی قیمت سے ہی ناپتے ہوئے فرمایا تھا: ''جس نے غنی ہوتے ہوئے مانگا، قیامت کے دن اسکا سوال اسکے منہ پر چھلے ہوئے زخم کا نشان بن کر آئیگا۔'' کسی نے پوچھا: یا رسول اللہؐ۔ غنی کی تعریف کیا ہے، تو فرمایا: ''پچاس درہم یا اسکی مالیت کا سونا۔'' (ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، ح: ۱٦۲٦)۔

دوسو درہم 595 گرام کے حساب سے پچاس درہم کے 149 گرام بنے، اور جس کے پاس 149 گرام چاندی کی قیمت جتنا پیسہ ہو، اسے نبی ﷺ نے غنی قرار دیا ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت عمروؓ بن حزم کو زکوٰۃ، قصاص اور دیت کے جو احکام لکھوائے تھے۔ اسمیں ایک جملہ یہ بھی تھا: ''جب سونے کی قیمت دوسو درہم تک پہنچ جائے، تو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم زکوٰۃ دینی ہوگی۔'' (حاکم، کتاب الزکوٰۃ، ح: ۱٤٤٦)

ان دونوں احادیث میں نبی ﷺ نے سونے کی قیمت کو چاندی سے ناپا ہے۔ اسی وجہ سے زکوٰۃ کیلئے چاندی ہی کی قیمت کو نصاب سمجھا جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، نقدی یا مال تجارت اور پیداوار ملا کر اتنا کچھ ہو جائے کہ چاندی کے نصاب کو پہنچ رہا ہو، تو اسے اسکی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ ہر چیز کے علیحدہ علیحدہ نصاب تک پہنچنے کا انتظار نہیں کرنا ہوگا۔ (مُوطّا، کتاب الزکوٰۃ)۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کا صدیوں سے اسی پر عمل ہے۔

عورت کے زیور کی زکوٰۃ

زیور کی زکوٰۃ پر اختلاف ہے، لیکن صحیح احادیث میں اسکی ادائیگی کا ہی حکم ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ میرے ہاں آئے، تو آپ نے دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں چاندی کی موٹی موٹی انگوٹھیاں ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے، عائشہ؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ، یہ تو میں نے آپ ہی کیلئے زیبائش کرنے پہنی ہیں۔ فرمایا: ''کیا تم اسکی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟'' میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: ''پھر تو تمہیں جہنم میں لے

جانے کیلئے صرف یہی کافی ہو جائیں گی۔'' (ابو داوٗد، کتابُ الزکوٰۃ)۔

ایک دفعہ ایک صحابیہ نبیﷺ کے پاس اپنی کم عمر بچی کو لیکر آئیں۔ بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ نبیﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم اسکی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم پسند کرو گی کہ قیامت کے دن اللہ تمہیں ان کے بدلہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ انھوں نے بچی کے ہاتھ سے کنگن اتار کر نبیﷺ کے سامنے رکھ دیئے اور کہنے لگیں کہ یہ اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہیں۔ (ابو داوٗد، نسائی، احمد)

اللہ اور رسول کیلئے ہیں کا مطلب ہوا آپ جہاں چاہیں استعمال کر لیں۔

ترمذی اور احمد میں اسی مضمون کی حدیث میں بچی کے بجائے دو صحابیات کا ذکر ہے، جنھیں نبیﷺ نے زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی تھی۔ (مُسنَد احمد، تِرمِذی)۔

ہمارے ہاں جو مشہور ہو گیا ہے کہ پہننے کے زیور پر زکوٰۃ نہیں ہے، اسکی وجہ مُوَطّا کی دو روایات ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی زیر سرپرستی بچیوں کے زیور کی زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ وہ زیور نصاب سے کم رہا ہو۔

کیونکہ اوپر دی ہوئی ابو داوٗد، نسائی، ترمذی اور احمد کی احادیث صحیح ہیں۔ اور ان میں سونے چاندی کا زیور پہننے پر اسکی زکوٰۃ دینے کا بالکل واضح حکم مل رہا ہے۔

پھر ان صحابیہ کا بچی کے کنگن اتار کر نبیﷺ کے حوالے کر دینا، یا عید کی نماز کے بعد حضرت بلالؓ کا صدقات جمع کرنا۔ یہ سب پڑھتے ہوئے یہ یاد رکھیں کہ نبیﷺ صرف اللہ کے رسول ہی نہیں، دس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سلطنت اسلامیہ کے صدر، وزیر اعظم، وزیر دفاع، وزیر خارجہ، وزیر خزانہ، کمانڈر انچیف، چیف جسٹس، سبھی کچھ تھے۔ اور ایسا سارا مال اسی رات کو سونے سے پہلے پہلے ضرور تمند مسلمانوں میں بانٹ دیتے تھے۔ سب کے سامنے آتا اور سب کے سامنے ہی تقسیم ہو جاتا۔ بچا کر اپنے گھر کچھ نہ لے جاتے۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہونے پر نبیﷺ کی نفلی روزے کی نیت کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

پھر زیور کی زکوٰۃ کیلئے ایک بات بہت اہم ہے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب سے

مروی ہے کہ ایک دفعہ نبیﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ میں ریشم اور الٹے ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کیلئے حرام کر دی گئی ہیں (ابو داوٗد، اللِّباس)

مردوں پر تو سونا حرام ہے ہی، مگر عورت کیلئے بھی سونا کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔

ایک دفعہ نبیﷺ حضرت فاطمہؓ کے ہاں آئے تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں سونے کا ایک ہار ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے بتایا کہ یہ مجھے ابوالحسن (حضرت علیؓ) نے تحفتاً دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: فاطمہ، کیا تم یہ پسند کرو گی کہ لوگ کہیں کہ پیغمبر کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔ پھر آپؐ چلے گئے، بیٹھے نہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے وہ زنجیر بکنے کیلئے بازار میں دیدی۔ اور اسکی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ اس پر نبیﷺ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ کو جہنم کی آگ سے نجات بخشی (نَسَائی، ح: ٥١٥٥۔احادیثُ الصَّحیحة، ح: ٤١١)

ایک ضعیف حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے سونے کے پازیب پہنے، تو نبیﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتاؤں؟ تم چاندی کی پازیب بنا کر اسے پیلے رنگ سے رنگ لو۔ (نَسَائی، کتاب الزینة، ح: ٥١٥٨)۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبیﷺ کے خطبہ کے دوران ایک سخت مزاج دیہاتی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ۔ ہمیں تو قحط سالی کھا جائیگی۔ آپؐ نے فرمایا: ''مجھے تمہارے متعلق ایک دوسرا اندیشہ ہے، جب تم پر دنیا کو انڈیل دیا جائیگا۔ کاش میری امت اس وقت سونے کا زیور نہ پہنے۔'' (مُسند احمد، ٢١٦٨٠، ٢١٦٩٧)

حضرت ام سلمہؓ کی ایک حدیث مشہور ہے کہ وہ سونے کا ہار پہنا کرتی تھیں۔ انھوں نے نبیﷺ سے پوچھا کہ کیا یہ کنز (جمع شدہ مال) ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ جو مال نصاب کو پہنچ جائے اور اُس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔ (ابو داوٗد) ۔لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، اور اِسکی سند منقطع ہے۔ جبکہ حضرت فاطمہؓ کے ہار والی حدیث صحیح ہے۔

عورت کیلئے سونے کی اجازت اور ممانعت دونوں پر صحیح احادیث ملتی ہیں۔ اور جب ایک ہی بات پر دو مختلف احکام مل رہے ہوں، تو ابتدائی دور کے حکم کو منسوخ سمجھ کر بعد

کے حکم پر عمل کیا جاتا ہے۔کئی احادیث میں آتا ہے کہ بدر کے میدان میں یہ ہوا، یا فتح مکہ کے وقت یہ ہوا یا خیبر میں یہ ہوا۔ان سے اس حدیث کا زمانہ معلوم ہو جاتا ہے،لیکن زیور کی اکثر احادیث سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کب کی ہیں،اور کونسا حکم منسوخ ہے۔

البتہ حضرت فاطمہؓ والی حدیث حضرت حسنؓ کی پیدائش (رمضان ۳ھ) کے بعد کی ہے، کیونکہ وہ حضرت علیؓ کا ذکر ابوالحسن کے نام سے کر رہی ہیں۔اور نبی ﷺ کے انتقال کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر چھ سال تھی۔(رَحِیقُ المَختُوم)۔

پھر جن احادیث میں سونا پہننے کی اجازت ملتی ہے،تو ان میں مُـقَـطَّـعًـا کا لفظ آیا ہے،یعنی بالکل ہی چھوٹا سا، بہت معمولی ٹکڑا۔(نَسَائی،ح:٥١٦٤ تا ٥١٧٥)۔صرف ایک آدھ حدیث، جیسے بچی کے کنگن والی میں سونے کے کسی بڑے زیور کا ذکر ہے۔

پھر کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ خواتین احتیاطاً ہلکے پھلکے چھوٹے ٹکڑوں سے زیادہ سونے کا زیور نہ پہنیں۔ایک تو اسکی شرعی حیثیت مشکوک ہے۔اور نبی ﷺ کا حکم ہے کہ جو چیز تمہیں شک میں ڈالے،اسے چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر لو جو شک میں ڈالنے والی نہ ہو۔(تِرمِذی، صفة القیامة)۔ پھر شادیوں میں یہ فراہم کرنا باپ بھائی کیلئے ساری عمر کا قرض اور عذاب بن جاتا ہے۔ جتنے میں ایک تولہ سونا آتا ہے،مصنوعی زیور کے چار سیٹ آجاتے ہیں۔ پھر اس کیلئے اپنا پیٹ کاٹ کر یا بے ایمانیاں کر کے پیسہ جمع کر کے اپنی قبر میں آگ بھرنا کونسی عقلمندی ہے؟ ایک حدیث ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے برے درجہ والا وہ شخص ہوگا،جس نے دوسرے کی دنیا بنانے کیلئے اپنی آخرت تباہ کر لی۔(ابن ماجہ)۔

ملکی معیشت کے لحاظ سے بھی یہ سونے کے زیوروں میں اٹکا ہوا ڈبوں میں بند پیسہ اگر گھر کی ضروریات یا کہیں کاروبار یا صنعت میں کام آجائے،تو سب کا بھلا ہو جائے۔

جیسے نبی ﷺ کی اور سنتیں مغرب نے اپنا لیں، چاندی کے زیور کو پیلا کر کے پہننے اور سونے کے بالکل چھوٹے ٹکڑے (واقعی مُـقَـطَّـعًـا) استعمال کرنے کا حکم بھی انھوں نے اپنا لیا ہے۔اب مغرب میں مصنوعی زیورات ہی چلتے ہیں۔سونا اگر ہوتا بھی ہے،تو کم سے کم

بالکل معمولی۔ باقی سونے کے ذخائر ملک کی کرنسی کو سہارا دینے ان کے اسٹیٹ بینک میں محفوظ ہوتے ہیں۔لوگوں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ اگر وہ بینکوں میں اپنا سونا ڈیپازٹ کروا دیں،تو اِسکے بدلہ انھیں ماہانہ سود ادا کیا جائیگا اور ان کا سونا بھی محفوظ رہیگا۔جبکہ ہمارے ہاں ہندو کلچر کے اثرات اتنے گہرے ہیں کہ سونے کا زیور ہر عورت کیلئے فخر کی علامت بن گیا ہے۔رہی ممانعت کی احادیث،تو کوئی سننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتا کہ نسائی کی کتاب الزینة میں ان پر پورا باب موجود ہے۔ملکی خزانے میں سونے کے ذخائر کم سے کم ہونے سے ہمارے روپے کی قیمت روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہے۔دو روپے کا ڈالر آج سو روپے تک پہنچ گیا ہے۔غیر ملکی قرضے سارے امریکن ڈالروں میں ہیں۔ہم لاکھ ادا کرتے جائیں، لیکن روپے کی قدر مسلسل گھٹتی جانے سے یہ قرضے اور انکا سود روزانہ ہی بڑھتا جا رہا ہے، قوم غلام بن رہی ہے۔لیکن سونے کا زیور ہماری عزت کا سوال ہے۔اسکے بغیر ڈولی نہیں اٹھے گی، خواہ کسی کی جیب کاٹنی پڑے۔ جبکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:''کھاؤ اور صدقہ کرو۔پہنو،لیکن اس میں اسراف اور تکبر سے بچو۔''(نَسَائی،کتابُ الزکوٰة)۔

اموال تجارت کی زکوٰۃ کا نظام آج کے دور کے سیلز ٹیکس اور آڈٹ کی طرح ہے

''ایمان والو۔اپنے عمدہ مال،جو تم نے کمائے ہیں
اور جنھیں ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے،انھیں زکوٰۃ کی شکل میں نکالو۔
اس میں بری چیزیں چھانٹ چھانٹ کر نہ دو۔
جنھیں اگر کوئی تمہیں دے،تو تم اسے لینا پسند نہ کرو۔'' (سورة البقرة ، ٢٦٧)۔

یہ آیت مال تجارت اور پیداوار دونوں کی زکوٰۃ کا حکم دے رہی ہے۔جس تاریخ کو کاروبار میں لگایا ہوا سرمایہ یا مال تجارت کم سے کم نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے۔اور پھر اس پر ایک قمری سال گزر جائے،تو جب تک وہ نصاب سے کم نہ ہو جائے،اس پر ہر سال قمری مہینہ کی اسی تاریخ کو زکوٰۃ فرض ہو جائیگی۔اور اس کم سے کم نصاب کو احتیاطاً 595 گرام

چاندی کی قیمت ہی سے جوڑنا بہتر ہے تاکہ آپ کے ذمہ اللہ کا کوئی قرض باقی نہ رہ جائے۔

اگر سال کے آخر میں مال یا آپکا سرمایہ نصاب سے کم ہوگیا، تو اس پر زکوٰۃ باقی نہیں رہی۔

(۱) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سامان میں زکوٰۃ نہیں ہے، سوائے اُسکے جو تجارت کیلئے ہو۔(صحیح ۔بَیْهَقِی فی سُنَنِ الکُبریٰ، کتابُ الزکوٰۃ)۔

(۲) مال تجارت کی زکوٰۃ کیلئے نبی ﷺ سال میں ایک دفعہ ہر علاقہ میں زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین زکوٰۃ (انسپکٹر) کو بھیجتے۔ اور انھیں موقع پر جا کر بذات خود سارا مال چیک کر کے اس پر عائد ہونے والی زکوٰۃ اور عشر کا حساب لگا کر وہیں مجمع میں سب کے سامنے وصول کر کے، وہیں سب کے سامنے تقسیم کر دینے کا حکم دیتے تھے۔ فصل کی کھیتوں پر مویشی کی چراہ گاہوں میں۔ دکان، کارخانے اور گودام کا اسی جگہ، جہاں مال موجود ہو۔

اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک دفعہ کوئی صاحب نصاب بن جاتا تو نبی ﷺ سال کے اختتام پر اسکے کل مال کی مجموعی مالیت پر ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ عامل کو مال چیک کرنے کا حکم تھا، ریکارڈ چیک کرنے کا نہیں کہ کس پر سال گزر رہا ہے اور کس پر نہیں

(۳) آپؐ کا فرمان ہے: ''عامل ایک جگہ بیٹھ کر علاقہ کے مویشی اپنے پاس نہ منگوائے ۔اور نہ ہی مال کا مالک اسے دور لیجائے۔ بلکہ جو جہاں رہتا ہے وہیں جا کر اسکی زکوٰۃ وصول کی جائے۔'' (ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ)۔

(۴) ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا تھا: ''اونٹوں پر زکوٰۃ ہے، بھیڑوں پر زکوٰۃ ہے، گائیوں پر زکوٰۃ ہے اور تجارت کے کپڑے پر زکوٰۃ ہے۔'' (دَارَ قُطْنِیْ)۔ غلہ میں سے غلہ، بکریوں میں سے بکریاں اونٹوں میں سے اونٹ اور گائیوں میں سے گائیں۔(ابوداؤد)۔

(۵) ایک ضعیف حدیث ہے کہ جسے سال کے دوران کوئی مال ملے، اس پر اس وقت تک کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، جب تک کہ اس پر اسکے مالک کے پاس پورا سال نہ گزر جائے۔ لیکن موقع پر خود جا کر عامل کو حساب لگانے اور مال کی تشخیص کرنے کی کئی صحیح احادیث ہیں۔

(۶) بخاری میں دو احادیث ملتی ہیں کہ نہ تو صرف وہ مال لیں، جس کی طلب زیادہ ہو

اور نہ وہ لیں، جو ایک طرف بیکار پڑا ہوا اور اس سے جان چھڑانی ہو۔ بلکہ درمیانے درجہ کا ملا جلا مال لیں۔ البتہ اگر کسی کا مال رکنے والا نہ ہو، مثلاً دودھ دہی، سبزی، گوشت، ٹیکسیاں، بسیں۔ تو یہ اپنے سالانہ منافع سے ڈھائی فیصد تجارتی زکوٰۃ ادا کریں گے۔

(۷) مشترکہ کاروبار کیلئے نبی ﷺ کی ہدایت تھی کہ اسکے حصہ دار اسکی زکوٰۃ اپنے اپنے حصہ کے مطابق ادا کریں۔(بُخاری، الزکوٰۃ)۔ آج کے دور میں شیئرز پر یہی لاگو ہوگا۔

(۸) پھر نبی ﷺ نے زکوٰۃ جمع کرنے والے عامل یا کسی بھی ذمہ دار عہدہ پر فائز شخص کو کسی بھی قسم کا کوئی تحفہ لینے کی اجازت نہیں دی ہے۔ ایک دفعہ آپؐ نے بنوسلیم کی زکوٰۃ وصول کرنے ایک صحابی کو عامل بنا کر بھیجا۔ واپس آ کر انھوں نے مال کے دو حصے دکھائے۔ اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ۔ یہ بیت المال کیلئے ہے۔ اور یہ لوگوں نے مجھے تحفتاً دیا ہے۔ حضورؐ ان کی یہ بات سنکر ناراض ہوگئے اور فرمایا: پھر تم اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھے رہے۔ اگر تم سچے ہو تو یہ تحفہ تمہیں وہیں مل جاتا۔(بُخاری، کتاب الحیل)۔

یہ سارا نظام موجودہ دور کے سیلز ٹیکس اور آڈٹ کی طرح ہے۔ فرق یہ ہے کہ اسمیں محض کمانا نہیں، بلکہ اللہ کے ان بندوں کا بھی حصہ نکالکر ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تک پہنچا دینا ہے، جو اپنی ضرورتیں خود پوری نہیں کر سکتے۔ آج کے دور کے انسپکٹر یا آڈیٹر کی طرح عامل کو ٹیکس کی پرچی بنا کر کسی کو دینی ہے، نہ اپنے ساتھ کچھ لیجانا ہے۔ وہیں جمع کرنا ہے اور وہیں سب کے سامنے تقسیم کر کے خود خالی ہاتھ واپس لوٹ جانا ہے۔ کچھ بچے، تو بھرے مجمع میں فہرست بنا کر انہی میں سے کسی کے ہاتھ بیت المال بھیج دینا ہے۔ ہر کام مجمع کے سامنے ہو، تو بے ایمانی کی گنجائش ہی کہاں بچی۔ تنخواہ بھی اسے زکوٰۃ ہی کی مد سے لیکن بیت المال سے ملیگی۔

جس جگہ کی زکوٰۃ ہو، اُسے وہیں تقسیم کر دینے کا حکم

(۱) حضرت ابی جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی ﷺ کے مقرر کردہ عامل زکوٰۃ جمع کرنے کیلئے آئے۔ انھوں نے ہمارے امیروں سے زکوٰۃ وصول کی اور ہمارے غریبوں میں تقسیم کر دی۔ میں بھی ایک یتیم لڑکا تھا۔ انھوں نے مجھے بھی ایک اونٹنی دی۔(ترمذی)۔

زکوٰۃ میں حساب سے بڑھ کر ادائیگی کر دینا

(۱) حضرت اُبَیؓ بن کعب کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور کیا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا، تو انھوں نے اپنا سارا مال جمع کیا۔ ان کے ذمہ اونٹ کا دو سالہ بچہ بنتا تھا۔ میں نے ان سے وہی مانگا، تو کہنے لگے کہ اس سے کیا فائدہ جو نہ دودھ دے، نہ سواری کے قابل ہو۔ آپ یہ جوان اور خوب موٹی تازی اونٹنی لے لیں۔ میں نے کہا کہ جس چیز کا مجھے حکم نہیں ہے، وہ میں کیسے لے سکتا ہوں؟ نبی ﷺ قریب ہی موجود ہیں۔ آپ ان سے پوچھ لیں۔ اگر انھوں نے قبول کرلیا، تو میں بھی لے لونگا۔ ورنہ میں نہیں لے سکتا۔ وہ مان گئے۔ اور میرے ساتھ اس اونٹنی کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی ﷺ نے سارا قصہ سن کر فرمایا کہ تمہارے ذمہ تو وہی دو سالہ بچہ ہی نکلتا ہے۔ لیکن اگر تم اس سے زیادہ ادا کرنا چاہتے ہو، تو اللہ تمہیں اسکا اجر عطا فرمائے۔ ہم اسے لے لیں گے۔ وہ اپنی موٹی تازی جوان اونٹنی پیش کر کے کہنے لگے کہ یا رسول اللہ۔ یہی وہ اونٹنی ہے۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ نبی ﷺ نے حضرت اُبَیؓ کو اسے قبول کر لینے کا حکم دیا اور ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ (ابوداوٗد ، کتاب الزکوٰۃ) ۔

جائیداد کی زکوٰۃ

ہمارے ہاں بچت کا ایک عام طریقہ ہے کہ کسی سستی جگہ کوئی جائیداد لے لی اور وقت کے ساتھ قیمت بڑھنے پر بیچ دی۔ ایسی جائیداد مال تجارت ہے، جس کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔ اور اگر اس جائیداد کو کرایہ پر دیا ہوا ہو، تو اسکے کرایہ کی سالانہ بچت پر الگ زکوٰۃ ہوگی جائیدادوں کی زکوٰۃ ، ان کے ریٹ کے حساب سے لاکھوں اور بعض اوقات کروڑوں تک پہنچ سکتی ہے۔ اب ہر سال اتنی رقم اور اتنا ایمان بھی کس کے پاس ہوگا کہ وہ لاکھوں روپیہ زکوٰۃ میں دے سکے، جبکہ اس سے آمدنی ایک پیسہ کی بھی نہ ہو رہی ہو؟
اس معاملہ میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) کا عمل ہمارے حسب حال ہے۔ انھوں نے جب لوگوں کو ان کی جائیدادیں لوٹائیں تو اپنے عمال کو خط لکھا کہ اسکی اُس

ایک سال کی زکوٰۃ وصول کرلیں جس میں وہ مال ملا ہے۔ جتنا عرصہ رکا رہا، اسکی نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے تک تو وہ مالُ الضِّمَار یعنی رکا ہوا مال تھا۔ اُسوقت نبی ﷺ کی تربیت یافتہ نسل کے جتنے لوگ زندہ تھے، کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ (مُوَطّا اِمام مالِك) ۔
جائیداد بھی رُکا ہوا مال، یعنی مالُ الضمار ہے۔ جبکہ تاجر دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنا مال بیچتا اور نیا خریدتا رہتا ہے۔ دوسرا وہ جو مال روکے رکھتا ہے اور سالوں فروخت نہیں کرتا۔ پہلی قسم کے مال پر تو ہر سال زکوٰۃ دینا لازم ہے۔ مگر دوسری قسم کے مال پر اسی وقت زکوٰۃ نافذ ہوگی، جب وہ بکے۔ ورنہ پیسہ ہی نہ ہوا، تو زکوٰۃ کس چیز پر لگے گی؟ ایک سال کی زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد اگلے سالوں میں وہ مال، یا اسکا جتنا بھی حصہ مالک کے پاس رہا، تو اس پر زکوٰۃ کے عام احکام نافذ ہونگے۔

قرض پر دیئے گئے مال کی زکوٰۃ

زکوٰۃ اس مال پر فرض ہوتی ہے، جو آپ کے پاس سارا سال رہے۔ جو کسی کو قرض دیدیا، وہ بھی مالُ الضِّمَار ہے۔ اگر واپس آیا، تو زکوٰۃ کی نوبت آئیگی۔ (مُوَطّا) ۔
ویسے قرض کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ’’ جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی، تو اسے قرض کی ادائیگی سے پہلے تک ہر روز اتنا ہی صدقہ کرنے کا ثواب ملیگا۔ اور قرض واجب الادا ہو جانے کا دن آجانے کے بعد اگر اس نے مزید مہلت دی، تو اسے ہر روز دوگنا ثواب ملے گا۔‘‘ (احادیث الصحیحه ، ح:۸٦) ۔

مقروض کی زکوٰۃ

تابعی حضرت یزید بن خُصَیْفَة نے ایک دفعہ ایک دوسرے تابعی حضرت سلیمان بن یسار سے پوچھا کہ ایک شخص کے پاس مال ہے، لیکن اس پر قرض بھی ہے، تو کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟ وہ بولے: نہیں۔ (مُوَطّا اِمام مالِك ، کتابُ الزکوٰۃ) ۔
لیکن یہ اس قرض کا ذکر ہے، جو مجبوراً کسی کو لینا پڑے۔ آج کے دور کی لیزنگ اور قسطوں پر خریدے گئے سامان کے سودی قرضوں کا نہیں۔ اور بینک اور لیزنگ کمپنیاں

مجبور کو نہیں، مالی اعتبار سے مضبوط پارٹیوں کو ہی اس قرض دیتی ہیں۔ رہن اور ضمانت رکھ کر ۔اور پھر واپسی کوئی سالوں پر پھیلا کر کئی گنا زیادہ سود کی شکل میں وصول کرتی ہیں۔ اور اگر کسی کے پاس پیسہ آجائے اور وہ اس قرض کو اکٹھا ادا کرنا چاہے، تو یہ صرف اصل زر واپس نہیں لیتیں۔ بلکہ اس پر معاہدہ کے تمام سالوں میں جو سود لگتا ہے، اس سمیت واپسی کا مطالبہ کرتی ہیں۔ان کا بزنس ہی یہی ہے۔اور سود تو ہر صورت میں حرام ہے۔

ذاتی استعمال کی چیزوں اور وقف اموال پر کوئی زکوٰۃ نہیں

(۱) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ پیداوار کے ذرائع پر نہیں ہے۔(ابوداؤد)۔ذاتی استعمال کا گھر، سامان، کپڑے، فرنیچر، گاڑی اور کارخانہ، آلات، مشینیں، دکان، اسکا سامان، ان سب پر زکوٰۃ کا حکم کہیں نہیں ملتا۔ کیونکہ یہ سب پیداوار کے ذرائع ہیں۔ البتہ اسمیں جو مال تجارت موجود ہو یا تیار کیا جائے، اسکی زکوٰۃ نکالنی لازم ہے ۔وقف اموال کا چونکہ مقصد ہی کوئی نیک کام ہوتا ہے، اسلئے ان پر زکوٰۃ کا حکم کہیں نہیں ملتا۔

حضرت عمرؓ کا ثمغ نامی ایک کھجور کا باغ تھا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ۔ مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے بہتر چیز کبھی نہ ملی۔ میں اسے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اصل مال کو یوں صدقہ کرو کہ اسے نہ بیچا جاسکے، نہ ہبہ کیا جاسکے، نہ کوئی اسکا وارث بن سکے۔صرف اسکا پھل استعمال ہوتا رہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی شرط پر اسے وقف کر دیا کہ یہ فی سبیل اللہ کاموں اور غلاموں کی آزادی، محتاجوں کی ضروریات، مہمانوں، مسافروں اور قرابتداروں پر خرچ کیا جاتا تھا۔اسکے متولی کو بھی اجازت تھی کہ وہ اسمیں سے جتنا چاہے کھائے اور اپنے ملنے والوں کو کھلائے۔لیکن جمع کرنے یا بیچنے کی اجازت نہ تھی۔(بُخاری ، کتابُ الوَصَایا) ۔

جانوروں اور مویشیوں کی زکوٰۃ

(۱) جس طرح آج کے دور میں اکاؤنٹ، زمین، جائیداد اور کاروبار، بچت اور کمائی کے طریقے ہیں، نبی ﷺ کے دور میں تجارت، کھجور کے باغ اور مویشی آمدنی کے ذرائع تھے

۔ٹھیلے سے لے کر گاڑی، بس، ٹرک، ٹینک، طیارہ۔سب کا کام مویشیوں سے ہی لیا جاتا۔ پھر ان کا دودھ، گوشت، کھال ہر چیز روزی کا ذریعہ تھی۔تبھی نبی ﷺ نے مویشیوں کی مختلف اقسام پر تعداد کے حساب سے الگ الگ زکوٰۃ عائد کردی۔مثلاً ۴۰ سے ۱۲۰ بکریوں پر ایک بکری یا ۳۰ گائے پر ایک سالہ بچھڑا وغیرہ۔طوالت سے بچنے ہم اسے حذف کر رہے ہیں۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا تھا: پیداوار کا ذریعہ بننے والے اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ (ابوداؤد)۔کام کرنے والے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔(دَارَ قُطنِیُ ،بَیُھَقِیُ)۔

اسکا مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ صرف ان جانوروں پر ہے، جن سے کام نہ لیا جاتا ہو ۔ورنہ ان کی حیثیت آلات تجارت اور مشینری کی سی ہو جائیگی، جس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ لیکن جس سے ہونے والی آمدنی پر زکوٰۃ فرض ہے۔

زرعی پیداوار کا عشر

زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کو عشر کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کے زمانے میں مدینہ کی عام پیداوار کھجور تھی۔آس پاس کے علاقوں میں انگور، کشمش اور جو بھی پیدا ہوتے تھے۔

چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے: کسی غلہ اور کھجور میں اس وقت تک عشر نہیں ہے، جب تک وہ پانچ وسق تک نہ پہنچ جائے۔(مُسلِم ، کتابُ الزکوٰۃ)۔

وزن کا پیمانہ آج جیسے کلو اور سیر ہے، اس دور میں صاع اور وسق تھا۔ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے تھے۔ پانچ وسق کے تین سو صاع بنے۔آجکل کے حساب سے ایک صاع سوا دو سے سوا تین کلو (۲۱۷۲ سے ۳۲۶۱ گرام تک کا بنتا ہے۔احتیاطاً کم مقدار یعنی ۲۱۷۲ گرام سے بھی جوڑیں، تو ۶۵۲ کلو (سوا سترہ من) پیداوار ہونے کی صورت میں عشر ادا کرنا ہوگا، خواہ پیداوار ایک ہی جنس کی ہو یا ملی جلی۔

پھلوں، غلہ اور زرعی پیداوار پر ایک سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ قرآن حکم دیتا ہے کہ وَ اٰتُوا حَقَّهُ یَوۡمَ حِصَادِهٖ ۔یعنی اسمیں سے اللہ کا حق پیداوار ملنے کے دن ہی ادا کر دو۔" (سورۃُالاَنعام ، ۱۴۱)۔تا کہ تازہ اور صاف ستھری چیز مستحق تک پہنچ سکے۔

اللہ نے عشر کیلئے ایک اصول رکھا ہے کہ اگر ہماری محنت زیادہ ہو، تو عشر کی شرح کم ہو جائیگی۔ اور اگر محنت کم ہو، تو یہ شرح بڑھ جائیگی۔ حضرت ابن عمرؓ نبیﷺ کا ارشاد بتاتے ہیں کہ جو زمین بارش یا قدرتی چشموں سے خود بخود سیراب ہوتی ہو، یا وہ خود ہی نمی والی ہو، اس پر عشر (دسواں حصہ) ہے۔ اور جو زمین سیراب کی جاتی ہو، اس پر نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔ (بُخاری، کتابُ الزکوٰۃ)۔

(۳) فصل کٹنے پر عشر کے علاوہ بھی کافی کچھ تقسیم ہو جاتا ہے۔ اسلئے حضرت سہل بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ نبیﷺ نے فرمایا: ''جب تم عشر کا حساب کرو، تو لیتے وقت تہائی مقدار چھوڑ دو۔ اور اگر تہائی زیادہ سمجھو، تو چوتھائی چھوڑ دو۔'' (ابو داوٗد، کتابُ الزکوٰۃ)۔

(۴) ان کے والد حضرت ابوحثمہؓ کو نبیﷺ نے ایک دفعہ اسی کام سے بھیجا۔ اور وہ حساب لگا کر واپس آ گئے۔ اس دور کے مسلمانوں کی ایمانداری کا یہ حال تھا کہ ان کے پیچھے ایک صحابی، جن کی فصل سے انھوں نے عشر کا حساب لگایا تھا، وہ بھی حضورؐ کے پاس پہنچے کہ یا رسول اللہؐ۔ یہ میرے لئے زیادہ حصہ چھوڑ آئے ہیں۔ (یعنی انھوں نے میرا عشر کم لگایا ہے) ۔ آپؐ نے انھیں بلا کر کہا کہ تمہارے بھائی کا خیال ہے کہ تم نے اسے زیادہ حصہ دیدیا ہے۔ حضرت ابوحثمہؓ کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ۔ میں نے انھیں صرف اتنا زیادہ حصہ دیا ہے، جسے ان کے گھر والے غریبوں کو دے سکیں، یا مسکینوں کو کھلا سکیں، یا جو ہوا اور آندھی کی وجہ سے ضائع ہو سکتا ہو۔ یہ سنکر نبیﷺ نے ان صحابی سے فرمایا: اگر ابوحثمہؓ نے تمہیں زیادہ حصہ دیدیا ہے، تو اس نے تمہارے ساتھ انصاف کیا۔ (فِقہُ السُّنَّۃ از عاصِمُ الحَدّاد)

معدینیات اور زمین سے حاصل شدہ اشیاء میں سے بعض پر خُمس کا حکم ہے اور بعض پر زکوٰۃ کا

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث ہے: رَکّاز میں خُمس ہے۔ (بُخاری)۔

خُمس عربی میں پانچویں حصہ کو کہتے ہیں۔ جبکہ رکاز کی تعریف میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے زمین میں دفن شدہ دولت مراد لی ہے، جو اس زمانے میں دولت

محفوظ رکھنے کا ایک عام طریقہ تھا۔ رکھنے والا اگر اسے نکالنے سے پہلے ہی ختم ہو جاتا، تو وہ بعد میں کسی اور کے ہاتھ آتی۔ (بُخاری، کتابُ الزکوٰۃ)۔

زکوٰۃ کی شرح ہر سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ ہے، جبکہ خُمس سو پر بیس روپیہ بنتا ہے۔

معدینیات رکاز نہیں ہیں، کیونکہ نبیﷺ نے حضرت بلالؓ بن حارث کو قَبَلِیَّۃ میں کانیں عطا کی تھیں، جن سے صرف زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ (ابوداوٗد، کتابُ الخَرَاج)

نابالغ بچوں کے مال کی زکوٰۃ

ایک ضعیف حدیث ہے: ''جو کسی یتیم کے مال کا نگران ہو، اسے اس سے کوئی تجارت کرنی چاہیے۔ اسے بیکار نہ رہنے دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے زکوٰۃ ہی کھا جائے۔'' (تِرمذی)۔

یعنی کہیں یہ تھوڑا تھوڑا کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی میں ہی ختم نہ ہو جائے۔ اور صحیح احادیث کے مطابق حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور اکثر صحابہ کا اسی پر عمل تھا۔ حضرت عائشہؓ کی سرپرستی میں ان کے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کے یتیم بچے تھے، جن کے مال کو وہ تجارت کیلئے دیتیں اور زکوٰۃ ادا کرتیں۔ (مُوَطّا)۔

کم عمر بچی کے کنگن کے واقعہ میں بھی نبیﷺ نے ماں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔

جہیز، حج یا مکان کی تعمیر کیلئے جمع شدہ مال کی زکوٰۃ

گھر یا حج کیلئے جمع شدہ رقم، جہیز کا مال، یہ سب بچت ہے۔ پھر زرعی پیداوار، مال تجارت۔ ایک دفعہ جس تاریخ کو یہ سارا مال ملا کر نصاب کی حد کو پہنچ گیا، تو جب تک وہ اس سے کم نہ ہو جائے، ہر سال قمری مہینہ کی اسی تاریخ کو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائیگی۔

کیا کوئی برا وقت پڑتا، تو اسے استعمال نہیں کرتے، جو اچھے وقت میں اسکی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کیلئے حیلے اور بہانے ڈھونڈتے پھریں؟

فوت شدہ آدمی کے مال کی زکوٰۃ

اگر زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد، لیکن اُسکی ادائیگی سے پہلے کسی انتقال ہو جائے، تو ورثاء پر لازم ہے کہ اُسکے ترکہ سے زکوٰۃ ادا کریں۔ قرآن میراث کی تقسیم کیلئے کہتا ہے:

"اس وصیت کے بعد جو تم نے کی ہو اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔" (سورۃ النِسَاء ، ۱۱)

اگر کسی میت پر قرض ہوتا تو نبی ﷺ ادائیگی کے بندوبست تک اسکی نماز جنازہ ادا نہ کرتے۔ اگر اس نے کوئی مال بھی نہ چھوڑا ہوتا اور کوئی ادائیگی کی ذمہ داری بھی نہ لیتا، تو آپؐ فرماتے کہ اپنے بھائی کا جنازہ پڑھ لو، مگر خود الگ ہو جاتے (نسائی، کتاب الجنائز

احادیث اوپر گزر چکی ہیں کہ نبی ﷺ نے مرحومین کے روزے اور حج باقی ہونے پر ورثاء کو یہ کہہ کر ان کی طرف سے روزے اور حج کا حکم دیا تھا کہ اگر ان پر کسی کا قرض ہوتا، تو کیا تم اسے ادا نہیں کرتے؟ پھر اللہ اس بات کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اُس کا قرض ادا کیا جائے۔ (بُخاری، کتابُ الصَّوم اور کتابُ الحَج)۔

پھر زکوٰۃ بھی تو اللہ ہی کا قرض ہے۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مومن کی روح قرض کے ساتھ اسوقت تک معلّق رہتی ہے، جب تک اسکی طرف سے وہ قرض ادا نہ کر دیا جائے۔ (ترمِذی، کتابُ الجَنَائِز)۔

ایصال ثواب کیلئے ترکہ میں سے اور اپنی طرف سے بھی نفلی صدقات دیئے جا سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ۔ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں، تو کیا انھیں اس سے کوئی فائدہ ہوگا؟ فرمایا: ہاں۔ وہ کہنے لگے: میرا ایک باغ ہے اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ان کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے (ترمِذی، کتابُ الزَّکوٰۃ)

حضرت سعدؓ بن عبادہ نے نبی ﷺ کو اپنی والدہ کے انتقال کی اطلاع دیتے ہوئے پوچھا کہ اب بہترین صدقہ کیا ہے۔ فرمایا: پانی۔ حضرت سعدؓ نے کنواں کھدوا کر اعلان کر دیا کہ یہ میری ماں کیلئے ہے۔ (ابو داوٗد، کتابُ الزکوٰۃ)۔

کیا زکوٰۃ میں صرف روپیہ پیسہ ھی دینا ضروری ھے؟

نبی ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ میں زیادہ تر مال ہی جمع کیا جاتا تھا۔ زرعی پیداوار کا عشر فصل کٹنے کے دن بالکل تازہ فصل کی شکل میں۔ اور مویشی و مال تجارت کی زکوٰۃ انہی

چیزوں میں سے۔ احادیث اوپر گزر چکی ہے۔

عمدہ مال دینے کا حکم

اموال تجارت کی زکوٰۃ میں آپ آیت پڑھ چکے ہیں کہ عمدہ مال دو۔ ایسی چیزیں نہیں، جنھیں اگر کوئی تمھیں دے تو تم لینا پسند نہ کرو۔ لہٰذا جو چیز بھی زکوٰۃ میں دینی ہو، اسکی حالت کے اعتبار سے اسکی قیمت کا حساب لگا کر کہ وہ آپ سے کتنے کی بکے گی۔ اگر آپکی اپنی تیار کردہ چیز ہو، تو اسکی لاگت کے برابر، آپ جتنی زکوٰۃ چاہیں مال کی شکل میں ادا کر سکتے ہیں، مگر اچھی حالت میں ہو، خراب بیکار ٹوٹی پھوٹی گلی سڑی چیز نہیں کہ لینے والے کا دل دکھے

حضرت براءؓ بن عازب کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کیلئے نازل ہوئی تھی۔ ہم سب کھجوروں والے تھے۔ ہم میں ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق، کوئی ایک خوشہ، کوئی دو خوشے کھجوریں لا کر مسجد میں لٹکا دیتا۔ اہل صفہ کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ ہوتا تھا۔ یہ لوگ کسی لکڑی سے اس خوشہ کو ضرب لگاتے اور جو بھی خشک اور تر کھجوریں گر پڑتیں، کھا لیتے۔ لانے والے اسمیں اچھے برے، ہر طرح کے خوشے لاتے۔ جنھیں نیکی سے رغبت نہ ہوتی، وہ ٹوٹے پھوٹے ناقص کھجوروں والے خوشے لے آتے۔ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی، تو ہر شخص اچھی کھجوریں لانے لگا۔ (ترمِذی، کتاب تفسیرُ القرآن)۔

(۳) حضرت عوفؓ بن مالک کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ خراب کھجوروں کے ایک خوشے پر چھڑی مار کر فرمایا: "یہ صدقہ کرنیوالا اگر چاہتا، تو اس سے اچھی چیز صدقہ کر سکتا تھا۔ قیامت کے دن وہ بھی ردّی کھجوریں کھائیگا۔" (ابو داوٗد، کتاب الزکوٰۃ)۔

آپ زکوٰۃ کی ادائیگی کب کریں

دو الگ الگ احادیث ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں نے زکوٰۃ روک لی، ان کیلئے آسمان سے بارش روک دی گئی۔ اور حضرت بریدہؓ سے مروی حدیث ہے کہ زکوٰۃ روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ قحط میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ (صحیحُ التَّرغِیب، کتابُ الصَّدَقات)

زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے آپ کو قرآن کے معیار کے مطابق صحیح مستحق ڈھونڈنا ہے۔

لیکن جتنی جلدی ادائیگی کر دیں اچھا ہے کہ موت زندگی کا کچھ پتہ نہیں۔ اپنے ذمہ زکوٰۃ کا حساب۔ اور ادائیگی اور بقایا کا حساب لکھ کر ایسی جگہ ضرور رکھیں، جس کا سارے گھر کو علم ہو۔ تاکہ آپکی موت کی صورت میں اور لوگ اللہ کے اس قرض کو ادا کر سکیں۔

پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا

(۱) اگر آپ پیشگی زکوٰۃ ادا کر دینا چاہیں، تو حضرت علیؓ بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے پوچھنے پر انھیں اِس کی اجازت دیدی تھی۔(ابوداوٗد)۔

کیا کوئی امیر آدمی زکوٰۃ کا مال استعمال کر سکتا ہے ؟

نبی ﷺ کا ایک ارشاد ہے: ''کسی مالدار کیلئے صدقہ جائز نہیں ہے، سوائے پانچ قسم کے مالداروں کے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، زکوٰۃ وصول کرنے والا، غارم (کسی کی گردن چھڑانیوالا)، اپنے مال سے زکوٰۃ کی چیز خریدنے والا، یا وہ شخص جس کا پڑوسی مسکین ہو اور وہ زکوٰۃ میں ملی ہوئی کوئی چیز اسے تحفتاً دیدے۔'' (ابو داوٗد)۔

کیا زکوٰۃ یا صدقہ میں دیا ہوا مال واپس خرید اجاسکتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں بطور صدقہ دیدیا۔ پھر ایک جگہ اسے فروخت ہوتے دیکھا، تو اسے واپس خرید لینے کیلئے نبی ﷺ سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا: عمر۔ اپنے صدقہ کو نہ لوٹاؤ۔

اسکے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ اگر اپنی زکوٰۃ میں دی ہوئی چیز خرید بھی لیتے، تو اسے دوبارہ صدقہ کر دیتے۔(مُوَطّا)۔

قرآن سفید پوش اور عزت دار کو ڈھونڈ کر زکوٰۃ دینے کا حکم دیتا ہے ۔ مانگنے والوں میں بانٹنے اور مہذب بھکاریوں کو پالنے کا نہیں

اب قرآن کی تربیت سن لیجئے کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق کسے کہتا ہے؟

''یہ تو ان غریب لوگوں کیلئے ہیں، جو اللہ کے کام میں اس طرح گھر گئے ہیں، کہ انھیں اپنی روزی کمانے کا وقت نہیں ملتا۔ ان کے رکھ رکھاؤ سے ناواقف آدمی انہیں امیر کبیر سمجھتا ہے۔ تم انھیں ان کے چہروں سے پہچان لوگے، یہ لوگوں سے پیچھے پڑ پڑ کر نہیں مانگتے۔''(سورۃ البقرۃ ۔ ۲۷۱ ۔ ۲۷۳)۔

اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''مسکین وہ ہے جس کے پاس اپنی حاجت پوری کرنے کیلئے مال بھی نہ ہو۔ اور نہ ہی ظاہری حالت سے پہچانا جاتا ہو کہ اسکی مدد کی جاسکے، اور نہ ہی وہ کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔''(بخاری ، کتاب الزکوٰۃ) ۔

اسی آیت کی روشنی میں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے زکوٰۃ کی مد سے مسلمانوں کو دین سکھانے کیلئے باتنخواہ معلم مقرر کئے تھے اور ان طالب علموں کا باقاعدہ وظیفہ، جو تعلیم کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر تھے۔(کتابُ الاَموَال از ابوعُبَید) ۔ اور معذوروں اور بے سہارا یتیموں کیلئے سرکاری خرچ پر خادم(ابن جوزی، سیرت عمر بن عبد العزیز ص:۵۵۔۱۵٤

انگریزی میں قرآن کا سب سے پہلا اور انتہائی شاندار ترجمہ انگریز نومسلم اور عربی زبان سے واقف پادری محمد مارماڈیوک پکتھالؒ نے ایک صدی پہلے کیا تھا۔ یہ ایک عیسائی پادری تھے، جو قرآن پڑھ کر اسکی اثر آفرینی پر حیران رہ گئے اور مسلمان ہوگئے ۔ اور اپنے نام سے پہلے محمد کا اضافہ کر لیا۔ آج تک کئے جانے والے انگریزی کے سارے تراجم میں انہی کے ترجمہ کو بنیاد بنا کر کام کیا جاتا ہے۔ پکتھالؒ نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ نظام دکن نے ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر کے انھیں تلاش معاش سے آزاد کیا، تو وہ دن رات بیٹھ کر یہ ترجمہ کر سکے۔ دین کے کام میں ایسے گھر گئے کہ کمانے کیلئے وقت ہی نہ بچا۔

(۲) اس آیت کا آخری لفظ ہے اِلْحَافاً یعنی پیچھے پڑ کر مانگنا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کو ایک دفعہ کوئی سخت ضرورت پڑ گئی اور وہ نبی ﷺ کے پاس سوال کی نیت سے، بیت المال یا کسی اور ذریعہ سے امداد کیلئے آئے، تو انھوں نے آپؐ کو فرماتے سنا: جس نے سوال کیا اور اسکے پاس ایک اوقیہ چاندی یا اسکی مالیت کی کوئی چیز ہو تو اس نے الحاف کیا۔ حضرت ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میری اونٹنی یاقوتہ تو ایک اوقیہ چاندی سے زیادہ کی ہے۔

لہٰذا میں چپ چاپ واپس چلا آیا اور حضورؐ سے کچھ بھی نہ کہا۔ (ابو داوٗد) ۔

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوا کرتا تھا اور زکوٰۃ پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم پر فرض ہوتی تھی۔ لیکن نبی ﷺ نے چالیس درہم کی کوئی چیز رکھنے والے کا کسی سے سوال کرنا پسند نہ کیا۔

(۳) حضرت عبداللہؓ بن عدی خیار کہتے ہیں کہ مجھے دو آدمیوں نے بتایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ اسوقت زکوٰۃ تقسیم فرما رہے تھے۔ ہم نے بھی آپؐ سے سوال کیا، تو آپؐ نے نظر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور پھر نظر نیچی کر لی اور فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے سکتا ہوں، لیکن لَا حَظَّ فِیْهَا لِغَنِیٍّ وَّلَا قَوِیٍّ مُّکْتَسِبٍ ۔ ''اس میں غنی اور صحت منداور کمانے کے قابل لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔''

(ابو داوٗد ، نَسَائی ، کتابُ الزکوٰۃ)۔

(۵) آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی ﷺ نے پچاس درہم یا اسکی مالیت کا سونا رکھنے والے کو غنی قرار دیا تھا۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے اسکی حد بہت ہی کم کر دی۔

(۶) چنانچہ حضرت سہلؓ بن حنظلہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص سوال کرتا ہے، جبکہ اسکے پاس وہ چیز ہو جو اسے غنی اور بے حاجت بناتی ہو، تو وہ جہنم کے انگارے سمیٹتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ۔ غنا کی وہ کیا مقدار ہے، جس کے ہوتے ہوئے سوال نہیں کرنا چاہئے؟ فرمایا: ''صبح شام کا کھانا۔'' ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ''ایک دن اور ایک رات کا پیٹ بھر کھانا۔'' (ابو داوٗد، کتاب الزکوٰۃ ، ح: ۱۶۲۹) ۔

(۷) یہ بات نبی ﷺ نے ان حالات میں فرمائی تھی، جب ۷ھ میں خیبر کے باغوں کی آمدنی آنے تک مدینہ میں شدید غربت تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم چھ آدمی ایک لڑائی میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلے۔ ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا، جس پر ہم باری باری سوار ہوتے۔ چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھٹ گئے اور میرے تو پاؤں پھٹ کر ناخن بھی گر پڑے۔ آخر ہم نے اپنے پیروں پر چیتھڑے لپیٹ لئے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام ہی غزوہ ذاتِ الرِّقاع یعنی چیتھڑوں والی جنگ پڑ گیا۔ (بُخاری ، کتابُ الْمَغَازی)۔

(۸) قرآن زکوٰۃ دینے کا حکم فقراء و مساکین کے الفاظ سے شروع کر رہا ہے۔ عربی میں غریب کو فقیر کہتے ہیں۔ اور مانگنے والے کو سائل۔ لیکن ہم اسے اردو والا فقیر سمجھ کر مانگنے والوں کو تھما دیتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرہ میں مفت خورے بھکاری بھرتے جا رہے ہیں۔

(۹) اللہ نے جب زکوٰۃ کی ادائیگی کی مد بتا دی ہے، تو پھر ان احکام کے مطابق صحیح مستحق ڈھونڈ کر اس تک اسطرح پہنچانا کہ اسکی انا کو ٹھیس بھی نہ پہنچے، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم نے غلط جگہ تھما دی تو ثواب تو کیا ملیگا، الٹا اللہ کے پاس اس پیسے کا حساب دینا پڑیگا کہ ہم نے فراڈ، بے ایمانی، بھیک مانگنے اور عزت نفس کی نیلامی کی حوصلہ افزائی کیوں کی۔

البتہ اگر اچھی طرح تحقیق کر لینے کے بعد آپ مطمئن ہو جائیں کہ یہ لوگ واقعی سچ بول رہے ہیں، تو انھیں بھیک مانگنے کا عادی نہ بنائیں۔ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں، جیسا کہ آگے حضرت قبیصہ مخارق اور کمبل اور پیالے والی احادیث میں آ رہا ہے۔

اسلام نے بھیک مانگنے کو حرام قرار دیا ہے۔

یہ لوگوں کو ان کے پیروں پر کھڑا کردینے کا حکم دیتا ہے

(۱) حضرت قبیصہؓ بن مخارق کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کا ضامن بنا تھا۔ اس پیسہ کو ادا کرنے کیلئے میں نے نبی ﷺ سے بات کی۔ آپؐ نے مجھے وہیں ٹھہرنے اور روزمرہ آنے والے صدقات کا انتظار کرنے کیلئے کہتے ہوئے فرمایا: '' قبیصہ۔ تین لوگوں کے علاوہ کسی کو سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ جو ضامن ہو اور ایسی ضمانت اس پر پڑ جائے، جسے وہ ادا نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی ضمانت کی حد تک مانگ سکتا ہے۔ دوسرا وہ جس کا کسی آفت سے سارا مال تباہ ہو جائے۔ وہ اس حد تک مانگ سکتا ہے کہ اسکے پاس اتنی رقم ہو جائے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے (حَتّٰی یُصِیْبُ قِوَاماً مِّنْ عَیْشٍ اَوْ سِدَاداً مِّنْ عَیْش)۔ اور تیسرا وہ جسے فاقہ کی نوبت آ گئی ہو اور اسکی قوم کے تین معتبر آدمی اسکی گواہی دیں کہ اسکا یہ حال ہو گیا ہے۔ اسے اس حد تک سوال کرنا جائز ہے، کہ اسکا فاقہ دور ہو جائے۔

قبیصہ۔ ان تین قسم کے آدمیوں کے سوا دوسروں کیلئے سوال کرنا حرام ہے۔ اگر

ان کے علاوہ کوئی اور سوال کر کے کھاتا ہے، تو وہ حرام کھاتا ہے۔" (مُسلِم ۔ ابو داؤد) ۔

اب اگر ان کے علاوہ کسی اور کا سوال کرنا حرام ہے، تو کیا ہمارے لئے ان کے علاوہ کسی اور کو دینا حرام نہیں ہوگا؟ اور اس حدیث کا سب سے اہم حصہ ہے کہ ان کے پاس اتنی رقم ہو جائے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جائے۔

(۲) اگر کسی کے معاملہ میں یہ ساری شرائط پوری ہو رہی ہیں اور پھر بھی وہ سوال کر رہا ہے، تو اس کیلئے تو نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اسے دینے کیلئے بکری کے ایک جلے ہوئے کھر کے سوا کچھ نہ پاؤ، تو وہی اُس کے ہاتھ میں رکھدو۔ (ترمذی)۔

(۳) قرآن سائل کو جھڑکنے سے منع کرتا ہے وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔ اور کہتا ہے: وَ فِیۡٓ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ۔ یعنی ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ مگر اس آیت میں سائل اور محروم کا ذکر ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ اور ہم ان سائلوں کو دینا نیکی سمجھنے لگے ہیں، جن کے مقابلہ میں ہم سب محروم نظر آتے ہیں۔

پھر یہ اس پر بھی منحصر ہے کہ کون کس چیز کا سوال کر رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی کو آپریشن کیلئے خون کا عطیہ مانگنا پڑ رہا ہو۔ یا کسی کے ساتھ گھر سے دور سڑک پر کوئی ایمرجنسی ہو گئی ہو، جس کیلئے اللہ نے مسافر کو زکوٰۃ لینے کی اجازت دے رکھی ہے۔ یا کسی کو جہاد کیلئے مدد کی ضرورت ہو۔ جہاد کیلئے تو نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ خرچ کرنے کی بہترین جگہ آدمی کے اہل وعیال، جہاد فی سبیل اللہ کے گھوڑے اور مجاہدین ہیں۔ (ابن ماجہ ، کتابُ الجہاد)

(۴) حضرت انسؓ سے مروی مشہور حدیث ہے کہ ایک انصاری صحابی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر مدد کا سوال کیا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ایک کمبل، جس کا کچھ حصہ اوڑھ لیتے ہیں۔ اور کچھ بچھا لیتے ہیں۔ اور ایک پیالہ، جس سے پانی پیتے ہیں۔ آپؐ نے دونوں منگوائے اور اپنے ہاتھ سے انھیں نیلام کیا۔ دو درہم میں دونوں چیزیں بک گئیں۔ آپؐ نے انھیں رقم دے کر فرمایا: ان میں سے ایک درہم کا گھر والوں کیلئے کھانا خرید لو، اور دوسرے سے کلہاڑی خرید لاؤ۔ وہ یہ لے کر آئے، تو آپؐ نے

اپنے ہاتھ سے اس پر دستہ لگایا اور انھیں کہا کہ اب اس سے لکڑیاں کاٹ کر یہاں لا کر بیچو اور پندرہ دن بعد میرے پاس آنا۔ پندرہ دن میں انھوں نے دس درہم کما لئے۔ کچھ کھانے پینے پر خرچ کئے، کچھ سے کپڑا خرید لیا اور آسودہ حال ہو کر نبی کریمؐ کے پاس پہنچے۔

آپؐ نے ان کا حال سن کر فرمایا: "یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر سوال کرنے کی وجہ سے کوئی برا نشان ہو۔ تین قسم کے لوگوں کے سوا مانگنا کسی کیلئے جائز نہیں ہے۔ حد سے زیادہ غریب محتاج خاک نشین، یا بے چینی میں مبتلا قرضدار، یا ایسا شخص جسے کسی کے خون کی دِیَتُ ادا کرنی ہو۔" (ابو داؤد)۔

ان صحابی کا کل سرمایہ ہی دو درہم کا ایک کمبل اور ایک پیالہ تھا۔ تو نبی ﷺ نے انھیں عزت سے کمانے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا راستہ دکھا دیا۔ اور ہم اس سے دس گنا زیادہ رکھنے والوں کو بھیک مانگنے کا راستہ دکھا کر کسی محنت کے بغیر ہزاروں کما لینے کی عادت ڈال کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی نیکی کر لی ہے۔ جبکہ عملاً ہم مفت خوروں پال رہے ہوتے ہیں، جن کے پاس سچائی یا عزت نفس کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

(۵) حضرت عوفؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس آٹھ نو آدمی بیعت کیلئے آئے۔ آپؐ نے ان سے بیعت لے لی۔ پھر دوبارہ ہاتھ بڑھا کر انھیں خاص طور پر یہ ہدایات دے کر دوبارہ بیعت لی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، سچی بات کو مان لینا۔ اور پھر آہستہ سے فرمایا: لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ پھر تو ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر سواری پر سے کسی کا کوڑا بھی گر جاتا، تو اتر کر خود ہی اٹھاتے۔ کسی سے اٹھانے کو نہ کہتے۔ (ابو داؤد ، کتاب الزکوٰۃ)۔

قرآن مجید نے زکوٰۃ کی کل آٹھ مدیں بتائیں ہیں

"صدقات تو مفلسوں محتاجوں اور عاملین زکوٰۃ کا حق ہیں۔
یا پھر ان لوگوں کا، جن کی تالیف قلب منظور ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے،
قرضداروں کے قرض ادا کرنے، اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد کرنے کیلئے ہیں۔

یہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے۔اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

(سورۃ التوبہ ،آیت ٦٠)

اب ان آٹھوں کی وضاحت بھی سن لیجئے۔

(١) مفلس اور غریب، جنھیں عربی میں فقیر کہتے ہیں۔بشرطیکہ وہ صحتمند اور کمانے کے لائق نہ ہوں۔یا پھر واقعی کوشش کے بعد بھی اپنی بنیادی ضروریات پوری نہ کر پا رہے ہوں۔ مقصد انھیں بھکاری بنانا نہیں، اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔احادیث اوپر گزر چکی ہیں۔

(٢) مساکین، جنھیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر زکوٰۃ پہنچانا ہم پر لازم ہے۔جن کا ایک رکھ رکھاؤ ہو۔عزت دار اور خوددار ہوں، کسی کو اپنی مشکل نہ بتاتے ہوں، خواہ پیٹ خالی ہو۔

ضروری نہیں ہے کہ انھیں پیسے ہی دیں۔حضرت عمرؓ کے دور میں پورے نو ماہ تک حجاز میں اتنی شدید خشک سالی اور قحط پڑا کہ اس سال کا نام ہی تاریخ میں عـامُ الـرَّمَاد ۃ یعنی قحط کا سال پڑ گیا۔حضرت عمرؓ نے مصر اور شام سے غلہ، آٹا، کھجوریں اور گوشت کیلئے مویشی منگوا کر غذائی اجناس کی عام تقسیم اور سرکاری طور پر ہزاروں افراد کا کھانا پکوا کر دونوں وقت کھلانے کا بندوبست کیا۔

اور عام مسلمانوں کی مشکل میں شریک ہونے کیلئے خود بھی گھی اور گوشت کھانا چھوڑ دیا۔(طبقات ابن سعد ، ص٣/ ٣١٠۔ ابن جوزی، سیرت عمر بن خطاب ، ص ٧٣)

(٣) عاملین زکوٰۃ۔یعنی زکوٰۃ جمع کرنے ، اسکی حفاظت، حساب اور تقسیم کا انتظام کرنیوالے اسٹاف کی تنخواہوں کیلئے۔اسلام میں زکوٰۃ جمع کرنا اور اسے تقسیم کرنا مملکت کی ذمہ داری ہے۔ورنہ نہ عاملین زکوٰۃ ہوتے، نہ ان کی تنخواہیں زکوٰۃ سے ہی دینے کا حکم ہوتا۔

(٤) مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْبُ۔اِس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

(٥) قرض کی ادائیگی۔حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز بیت المال کے فاضل مال سے مسلم غیر مسلم سب کاشتکاروں کو زرعی قرضے دیتے۔بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کی تدابیر کرتے۔اور ایسے افراد کی مدد کرنے کا حکم دیتے، جنھوں نے شادی کی ہو، لیکن ان کے پاس نقد نہ

ہو۔اور یہ سب قرض حسنہ ہوتا (کتابُ الخَرَاج ، ص ١٠٢۔ کتابُ الْاَمْوال ، ص ٢٥١)

(٦) غلاموں کی مدد یا آزادی۔نبیﷺ کے دور میں جنگی قیدیوں کیلئے کوئی جیل تو تھی نہیں۔رواج یہی تھا کہ انھیں غلام بنا کر مجاہدین میں تقسیم کر دیتے۔اور قرآن کی تعلیم ہے:

''یہ لوگ اللہ کی محبت میں یتیم، مسکین اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ ہم تو تمہیں اللہ ہی کی رضا کیلئے کھلاتے پلاتے ہیں۔جواب میں تم سے کسی بدلے یا شکر گزاری کی امید نہیں رکھتے۔ہم تو اپنے رب سے اس دن کیلئے ڈرتے ہیں، جو ایک سخت عذاب کا طویل دن ہوگا۔'' (سورۃ الدھر، آیت ٨ تا ١٠)۔

اس زمانے میں جیلیں تو تھیں نہیں، قیدیوں کو غلام بنا کر گھروں میں ہی رکھنے یا جسمانی محنت کے کاموں پر لگا دینے کا رواج تھا۔اور اس آیت کے نزول کے بعد تو صحابہ کی حالت یہ تھی کہ قیدیوں کو پہلے کھلاتے، خود بعد میں کھاتے۔(ابن کثیر ، ٥٨٥)۔

یہ قیدی وہ ہوتے جو جنگ میں انہی صحابہ پر تلواریں چلاتے ہوئے ہی قید ہوتے۔کسی کو زخمی کر کے اپاہج کر دیا ہوتا، کسی کے باپ بھائی یا بیٹے کو قتل کیا ہوتا۔اور اتنا کھا پی کر بھی جیسے ہی موقع ملتا، دوبارہ وار کرتے۔جاہلیت کے دنوں میں ان پر خوب سختی کی جاتی تھی تاکہ یہ سر ہی نہ اٹھا سکیں۔لیکن نبیﷺ کا حکم تھا کہ جو خود کھاؤ، انھیں کھلاؤ۔جو خود پہنو، انھیں پہناؤ۔اور اگر ان پر کام کا زیادہ بوجھ ڈال دو، تو ہاتھ بٹاؤ۔ (ابوداؤد ، کتاب الادب)۔

پھر تو مدینہ میں ایک بھی ایسا غلام نہیں بچا تھا، جس نے اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام نہ قبول کر لیا ہو۔آخر اسلام یونہی تو سارے جہاں میں نہیں پھیل گیا تھا، دشمن کو دوست بنانا آسان کام تو نہیں ہے۔اور وہ بھی صرف دوست نہیں۔جانثار دوست!

(٧) فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں۔

نبیﷺ نے دو چیزوں، حج اور جہاد کو فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔زکوٰۃ سے جہاد کے اخراجات پورے کرنے میں ہتھیار، جدید ٹیکنالوجی، مجاہدین کے ذاتی اخراجات، سبھی کچھ آجاتا ہے۔پھر ہر ایسی کوشش جس کا مقصد اللہ کے دین کی تبلیغ، دفاع، اقامت اور کسی

بھی لحاظ سے دین خدمت ہو، سب جہاد میں شامل ہے۔ اشاعت دین کے کاموں کیلئے تعلیم اور کتب سے لے کر آج کے دور کے کمپیوٹر، موبائل فون اور سی ڈی، ڈی وی ڈی، میموری کارڈ اور USB قسم کی چیزیں۔ ان سب کی تیاری، تقسیم و اشاعت اور ہر قسم کی تبلیغی کوشش سے لے کر مسلمان سائنسدان تیار کرنے اور جدید مشینیں خود بنا لینے کیلئے تعلیم اور سرمایہ فراہم کرنے تک، اسلام اور مسلمانوں کو مضبوط کرنے کی ہر کوشش فی سبیل اللہ ہے۔

قرآن کی ایک آیت ہے: ''جہاں تک تمہارا بس چلے، ان سے مقابلہ کیلئے زیادہ سے زیادہ طاقتور گھوڑے اور ہتھیار تیار رکھو، جن سے تم اللہ کے اور خود اپنے دشمنوں پر اپنا رعب قائم رکھ سکو۔'' (سورۃ الانفال، آیت ٦٠) ۔ اور نبیﷺ کا حکم ہے: ''مشرکین سے جہاد کرو، اپنے مال، اپنی جان اور اپنی زبان سے۔'' (ابوداؤد، کتاب الجہاد) ۔

جنگ اس زمانے میں زندگی کا روزمرہ کا معمول تھی۔ اور گھوڑا اس جنگ کا اتنا ہی لازمی حصہ تھا، جتنا آج کے دور میں کمپیوٹر، میزائل، اور ہوائی جہاز ہیں۔ فوج کا لڑنا، حملہ کرنا ، بھاگنا، سب اسی پر سوار ہو کر ہوتا۔ تبھی مقابلے کیلئے گھوڑے اور ہتھیار تیار رکھنے کا حکم ہے۔

اور قوم کو مضبوط اور طاقتور بنانے سے کیا ہوتا ہے؟ اس کیلئے چین کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ سوئی سے لے کر جدید ترین کمپیوٹر اور ہوائی جہاز تک ہر چیز تیار کر لینے اور سستے داموں فراہم کرنے سے دنیا بھر میں ہر جگہ چین کا ہی مال استعمال ہو رہا ہے۔ کل تک افیونی کہلائی جانے والی یہ قوم آج اتنی بڑی معاشی دیو بن گئی ہے کہ کوئی اسکی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ کاش کہ کوئی مسلمان بھی اپنی قوم کیلئے یہ سب کر جائے۔

حج کو فی سبیل اللہ قرار دینے والی احادیث آگے عمرے کے باب میں آ رہی ہیں۔

(۸) مسافر کو اگر کوئی ضرورت پڑ جائے، تو اس کیلئے بھی زکوٰۃ جائز ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ اپنے گھر میں خود زکوٰۃ ادا کرتا ہو، اور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔ اس بات کو پڑھتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ نبیﷺ کے زمانے میں سفر اونٹوں اور گھوڑوں پر ہوتا تھا۔ اگر ایک دن ایک شخص نکلتا، تو مہینوں بعد گھر والوں کو اسکی شکل دکھائی دیتی تھی۔ آج کے دور

کی طرح وہ موبائل فون اور ای میل سے اپنے گھر والوں سے رابطے میں نہیں رہ سکتا تھا۔

جنھیں دینا زیادہ افضل ہے !!!

(۱) حضرت سلمانؓ بن عامر سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: ''کسی مسکین پر صدقہ کرنا محض صدقہ ہے، جبکہ کسی مسکین رشتہ دار پر صدقہ کرنے میں دوہرا اجر ہے، صدقہ کا اور صلۂ رحمی کا۔'' (ترمذی، کتاب الزکوٰۃ) ۔

(۲) حضرت عائشہ پر جب تہمت لگائی گئی، تو اسمیں ان کے ایک ایسے رشتہ دار مسطح بن اثاثہ بھی شامل ہو گئے، جن کی حضرت ابوبکرؓ ساری عمر مالی امداد کرتے رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی بے گناہی ثابت ہو جانے پر انھیں شرعی حدّ اسّی کوڑے لگائے گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی قسم کھالی کہ اب میں مسطح کو کچھ بھی نہیں دیا کرونگا۔ مگر پھر یہ حکم نازل ہو گیا:

''تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور استطاعت ہیں، وہ کہیں اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ وہ اپنے رشتہ دار مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہیں کریں گے۔ انھیں معاف کر دینا اور درگزر کرنا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے۔ اور اللہ کی تو صفت ہی یہ ہے کہ وہ معاف کرنیوالا رحم کرنے والا ہے۔'' (سورۃ النور)۔

اسے سن کر حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے: خدا کی قسم۔ مجھے یہ پسند ہے کہ اللہ مجھے بخش دے۔ اور پھر ان کی امداد بحال کر دی اور فرمایا: جب تک مسطح زندہ ہے، میں یہ معمول بند نہیں کرونگا۔ (بُخاری، کتابُ التفسیر، تفسیر سورۃُ النور) ۔

(۳) حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ایک دفعہ مدینہ میں قحط پڑا۔ لوگ ان کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے کہ کل تک تمہاری مشکل دور ہو جائیگی۔ اگلے دن دیکھا، تو حضرت عثمانؓ غلہ سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹ لے کر پہنچ چکے تھے۔ شہر بھر کے تاجر آ کر جمع ہو گئے تا کہ اس مال کو خرید کر آگے بیچ سکیں۔ حضرت عثمان کہنے لگے: میں نے یہ شام سے منگوایا ہے۔ تم مجھے اس پر کتنا منافع دو گے؟ انھوں نے دس کے بارہ پیش کئے۔ حضرت عثمان نہ مانے۔ انھوں نے دس کے چودہ پیش کئے۔ حضرت عثمان کہنے لگے: مجھے اس کے اس سے زیادہ مل رہے

ہیں۔شہر کے سبھی تاجر وہاں جمع تھے۔ وہ کہنے لگے: اب ہم سے زیادہ دینے والا کون بچا ہے۔ مدینہ کے تاجر تو ہم ہی ہیں۔حضرت عثمانؓ کہنے لگے: مجھے ایک کے دس مل رہے ہیں۔کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ تاجر کہنے لگے: نہیں۔حضرت عثمانؓ نے کہا: تاجرو۔گواہ رہنا۔ میں یہ تمام غلہ مدینہ کے محتاجوں پر صدقہ کرتا ہوں۔(ازالۃ الخفاء از شاہ ولی اللّٰہ)۔

جنھیں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی

(۱) غنی اور کمانے کے قابل تندرست لوگ۔احادیث آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

(۲) بے عقل یا ایسے لوگ جن کا دماغی توازن درست نہ ہو، انھیں رقم نہیں تھمائی جا سکتی۔البتہ ان کے اخراجات ہماری ذمہ داری ہیں۔قرآن کا حکم ہے:

''تمہارے وہ مال، جنھیں اللہ نے تمہارے لئے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے،
نادان لوگوں کے حوالے نہ کردو۔البتہ اس میں سے انھیں کھانے
اور پہننے کیلئے دیتے رہو اور ان سے اچھی طرح پیش آتے رہو۔'' (سورۃ النساء ، ۵)۔

(۳) نبی ﷺ کا خاندان اور ان کے غلام۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے صدقہ کے پھلوں میں سے ایک پھل اٹھا کر کھانے لگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تھوکو، تھوکو۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔'' (بخاری ، الزکوٰۃ)۔

زکوٰۃ میں سے عامل زکوٰۃ کی تنخواہ کا حکم آپ پڑھ چکے۔ایک دفعہ نبی ﷺ نے بنی مخزوم کے ایک صاحب کو عامل بنا کر بھیجا۔وہ آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافعؓ سے کہنے لگے کہ تم بھی ساتھ چلو۔حضرت ابو رافعؓ اجازت کیلئے آئے تو آپؐ نے فرمایا: صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے اور لوگوں کے غلام خود انہی میں سے ہوتے ہیں۔ (ترمذی)۔

نبی ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام کو آزادی کے بعد بھی اپنے اہل خانہ میں ہی شمار کیا اور پھر غلاموں سے برابری کے سلوک کا درس اس حد تک دیا کہ انہیں مالکان کے افراد خانہ کا درجہ دیدیا اور ابتداء خود اپنے غلام سے کی۔آپؐ نے اپنے دوسرے غلام، حضرت زیدؓ بن حارثہ کو جو کم عمر تھے، آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ایک صحابی کے انتقال پر جب ان

کا اور کوئی وارث نہ تھا، تو نبی ﷺ نے ان کے آزاد کردہ غلام کو ان کا وارث قرار دیکر سارا ترکہ انہی کو دیدیا تھا۔(ترمذی ، کتابُ الفَرائِض)۔

(۴) شوہر، بیوی، والدین، اولاد، بھائی بہن۔ان سب کی ضروریات ایک دوسرے پر فرض ہے، اسلئے ان رشتوں کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ایک صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میں مالدار ہوں اور میرا باپ میرے مال کو اپنی ضروریات میں خرچ کرنا چاہتا ہے۔آپؐ نے فرمایا: ''تم اور تمہارا مال، سب تمہارے باپ کا ہے۔'' (ابن ماجہ ، التِجارات)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی کے گناہ کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اُسکی خوراک روک دے، جس کی خوراک کا وہ ذمہ دار ہے۔(مُسلِم)۔

البتہ بالغ اولاد یا بھائی بہن جن کے گھر علیحدہ ہوں اور وہ مستحقین زکوٰۃ کی شرائط پر پورے اترتے ہوں، تو انہیں دینے سے دوہرا ثواب ہوگا۔صدقہ کا اور صلۂ رحمی کا۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ والی احادیث اوپر گزر چکی ہیں۔

زکوٰۃ صرف مسلمانوں کیلئے ہے

(۱) نبی ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے خاص طور پر ہدایت دی تھی کہ وہاں کے لوگوں کو بتانا کہ اللہ نے ان کے مال پر زکوٰۃ فرض کر دی ہے، جو ان کے امیروں سے لے کر انہی کے غریبوں میں تقسیم کردی جاتی ہے۔'' (بُخاری)۔

اس اصول کے تحت غیر مسلم کو دینے سے یہ سرے سے ادا ہی نہیں ہوگی۔خواہ آپ اپنی فرض شدہ زکوٰۃ سے دس گنا زیادہ دے کر خوش ہو جائیں۔اللہ کا قرض باقی ہی رہے گا۔

(۲) البتہ مُؤَلِّفَةُ الْقُلُوب یعنی وہ غیر مسلم، جن کی تالیف قلب اور دوستی سے اسلام یا مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچنے کی امید ہو، ان کا معاملہ مختلف ہے۔

حضرت اَنَسؓ ایسا ہی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایسے مقاصد کیلئے نبی ﷺ لوگوں کو جو بھی وہ مانگتے، دیدیا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپؐ نے ایک صاحب کو اتنی زیادہ بکریاں دیدیں کہ دو پہاڑوں کے درمیانی حصے کو بھر سکتی تھیں، تو وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں میں

جا کر کہنے لگے کہ لوگو۔ اسلام لاؤ۔ محمدؐ تو اس شخص کی طرح دیدیتے ہیں، جو فقر و فاقہ سے ذرا بھی نہیں ڈرتا۔ حضرت اَنَسؓ اپنا تجربہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں اس قسم کے لوگ ابتداء میں تو صرف دنیاوی غرض کیلئے اسلام لاتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ اسلام ان کی رگ و پے میں اتر جاتا اور ان کو دنیا جہاں سے بڑھ کر محبوب ہو جاتا۔(مُسلِم ، کتابُ الفضائل)۔

اگر کوئی شخص اسلام کی طرف آنا چاہتا ہو، مگر اسے اپنے لوگوں کے بائیکاٹ، بیروزگاری اور مفلسی کا خطرہ ہو۔ یا وہ شدید ضرورتمند یا بیمار ہو، تو اُس کی تالیف قلب کیلئے اسے اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی زکوٰۃ سے کہیں سیٹ ہونے میں مدد دی جاسکتی ہے ۔

اگر زکوٰۃ غلطی سے کسی غیر مستحق کو دیدیں

(۱) حضرت معنؓ بن یزید کہتے ہیں کہ ایک دن میرے والد نے صدقہ کیلئے کچھ دینار مسجد کے پاس تقسیم کیلئے کسی کے پاس رکھوا دیئے۔ میں وہ لے آیا۔ میرے والد کو پتہ چلا تو وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم۔ میری نیت تمہیں دینے کی نہ تھی۔ پھر جب میں یہ بات نبیﷺ کے پاس لے کر آیا، تو آپؐ نے فرمایا: یزید۔ تمہاری نیت پوری ہوگئی۔ اور معن۔ تم نے جو لے لیا، وہ تمہارا ہے۔(بُخاری ، کتابُ الزکوٰۃ) ۔

آپ کی زکوٰۃ کے حقیقی مستحقین ؟

قرآن و حدیث میں بتائے گئے معیار کے مطابق واقعی مستحقین ڈھونڈنے اور فراڈ لوگوں سے بچنے کا آسان راستہ تو سرکاری ہسپتالوں کے جنرل وارڈوں کے مریض ہیں۔ یہ نہ غنی ہوتے ہیں، نہ صحتمند اور نہ ہی کمانے کے قابل۔ انھیں دوائیاں اور کھانا فراہم کر دیں۔ یا ان میں سے کسی کا صحیح علاج کروا دیں، جتنی بھی آپ کی گنجائش ہو۔

سڑک پر کچرا چننے والے افغانوں کیلئے کچھ کر دیں ۔ یہ بھیک نہیں مانگتے، جیبیں نہیں کاٹتے، چرس افیون نہیں تقسیم کرتے، نشہ کر کے نہیں پڑے رہتے۔ کچرے کے ڈھیر سے کاغذ اور دوسری چیزیں ڈھونڈ کر انھیں دو چار روپیہ کلو بیچ کر اپنے سارے خاندان کا پیٹ بھرتے ہیں۔ بچہ پانچ چھ سال کا ہوتے ہی کچرا چننا شروع کر دیتا ہے۔ پھر اسی میں کھانا پینا،

گھر، بیماری، علاج، شادی بیاہ۔ افغان جنگ کو آج تیس سال سے اوپر ہو گئے ہیں۔ ایک نسل کچرا چنتے چنتے، ہمارے شہروں کو صاف کرتے کرتے جوان ہوگئی۔ اب یہ دوسری نسل کچرا چن رہی ہے، جس کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ لیکن نماز ان سب کو پڑھنی آتی ہے۔ قرآن کے کچھ سپارے بھی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ انھیں کوئی تعلیم، کوئی ہنر سکھانے کا بندوبست کر دیں کہ ان کی زندگی بن جائے۔ ایسے ہزاروں لوگ ہمارے اردگرد بکھرے پڑے ہیں

دینی اور دنیاوی لحاظ سے زکوٰۃ کے مقاصد

نبیﷺ کا ایک ارشاد ہے: مَانَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ۔

’’صدقہ سے کسی مال میں کمی نہیں آتی۔‘‘(مُسلِم ، کتابُ الْبِرِّ و الصِّلَّة) ۔

دنیاوی لحاظ سے بھی زکوٰۃ کی دو تین حکمتیں ہیں۔ ادا کرنے والے کے دل میں دوسروں کی ضرورت کا احساس، خودغرضی کی کمی، اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہونے کا راستہ۔ اور اگر اس رقم سے ہم کسی کو اسکے پیروں پر کھڑا کرسکیں، تو معاشرہ میں بھیک مانگنے والوں کی کمی اور عزت سے کمانے والوں کا اضافہ۔ اسلام یہ پسند ہی نہیں کرتا کہ آپکا مال ایک طرف بیکار پڑا جمع ہوتا رہے۔ جمع ہوگا تو زکوٰۃ دینی پڑیگی۔ اس سے بچنے کیلئے کہیں کاروبار میں لگائیں گے، تو خود بھی چار پیسے کما سکیں گے، اوروں کو بھی روزگار ملیگا۔ اور ملک کی معیشت بھی بہتر ہو سکے گی۔ چین میں اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے ہر شخص کو روزگار فراہم کر دینے اور ٹیکس معاف کر دینے سے ان کا سستا مال دنیا بھر کی مارکیٹوں پر چھا گیا ہے۔

اللّٰہ کے پاس ہماری ادا کردہ زکوٰۃ کی قبولیت کی شرط

کسی نے نبیﷺ سے پوچھا کہ کس صدقہ کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ فرمایا: ’’جب تم ایسی حالت میں خرچ کرو کہ تم ٹھیک ٹھاک تندرست ہو۔ تمہیں محتاجی کا بھی خوف ہو اور مزید کما لینے کی خواہش بھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب جان حلق میں آ جائے اور سانس اکھڑنے لگے، تب تم کہو کہ فلاں کیلئے اتنا ہے اور فلاں کیلئے اتنا۔ اب تو وہ ان سب کا ہو ہی چکا۔‘‘ (بُخاری) ۔

رمضان کا عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے ۔(حدیث نبوی ﷺ)

(صحیح مُسلِم ، کتاب الحج ، باب فَضلُ العُمرَۃ فی رمضان، ح: ۳۰۳۹)

حضرت ام مَعقِل ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب نبیﷺ نے حج کیا، تو ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا، جسے ابومعقل ؓ نے اللہ کی راہ میں دیدیا تھا۔ پھر وہ بیمار ہوکر فوت ہوگئے اور اسی دوران نبیﷺ حج کیلئے روانہ ہوگئے ۔ واپس آنے پر میں آپؐ کے پاس گئی، تو آپؐ نے پوچھا کہ تم ہمارے ساتھ حج پر کیوں نہیں چلی تھیں؟ میں نے عرض کی کہ ہم نے تیاری کی تھی، لیکن ابومعقل ؓ فوت ہوگئے ۔ ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر ہم سواری کرتے تھے ۔ لیکن ابومعقل ؓ نے اسے اللہ کی راہ میں (فی سبیل اللہ) دینے کی وصیت کردی تھی۔

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: پھر تم اسی پر کیوں نہ نکل گئیں؟ حج بھی تو اللہ کی راہ میں (فی سبیل اللہ) ہی ہے ۔ تمہارا ہمارے ساتھ حج تو نہ ہو سکا۔ اب تم رمضان میں عمرہ کر لینا، وہ بھی حج کے برابر ہے۔(ابوداؤد ، کتابُ المناسِك) ۔

(۲) اسی قسم کی ایک اور حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کسی صحابی کے پاس ایک ہی اونٹ تھا، جو انھوں نے اللہ کی راہ میں دیدیا تھا اور ان کی بیوی نبیﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہونا چاہتی تھیں ۔ نبیﷺ نے ان سے فرمایا تھا: اگر تم اسے اسی اونٹ پر حج کروادو، تو وہ بھی فی سبیل اللہ ہی ہوگا۔ ان صحابی نے پوچھا میری بیوی نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپؐ سے پوچھنے کیلئے کہا ہے کہ کونسا عمل آپؐ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے ۔ فرمایا: اسے میرا بھی سلام کہنا اور بتانا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے

برابر ہے ۔(ابوداؤد ، کتاب المناسِك) ۔

لیکن نبیﷺ نے خود رمضان میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ آپؐ نے اپنی زندگی میں کل چار عمرے کئے ۔ اور یہ مختلف سالوں میں لیکن ذی القعدہ میں ہی کئے ۔(بخاری ، العمرۃ)

جاہلیت کے عرب حج کے دنوں اور اِس کے قافلوں کے آنے جانے کے مہینوں ، ذی القعدہ ، ذی الحجہ اور محرم میں عمرہ کرنا برا سمجھتے تھے ۔ شاید اسی کے رد کیلئے نبیﷺ نے سارے عمرے انہی مہینوں میں کئے ۔(نیلُ الاَوطَار ، ۳۰۶/۳) ۔

حج اور عمرے کے احکام جاننے کیلئے ہمیں نبیﷺ کے حجۃ الوداع کی بہت تفصیلی احادیث ملتی ہیں ۔ اس میں آپؐ نے پہلے عمرہ کیا۔ اور پھر دوبارہ احرام باندھ کر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کے ساتھ حج کیا۔ یہ سب کے سب نبیﷺ کے ایک ایک عمل کے عینی گواہ تھے ۔ پھر خود نبیﷺ نے بھی اس میں سکھانے پر زور دیتے ۔ اور فرماتے جاتے ۔

'' تاکہ تم مجھ سے اپنے طریقے سیکھ لو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اِس کے بعد کبھی تمہارے ساتھ حج کرسکوں گا یا نہیں ۔'' (مُسلِم ، کتابُ الحج) ۔

عمرہ ۔ فضائل اور مسائل

(۱) حج اور عمرے میں احرام کی پابندیاں، کعبہ کا طواف اور سعی مشترک ہیں ۔ اور قرآن حج کیلئے کہتا ہے: اَلحَجُّ اَشهُرٌ مَعلُومَاتٌ ۔ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الحَجِّ ۔ (سورۃ البقرہ ، ۲۹۷)

'' حج کے مہینے مقرر ہیں ۔ پھر جو ان میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیئے کہ حج میں کسی شہوانی فعل، کسی بھی گناہ کے کام اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش نہیں ہے۔''

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہے، جو اس کے اور اس سے پہلے عمرے کے درمیان کئے گئے ہوں ۔ اور حج مبرور کا بدلہ تو صرف جنت ہی ہے ۔'' (بُخاری، کتابُ العُمرَۃ) ۔

حج مبرور یعنی وہ حج جو قبول ہوجائے ۔ رہی عمرے سے مغفرت تو احادیث اوپر

گزر چکی ہیں کہ مختصر اعمال سے مغفرت کی شرط کبیرہ گناہوں سے پرہیز ہے۔

(۳) ''جس نے اللہ کیلئے حج کیا، پھر اس دوران نہ بے حیائی کی کوئی بات کی، نہ گناہ کا کوئی کام کیا، وہ ایسے واپس ہوتا ہے، جیسے وہ اس دن تھا جب پیدا ہوا تھا۔'' (بُخاری)۔

(۴) ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ نے انھیں بلایا، تو وہ آ گئے۔ اب وہ اللہ سے مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں عطا فرما دیں گے۔ (ابن ماجه ، کتاب المناسِك)۔

(۵) چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب نبیﷺ سے عمرے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا:

اِیْ اَخِیْ ۔ اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِكَ وَ لَا تَنْسِنَا ۔

''میرے بھائی۔ ہمیں اپنی دعاؤں میں شامل رکھنا، اور بھولنا نہیں۔'' (ترمذی ، الدعوات)

(۶) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: جو شخص حج کیلئے نکلا اور فوت ہو گیا، اس کیلئے قیامت تک کا حج کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ جو شخص عمرے کیلئے نکلا اور فوت ہو گیا اس کیلئے قیامت تک کا عمرے کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص جہاد کیلئے نکلا اور فوت ہو گیا، اس کیلئے قیامت تک کا جہاد کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔ (صحیحُ التَّرغِیب ، الحج)۔

دوسروں کی طرف سے حج اور عمرہ کرنے کی شرائط

میت کے ذمہ روزہ کے احکام میں حدیث گزر چکی ہے کہ روزہ اور حج دوسرے کی طرف سے کیا جا سکتا ہے۔ آگے حدیث آ رہی ہے کہ عمرہ بھی کیا جا سکتا ہے اور زندہ آدمی اور میت، دونوں کی طرف سے کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ پہلے اپنا کر چکے ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ بتاتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں جب سب لوگوں نے نبیﷺ کے ساتھ بآواز بلند لبیک پڑھی، تو ایک صحابی نے کہا: لَبَّیْكَ عَنْ شَبْرَمَةَ ۔ یعنی شبرمہ کی طرف سے لبیک۔ آپؐ نے ان سے پوچھا۔ یہ شبرمہ کون ہے؟ کہنے لگے۔ میرا بھائی یا دوست۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ نہیں۔ نبیﷺ نے فرمایا: پہلے تم اپنا حج کر لو، پھر شبرمہ کی طرف سے کرتے رہنا۔ (ابوداوٗد، کتاب المناسِك)

کسی نے اپنی ماں اور اپنی بہن کی موت کے بعد نبیﷺ کو دو الگ الگ موقعوں پر بتایا کہ انھوں نے حج نہیں کیا تھا۔ آپؐ نے پوچھا: ''اگر ان کے ذمہ کچھ قرض ہوتا، تو تم اسے ادا کرتے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر اللہ کا قرض ادا کر دو۔ اللہ اپنے قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔'' (بُخاری ،کتاب العُمرة و کتابُ الایمانِ والنُّذُورِ)

(۳) حضرت ابورزین عقیلیؓ نے نبیﷺ کو بتایا کہ یارسول اللہؐ۔ میرے والد بہت بوڑھے ہیں۔ نہ حج کر سکتے ہیں، نہ عمرہ۔ اور نہ سواری پر بیٹھ سکتے ہیں۔ فرمایا: اپنے والد کی طرف سے حج بھی کرو اور عمرہ بھی۔ (نَسَائی، کتابُ الحج)۔

(۴) قبیلہ خشعم کی ایک صحابیہ نے بھی حجۃ الوداع میں نبیﷺ سے یہی بات پوچھی کہ یا رسول اللہؐ۔ میرے باپ کو حج کا فریضہ اسوقت پہنچا ہے، جب وہ بڑھاپے کے باعث سواری پر بیٹھنے تک کے قابل نہیں رہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کر لو۔ (مُسلِم)۔

(۵) حجۃ الوداع کے موقع پر ہی ایک صحابیہ اپنے بچے کو اٹھا کر لائیں اور پوچھا کہ یا رسول اللہؐ۔ کیا اس کیلئے حج ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اور اسکا ثواب تمہیں ملے گا۔ (مُسلِم)۔

خواتین کا حج اور عمرہ

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے۔'' (بُخاری ، کتاب تَقصِیرُالصلوٰۃ)۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص ہرگز کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے۔ اور کوئی عورت کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

ایک صحابی کہنے لگے: یارسول اللہ۔ میری بیوی حج کیلئے جا رہی ہے۔ اور میرا نام فلاں غزوے کیلئے لکھا جا چکا ہے۔ فرمایا: ''جاؤ، اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔'' (مُسلِم)

(۳) ایک دفعہ نبیﷺ سے شوہر کے ساتھ رہنے والی ایسی عورت کے بارے میں پوچھا گیا، جس کے پاس گنجائش بھی ہے، لیکن اسکا شوہر اسے حج کی اجازت نہیں دیتا۔ فرمایا:

''اسے اپنے شوہر کی اجازت کے ساتھ جانا چاہیے۔''(دارَ قُطنِی ، کتابُ الحج)۔

حج اور عمرے کے دوران تجارت اور کسب معاش

حج کے احکام میں ایک آیت ہے:

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلاً مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۔(البقرۃ ۔۱۹۸)

'' اگر تم اسکے دوران اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے رہو، تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔''

قرآن روزی کیلئے اللہ کے فضل کا لفظ استعمال کرتا ہے ۔ حج اور عمرے کے دوران اگر کوئی حلال طریقہ سے روزی کمانا چاہے، تو اسکی پوری اجازت ہے۔

تابعی حضرت ابوامامہ تیمیؒ کہتے ہیں کہ میں حج میں اپنے جانور کرایہ پر دیتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ تمہارا حج نہیں ہوتا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا۔ کہنے لگے: کیا تم احرام نہیں باندھتے ، لبیک نہیں پڑھتے ، طواف نہیں کرتے ، عرفات سے نہیں لوٹتے ، کنکریاں نہیں مارتے ۔ میں نے کہا کہ سب کچھ کرتا ہوں ۔ حضرت ابن عمرؓ کہنے لگے کہ پھر تمہارا حج صحیح ہے ۔ کیونکہ نبی ﷺ سے بھی کسی نے یہی سوال پوچھا تھا، تو آپؐ خاموش رہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم حج کے دوران اللہ کا فضل ڈھونڈتے رہو، تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس پر آپؐ نے ان صاحب کو بلا کر فرمایا: تمہارا حج صحیح ہے۔(ابوداؤد ، کتاب المناسِك)۔

حج اور عمرے میں بھی۔ اور عام دنوں میں بھی۔ روزی کماتے ہوئے بس یہ خیال ضرور رکھیں کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اور آپ کی کوئی بھی چیز کسی گناہ کے کام میں استعمال نہ ہو رہی ہو۔ نہ خود کوئی برائی کریں، نہ کسی کے گناہوں میں شریک ہوں ۔ نبی ﷺ کا ایک ارشاد ہے:'' نہ خود نقصان اٹھاؤ، نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔'' (ابن ماجه، کتاب الاحکام)۔

میقات کے مسائل ۔ میقات جدہ سے پہلے آتی ہے

(۱) میقات ان جگہوں کو کہتے ہیں ، جن سے آگے حج اور عمرے کی نیت سے مکہ میں داخل ہونے والے شخص کو احرام کے بغیر حضورؐ نے جانے کی اجازت نہیں دی۔

نبی ﷺ کے زمانے میں مکہ میں داخل ہونے کے چھ مختلف راستے تھے۔ نبی ﷺ

نے ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک الگ مقام کو میقات مقرر کر دیا۔ مدینہ کی طرف سے آنے والوں کیلئے ذوالحلیفہ ، شام کی طرف سے آنے والوں کیلئے جحفہ، یمن کی طرف سے آنیوالوں کیلئے یلملم (نیا نام سعدیہ)، عراق کی طرف سے آنیوالوں کیلئے ذاتِ عِرق اور نجد کی طرف سے آنیوالوں کیلئے قرن المنازل (سیل کبیر)۔ اور فرمایا کہ یہ ان اطراف کے لوگوں کیلئے، اور جو بھی ان سے ہو کر مکہ میں داخل ہو، اس کیلئے میقات ہیں۔ اور جس کا گھر مکہ اور میقات کے درمیان ہو، اسکی اور مکہ کے رہنے والوں کی میقات ان کے اپنے گھر ہیں۔(مُسلِم) ۔

اگر آپ کا جہاز ان میں سے کسی جگہ کے اوپر سے اڑ کر سعودیہ پہنچ رہا ہو، اور آپ کی نیت بھی پہلے مکہ جا کر پھر مدینہ جانے کی ہو، تو میقات آنے سے پہلے اور ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے پہلے ہی احرام باندھ لیں۔ کیونکہ دور سے آنیوالوں کیلئے جدہ میقات نہیں ہے۔ یہ صرف ان لوگوں کیلئے میقات ہے، جو یا تو جدہ میں ہی رہتے ہوں، یا پھر جو کم از کم اس وقت حج اور عمرہ کی نیت سے جدہ نہ آئے ہوں۔ یا جن کا کچھ دن بعد حج یا عمرہ کا ارادہ ہو۔

پاکستان اور ہندوستان سے جانے والوں کا جہاز یلملم کے اوپر سے اڑتا ہوا جدہ پہنچتا ہے، اسلئے جہاز میں چڑھنے سے پہلے ہی احرام باندھ لیں۔

کیونکہ اگر کوئی شخص احرام کے بغیر میقات سے گزر جاتا، تو حضرت ابن عباسؓ اسے میقات پر واپس بھیج کر احرام باندھ کر آنے کیلئے کہتے تھے۔(مُسنَد شافعی، الحج)

(۳) ناواقفیت میں اگر غلطی ہو ہی گئی ہو۔ اور واپس جا کر احرام باندھنا بھی ممکن نہ ہو، تو پھر نبی ﷺ نے ممنوعات احرام کا کوئی کام سرزد ہو جانے پر فدیہ کا حکم دیا ہے۔ حدود حرم میں جو بھی میسر آجائے، وہ قربانی۔ ورنہ چھ مسکینوں کا تین صاع کھانا۔(دس کلو)۔ اور اگر اسکی گنجائش نہ ہو، تو تین روزے۔(بُخاری ، کتابُ المَحْصَر) ۔

(۴) حج کیلئے تو مکہ میں رہنے والوں کی میقات ان کا اپنا گھر ہے۔ وہ اپنی رہائش گاہ سے ہی سے احرام باندھیں گے۔(مُسلِم ، کتابُ الحج) ۔

البتہ ایک دفعہ مکہ میں داخل ہو گئے، تو پھر عمرے کیلئے مکہ کی قریب ترین میقات پر

جا کر احرام باندھ کر واپس آنا ہوگا۔ خواہ یہ مکہ کے رہائشی ہوں یا مسافر۔

(۵) چنانچہ حجۃ الوداع میں راستے میں ہی حضرت عائشہؓ کے ایام ماہواری شروع ہوگئے تھے، تو نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ وہ غسل کر کے کنگھی کرلیں اور حج کا ارادہ کرلیں۔ پھر ہر وہ کام کریں، جو ایک حاجی کرتا ہے، سوائے طواف کعبہ کے۔ حج مکمل ہونے تک وہ بھی پاک ہوگئیں، تو نبی ﷺ نے انھیں ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے ساتھ عمرے کا احرام باندھنے کیلئے مکہ کی قریب ترین میقات تَنعِیم پر یہ فرما کر بھیجا تھا کہ یہ اللہ کے ہاں ایک قبول ہونے والا عمرہ ہے۔ (مُسلِم، کتابُ الحج)۔

تَنعِیم پر اب مسجد عائشہؓ بنا دی گئی ہے اور مسجد حرام کے بالکل سامنے سے اس کیلئے مستقل بسیں چلتی رہتی ہیں، کہ جسے جانا ہو، وہاں جا کر عمرہ کا احرام باندھ لے۔

(۶) اگر کوئی حج اور عمرہ کے علاوہ کسی اور کام سے مکہ آرہا ہے، تو پھر اس کیلئے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے، تو آپؐ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی اور آپؐ یا آپؐ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی احرام میں نہیں تھا۔ (مُسلِم، کتاب الحج)۔

احرام کیلئے نبی ﷺ کی سنتیں

(۱) ہمارے ہاں احرام اس مخصوص لباس کو سمجھا جاتا ہے، جسے پہن کر حج اور عمرہ میں طواف اور سعی کی جاتی ہے۔ جبکہ حقیقتاً احرام لباس نہیں بلکہ ان پابندیوں کا نام ہے، جو انسان پر بعض ایسے کام حرام کر دیں، جو پہلے اس کیلئے جائز رہے ہوں۔ اس میں لباس بھی آجاتا ہے اور دوسری پابندیاں بھی۔

(۲) حالت احرام میں نبی ﷺ نے انسان یا کسی بھی جاندار کو کوئی بھی تکلیف دینا، لڑنا جھگڑنا، گناہ کے سارے کام، باریک یا ایسے فٹنگ والے کپڑے پہننا، جس سے بدن کی ہیئیت نظر آتی رہے، نکاح اور اسکا پیغام، میاں بیوی کی قربت، خشکی کے جانوروں کا شکار، بال یا ناخن کاٹنا، سرمنڈوانا۔ سب ممنوع فرما دیا ہے۔

البتہ احادیث میں چھ موذی جانوروں کو حالت احرام اور حدود حرم میں بھی مار دینے کا حکم ملتا ہے۔ یعنی سانپ، بچھو، چیل، چتکبرا کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

(سورة البقرہ، آیت ۱۹۶، ۱۹۷۔ سورة المائِدہ، آیت ۹۵ ۔ مُسلِم، کتاب الحج)۔

(۳) نبی ﷺ کو سفید رنگ بہت پسند تھا۔ (ترمذی، کتاب الاستیذان)۔ اسلئے احرام کیلئے سفید کپڑا ہی بہتر ہے۔ لیکن سفید یا ہلکے رنگوں میں سے عام طور پر جسم جھلکتا رہتا ہے۔ اسلئے گاڑھا کپڑا لیں اور دھوپ میں جا کر اسے ہاتھ پر لٹکا کر دیکھ لیں کہ اندر سے ہاتھ نظر نہ آرہا ہو۔ ورنہ عمرے کا ثواب جا کر الٹا ستر پوشی نہ کرنے کا گناہ ہوگا۔ مرد کیلئے ناف سے لے کر آدھی رانوں اور گھٹنے تک کی جگہ۔ اور عورت کا چہرے اور کلائی تک ہاتھوں کے علاوہ سارا جسم ستر ہے، جسے چھپانا لازم ہے۔ (تِرمِذی، الاِستِیذان ۔ ابو داوٗد، اللباس)۔

(۴) مردوں کا احرام چونکہ بغیر سلا ہوا کپڑا ہے، اسلئے اٹھنے بیٹھنے میں خاص احتیاط کریں۔ گھٹنے اونچے کر کے یا پاؤں کرسی پر بیٹھنے کی طرح لٹکا کر زمین پر بیٹھنے اور لیٹنے سے ستر کھل جاتا ہے۔ پھر مکہ سارا ہی پہاڑی علاقہ ہے۔ اونچی جگہ یا سیڑھی پر ہمیشہ پاؤں لمبے کر کے بیٹھیں۔ تاکہ نیچے سے گزرنے والا بلاوجہ نظروں کے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ احرام کی نیچے والی چادر ٹخنے سے اوپر رکھ کر اسکے اوپر سے پتلون کی بیلٹ کمر پر کس کر باندھ لیں، تاکہ یہ چادر پھسل کر نیچے نہ آجائے۔ سیفٹی پن نہ لگائیں، گر کر کسی کے پاؤں میں چبھ سکتی ہے۔

(۵) عورت کا احرام اسکے روزمرہ استعمال کے کپڑے ہیں۔ نبی ﷺ نے عورت کو سارا ہی وقت ڈھیلا ڈھالا اور گاڑھا لباس پہننے کا حکم دیا ہے، جس سے جسم کی ساخت نمایاں نہ ہوتی ہو۔ پھر کلائیوں تک کی پوری آستینیں، ٹخنوں سے نیچے تک ڈھکے ہوئے پاؤں۔ اوپر سے بڑا سا موٹا ڈوپٹہ، چادر یا اسکارف، جس سے صرف چہرہ کھلا رہے۔ سر کے سارے بال اور سینہ اچھی طرح ڈھک جائے۔ سفید، باریک یا ہلکے رنگ کے لباس کے نیچے پوری آستین کی شمیز ضرور پہنیں۔ ڈوپٹہ چادر یا اسکارف، جو بھی آپ استعمال کریں، وہ بھی خوب بڑا اور موٹا ہونا چاہئے تاکہ کسی قسم کی معمولی سی بے حجابی کا بھی تصور تک نہ رہے، ورنہ جتنے لوگوں کی

نظر اس لباس سے بہکے گی، روز قیامت آپ ہی ان سب کے گناہ کی ذمہ دار قرار پائیں گی۔

سورۃ النور عورت کو ڈوپٹہ اوڑھنے کا حکم دیتی ہے۔(آیت ۳۱)۔اور سورۃ الاحزاب چادر کا۔(آیت ۵۹)۔جسم کی ساخت دکھانے والے کپڑے، باریک اور پتلے کپڑوں، جیسے لان یا وائل کی شلواریں، بغیر شمیز کی قمیص، باریک اور چھوٹے ڈوپٹے۔یہ سب احرام کو برباد کرنے والے ہیں۔ کپڑوں میں ننگی نظر آنے والی اور خوشبو لگا کر کسی مجلس سے گزرنے والی عورتوں کیلئے نبیﷺ نے ان پر اللہ کی لعنت کے سخت ترین الفاظ استعمال کرتے ہوئے انھیں زانیہ اور آوارہ قرار دیا ہے۔(مُسلِم ،الجَنَّة ۔ تِرمِذی ، الادب)

اور اتنے ڈھکے ہوئے لباس میں گرمی بالکل نہیں لگے گی۔ اگر آپ کا لباس سو فیصد کاٹن اور بالکل ہلکا پھلکا وزن نہ رکھنے وے کپڑے کا ہوگا، تو گرمی نہیں لگے گی۔ انشاء اللہ۔

اسلام نہیں چاہتا کہ عورت کسی بھی جگہ نکلے تو اسکا لباس، لہجہ یا کوئی بھی چیز ایسی ہو، جو راہ چلتے مردوں کو اسکی طرف مائل کرے اور معاشرہ جنسیت کا شاہکار بن کر رہ جائے۔ کجا کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں ایسا لباس پہن کر لوگوں کی نظریں بہکانا۔

(۶) احرام باندھنے سے پہلے غسل کرتے وقت جسم کے زائد بال صاف کرلیں۔ احرام باندھنے سے پہلے نبیﷺ نے غسل فرمایا، خوشبو لگائی اور پھر ظہر کی نماز ادا کر کے احرام باندھ لیا۔احرام کھولنے کے بعد بھی طواف سے پہلے آپؐ نے خوشبو لگائی۔(مُسلِم)۔

(۷) لیکن حالت احرام میں آپؐ نے خوشبو کا استعمال ممنوع قرار دیدیا۔خود بھی تیل لگایا، تو بغیر خوشبو والا ہی لگایا۔(شرحُ السنة ، کتابُ الحج)۔اگر کوئی خوشبو لگا لیتا، تو آپؐ اسے دھو دینے کا حکم دیتے۔(مُسلِم ،کتابُ الحج)۔

حاجی کیمپ اور حرم، دونوں جگہ ایران کے بغیر خوشبو والے صابن اور شیمپو عام ملتے ہیں۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا:''جو آدمی احرام کی حالت میں ہو، وہ نہ قمیص پہنے نہ ٹوپی نہ جبہ نہ پاجامہ نہ موزے۔اگر چپل نہ ملے، تو موزے ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر پہن لے۔اور نہ ہی کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں ورس یا زعفران

لگا ہوا ہو۔(بخاری)۔ورس اور زعفران اس زمانے کے خوشبو ملے ہوئے رنگ تھے۔

(۹) اس وقت نہانا سب کو ہے۔حضرت اسماءؓ بنت عُمَیس کے ہاں حجۃ الوداع کے سفر کے دوران ہی بیٹے کی پیدائش ہوئی، تو نبیﷺ نے ان کے شوہر حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اسماء سے کہو کہ نہا کر احرام باندھ لیں۔(مُسلِم ، کتاب الحج)۔

(۱۰) احرام چونکہ لباس کا نہیں پابندیوں کا نام ہے۔یہ کپڑے بدلنے سے نہیں بلکہ اس کی پابندیوں کو توڑنے سے ٹوٹتا ہے۔لہٰذا نبیﷺ نے احرام کی حالت میں غسل کرنے اور ضرورت پڑنے پر احرام تبدیل کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔آپؐ خود بھی حالت احرام میں غسل بھی فرما لیتے اور سر بھی دھو لیتے تھے۔(مُسلِم ، کتاب الحج)۔

اسلئے خواتین کو بھی حالت احرام میں ہر دفعہ وضو اور غسل کے وقت اپنے سر پر سے کپڑا اتار لینا چاہئے، ورنہ چہرہ پورا نہ دھلنے اور سر باقی رہ جانے کی وجہ سے نہ تو انکا وضو ہوگا اور نہ ہی غسل۔اور جب وضو ہی نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی۔حالت احرام اور مسجد حرام میں رہتے ہوئے نماز سے محروم رہ جائیں گے اور سارا وقت گندے میلے بھی گھومتے رہیں گے۔

(۱۱) مسجد میں داخلے سے پہلے اپنا موبائل فون ضرور بند کر دیں تا کہ اس کی گھنٹی یا گفتگو سے آپ اپنی یا کسی دوسرے کی عبادت میں حرج کرنے کے گناہ گار نہ ہو جائیں۔

تلبیہ (لبیک پڑھنا)

(۱) حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ کسی نے نبیﷺ سے پوچھا: کونسا حج سب سے افضل ہے؟ فرمایا:''جس میں تلبیہ کی کثرت ہو اور قربانی کی جائے۔'' (تِرمِذی ، کتابُ الحج)

(۲) نبیﷺ نے احرام سفر میں اور ظہر کے وقت باندھا تھا، اسلئے اسے باندھتے ہی آپؐ نے ظہر کی قصر نماز کی دو رکعتیں ادا کیں اور پھر بلند آواز میں تلبیہ (لبیک) پڑھا:

لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ ۔ لَبَّیکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ ۔

اِنَّ الْحَمْدَ ۔ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ ۔ لَا شَرِیکَ لَکَ ۔

''میں حاضر ہوں میرے اللہ، میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں۔

میں حاضر ہوں۔تعریف بھی آپ ہی کیلئے ہے اور نعمتیں بھی سب آپ ہی کی بخشی ہوئی۔ حکومت اور بادشاہی بھی آپ ہی کی ہے۔آپ کا کوئی شریک نہیں۔''(بُخاری و مُسلِم)

(۳) صحابہ نے آپؐ کا ساتھ دیا۔حضرت ابوسعید خُدریؓ کہتے ہیں کہ ہم نبیﷺ کے ساتھ نکلے تو ہم سب زورزور سے حج کیلئے لبیک کی صدائیں بلند کررہے تھے۔(مُسلِم)۔

(۴) حضرت سائبؓ بن یزید کہتے ہیں کہ نبیﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو اونچی آواز سے لبیک پکارنے کیلئے کہوں (ابن ماجه)

(۵) لبیک پڑھنے کے ساتھ حضورؐ نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهَا وَ لَا سُمْعَةَ ۔

''یااللہ۔اسے ایسا حج بنانا،جس میں نہ کوئی ریا ہو،نہ شہرت کی طلب۔''

(شمائل الترمذی، باب ما جاء فی تواضع الرسول)۔

(۷) مکہ پہنچ کر طواف شروع کرنے تک نبیﷺ مسلسل لبیک پڑھتے رہتے۔(ترمذی)

(۸) راستہ میں ہر چڑھائی پر اللہ اکبر اور ڈھلوان پر سبحان اللہ پڑھتے (بخاری،الجهاد)

(۹) مکہ میں آپؐ ثَنِيَّةُ الْعُلْيَا یعنی اسکے بالائی حصہ سے داخل ہوتے۔رات ذی طویٰ میں گزار کر صبح نماز وہیں ادا کرتے۔پھر غسل کر کے مکہ میں داخل ہوتے۔واپس آپؐ ثَنِيَّةُ السُّفْلٰی یعنی اِس کے نچلے حصہ سے نکلتے۔(مُسلِم، کتابُ الحج)۔

سعودی حکومت نے اب مکہ میں آنے جانے کے راستے ہی یہی بنا دیئے ہیں۔ سارا ٹریفک انہی راستوں سے مکہ میں داخل ہوتا اور نکلتا ہے۔

طواف کعبہ کے بارے میں چند احادیث

(۱) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسجد حرام میں نبیﷺ باب بَنِی شَیْبَه کی طرف سے داخل ہوتے۔(ابن خُزَیْمَة)۔اب اس جگہ بابُ السلام بنا دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت ابواسیدؓ سے مروی ہے کہ ہر مسجد میں داخلے کے ساتھ ہی آپؐ پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ ۔

''یااللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔''(ابوداؤد، کتاب الصلوة)

(۳) مسجد حرام میں جاتے ہی وضو کر کے طواف شروع کر دیتے۔احرام کی حالت میں نبیﷺ مسجد حرام میں داخلہ کے بعد تَحِيَّةُ المسجد کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔(بُخاری)

(۴) ہمارے ہاں کعبہ کی پہلی نظر پر دعا کی قبولیت کی جو بات مشہور ہے، قرآن حدیث سے اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔رب کعبہ نے اسکی کوئی ہدایت نہیں دی۔البتہ یہ ضرور ملتا ہے کہ نبیﷺ جب حضرت یعلیٰؓ کے گھر آتے، تو قبلے کی طرف رخ کر کے دعا کرتے۔(نَسَائی)

ہوسکتا ہے ان کے گھر سے کعبہ دکھائی دیتا ہو کیونکہ آپؐ کا کسی اور مقام پر ایسا نہیں کرتے تھے۔حضرت حذیفہؓ بن اسید سے مروی ایک ضعیف روایت میں نبیﷺ کی یہ دعا ملتی ہے:

اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَشْرِیْفًا وَّ تَکْرِیْمًا وَّ بِرًّا وَّ مَھَابَةً ۔

''یااللہ۔اس گھر کی عزت،عظمت اور وقار میں اضافہ کیجئے۔''(مُسنَد شافعی، ۱/۳۳۹)

(۵) طواف شروع کرنے سے پہلے نبیﷺ اپنے احرام کی اوپری چادر داہنے مونڈھے کے نیچے سے نکال کر بائیں طرف ڈال کر سیدھا کندھا کھلا رکھتے ہوئے طواف شروع کر دیتے۔اسے اِضْطِبَاغ کہتے ہیں۔(ابوداؤد، کتاب المناسِك)۔

(۶) کل سات چکر فرماتے۔ہر چکر حجراسود شروع ہو کر حجراسود پر ہی ختم ہوتا(مُسلِم)

حجراسود کعبہ کے دروازے سے فوراً پہلے آنے والے کونے پر نصب ہے۔نبیﷺ اسکے سامنے سے سیدھے ہاتھ کی طرف چل کر اس طرح طواف کرتے کہ کعبہ الٹے ہاتھ پر ہوتا۔اور اسی پر ختم کرتے۔(ترمذی)۔جیسا کہ تصویر میں تیر کے نشان لگے ہوئے ہیں۔

سعودی حکومت نے کعبہ کے اردگرد زمین پر سفید ٹائل بچھا دیئے ہیں، جو گرمی میں بھی ٹھنڈے رہتے ہیں اور اس پر دوپہر میں بھی طواف کرنے والوں کے پاؤں نہیں جلتے۔ انہی کے بیچ پہلے ایک جگہ زمین پر کعبہ سے مسجد تک سیاہ سنگ مرمر کے ٹائل لگا کر ایک لمبی سی کالی پٹی بنا دی گئی تھی، جو حجراسود کے عین سامنے پڑتی تھی۔طواف کے چکروں کے شروع اور ختم ہونے کی جگہ پہچاننے کا آسان طریقہ زمین پر بنی ہوئی یہ کالی پٹی ہی تھی۔

یہ کالی پٹی چھت سے طواف کرنے والوں کی آسانی کیلئے اوپر بھی بنا دی گئی تھی ۔اب حرم کی توسیع میں اگر یہ پٹی مٹ بھی گئی ہو،تو حجرِ اسود کی اصل نشانی کعبہ کا دروازہ ہے، جو حجر اسود والے کونے کے فوراً بعد آجاتا ہے ۔کالے غلاف کے بیچ میں زمین سے چھ سات فٹ اونچائی پر لگا ہوا یہ پندرہ بیس فٹ اونچا بڑا سا پیلا دروازہ دور سے بھی صاف دکھائی دیتا ہے ۔بس اس دروازے سے فوراً پہلے آنیوالا کونا طواف کا ہر چکر شروع اور ختم کرنے کی جگہ ہے

(۷) نبی ﷺ کے طواف کی ابتداء حجرِ اسود کو بوسہ دیکر، یا اسکی طرف ہاتھ یا چھڑی سے اشارہ کرکے ہوتی ۔رش میں جیسا بھی موقع ہوتا۔اسے اِستِلام کہتے ہیں ۔استلام یعنی چھونا۔

کچھ لوگ ناواقفیت میں نماز کی تکبیر کی طرح کندھوں تک دونوں ہاتھ اٹھا کر کعبہ کی طرف رخ کر کے استلام کرتے ہیں ۔یہ غلط اور خلاف سنت ہے ۔

(۸) استلام کے ساتھ ہی نبی ﷺ لبیک پڑھنا بند کر دیتے ۔(ترمذی ، ابو داوٗد)۔

(۹) حجرِ اسود کا استلام کرکے،یعنی اسے بوسہ دے کر یا اشارہ کرکے نبی ﷺ پڑھتے :

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۔(بُخاری و مُسلِم) ۔

'' اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو سب سے بڑا ہے۔''

نبی ﷺ نے اس موقع پر یہ دعا اتنی ہی پڑھی ہے۔اِس میں وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ کا اضافہ کرکے حضورؐ کی اصلاح کی بدنصیبی نہ کریں۔

(۱۰) ہر چکر کے بعد حجرِ اسود کے سامنے (کالی پٹی یا کعبہ کے دروازے سے پہلے کا کنارا) پہنچ کر حجرِ اسود کی طرف اشارہ کرکے یا بوسہ دے کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ فرماتے ۔(بُخاری)

(۱۱) کعبہ کے باہر اور اسکے دروازے کے فوراً بعد آنے والے کنارے پر ایک چھوٹی سی گول دائرے کی شکل میں دیوار سی بنی ہوئی ہے۔اسے حطیم بھی کہتے ہیں اور حِجر بھی ۔

زمانۂ جاہلیت میں اِسے حطیم کہتے تھے،جبکہ احادیث میں اِسکا نام حِجر ہی آیا ہے۔

اردو میں اِس کا نام حطیم ہی زبان زدِ عام ہو گیا ہے، ورنہ اصولاً ہمیں اسے حجر ہی کہنا چاہیے

یہ حصہ پہلے کعبہ میں شامل تھا۔لیکن حضورؐ کی نبوت سے پہلے جب کعبہ کی نئے سرے سے تعمیر ہوئی تھی، تو پیسے کم پڑ جانے کی وجہ سے اتنی جگہ ایک گول سی دیوار بنا کر خالی چھوڑ دی گئی تھی، جسے نبی ﷺ نے بعد میں بھی جوں کا توں رہنے دیا تھا۔ یہ گول دیوار حضورؐ کے عمل کی پیروی میں آج تک کعبہ کے باہر اسی طرح باقی رکھی گئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ طواف حطیم کے باہر سے کرتے، جبکہ نماز حطیم کے اندر پڑھتے تھے۔(ابن خُزَیمَة ، کتابُ المناسِك) ۔

(۱۲) حطیم ختم ہونے کے فوراً بعد آنیوالا کعبہ کا کونا یمن کی طرف پڑتا ہے۔ اسے رکن یمانی کہتے ہیں۔ اسکے پیچھے مسجد کا صفا مروہ والا حصہ اور مسجد سے متصل سرکاری محل قصر صفا کھڑا نظر آتا ہے۔ رکن یمانی کو نبی ﷺ صرف چھوتے، اسے بوسہ نہیں دیتے۔ (بُخاری)۔ نہ اُس کی طرف اشارہ کرتے، نہ بوسہ دیتے، نہ اللہ اکبر کہتے، نہ چھوکر منہ پر ہاتھ پھیرتے اور نہ ہی اس پر رک کر دعا کرتے، جیسے بعض لوگ ناواقفیت میں کرتے نظر آتے ہیں۔

(۱۳) نبی ﷺ پہلے تین چکروں میں حجر اسود سے رکن یمانی تک چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے تیز رفتاری سے چلتے۔ اس میں کندھوں سے لے کر نیچے تک آپؐ کے دونوں ہاتھ بھی مسلسل حرکت کرتے رہتے، جو تیزی سے چلنے میں خود بخود ہوتا ہے۔ ایسی چال کو رَمَـلُ کہتے ہیں۔ رکن یمانی سے حجر اسود تک عام رفتار سے چلتے۔ پھر اگلے چکر کیلئے حجر اسود سے دوبارہ رفتار تیز کر کے رمل شروع کر دیتے۔ تیسرے چکر کے بعد بقایا طواف اپنی عام رفتار سے ہی کرتے۔ (بخاری)۔ تا کہ لوگ تیز چل چل کر تھک نہ جائیں۔(مُسلِم)۔

اِس کی وجہ یہ تھی کہ ۷ھ میں جب نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب عمرہ کیلئے آئے، تو مشرکین مکہ نے کہنا شروع کر دیا کہ مدینہ کے بخار نے انھیں کمزور کر دیا ہے۔ انھیں اپنی طاقت دکھانے کیلئے آپؐ نے اس انداز سے چلنے کا حکم دیا تھا۔(بُخاری)۔ اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ تم میں کمزوری نہ محسوس کریں۔ پھر تو یہ رمل دیکھ کر مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو چلنے پر راضی ہی نظر نہیں آرہے ہیں، ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھر رہے ہیں۔(احمد ، ۲۷۸۳)

نبی ﷺ کے انتقال کے بعد وہ حالات نہیں رہے۔ لیکن بقول حضرت عمرؓ، ہم کسی ایسے کام کو نہیں چھوڑیں گے، جسے ہم حضورؐ کے دور میں کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)۔

(۱۴) طواف سے فارغ ہوتے ہی آپؐ چادر کو دوبارہ پوری طرح اپنے بازوؤں پر لپیٹ کر مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز، سعی اور بقایا ارکان ادا کرتے۔

یاد رکھئے۔ احرام کی حالت میں کئے جانے والے سب سے پہلے طواف کے علاوہ نبی ﷺ نے نہ کبھی تیز رفتاری سے کوئی طواف کیا اور نہ ہی اپنا کندھا کبھی کھلا رکھا، جیسا کہ

اکثر لوگ ناواقفیت میں کندھا کھولے مسجد میں گھومتے نماز پڑھتے اور سعی کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب خلاف سنت ہے، بلکہ حضورؐ کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اِس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔(مُسلِم ، کتابُ الصلوٰۃ)۔

پھر تیز رفتاری اور کھلا کندھا، دونوں سنتیں صرف مردوں کیلئے اور وہ بھی صرف اورصرف حالت احرام کے پہلے طواف کیلئے ہیں۔ رہی عورت، تو اسکا تو پورا ہی جسم ستر ہے، جسے چھپانا لازم ہے اور اسے طواف اور سعی میں تیزی کا حکم بھی نہیں ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں عورتیں مردوں کے ساتھ ہی طواف کرتیں، لیکن ان سے الگ رہ کر۔(مُسلِم)

احرام کے بغیر نبی ﷺ جب بھی طواف کرتے، اپنی عام رفتار سے ہی کرتے۔

(۱۵) طواف کے بعد آپؐ کعبہ کے دروازے کے عین سامنے مقام ابراہیم پر آکر یہ پڑھتے

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی۔

''مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔'' (سورۃ البقرۃ ، ۱۲۵)

پھر دونوں کندھے ڈھانک کر اِس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پہلی رکعت میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری قُلْ ھُوَا اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے۔(مُسلِم ،ترمِذی)

یہ نماز مقام ابراہیم کے پیچھے کہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ کعبہ سے دور کسی ایسی جگہ پڑھیں جہاں سے یہ نظر بھی آتا رہے۔ اور نمازیوں کی وجہ سے طواف کرنے والوں کو بھی کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور خود نماز پڑھنے والا بھی اطمینان سے اپنی نماز پڑھ سکے۔ ورنہ طواف کرنے والوں کے کسی بڑے ریلے میں آکر گر کر زخمی ہو جانے کا خطرہ لگا رہتا ہے

(۱۶) اِس کے بعد آپؐ دعا کیلئے ملتزم کی طرف آتے۔ اور ایک دفعہ پھر حجر اسود کا استلام کرتے۔ اور پھر ملتزم پر آکر اپنا سینہ، پیٹ، ہاتھ اور رخسار اس سے ملا کر کعبہ سے چمٹ کر کھڑے ہوجاتے۔(ابن ماجہ ۔مَصنَف عبد الرزاق ، ح:۹۰۴۸)

(۱۷) پھر آپؐ زمزم کی طرف آتے اور اسے کھڑے ہوکر (بُخاری)۔ اور خوب سیر ہو کر پیتے۔(ابن ماجہ) ۔ کچھ سر پر بہاتے۔(مُسنَداحمد)۔

زمزم کے علاوہ کوئی اور پانی ہوتا، تو نبی ﷺ فرماتے: ''تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی نہ پیئے۔ اور اگر غلطی سے پی ہی لیا ہو، تو اسے چاہیئے کہ وہ قے کر دے۔ (مُسلِم، ح:۵۲۷۹)۔ لیکن طواف کے بعد زمزم آپؐ نے کھڑے ہو کر پیا ہے۔ (مُسلِم، ۵۲۸۰)

زمزم کے بارے میں آپؐ فرماتے: روئے زمین پر سب سے بہتر پانی زمزم ہے، جو بھوک کیلئے کھانا اور بیمار کیلئے شفا ہے۔ نبی ﷺ اسے مشکیزوں میں بھر کر اپنے ساتھ لیجاتے، مریضوں کو پلاتے اور ان پر بہاتے۔ (احادیث الصحیحه، ح: ۸۸۳، ۱۰۵۶)

(۱۹) حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ نبی ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتی؟ فرمایا: ''تم حِجر میں چلی جاؤ، یہ کعبے ہی کا حصہ ہے۔'' (نَسَائی، ح:۲۹۱۱

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنا چاہتی تھی۔ نبی ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حطیم کے اندر لے گئے، اور فرمایا: ''جب تمہارا کعبہ میں نماز پڑھنے کو جی چاہے، تو تم یہاں پڑھ لیا کرو کہ یہ بھی کعبہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ لیکن تمہاری قوم نے کعبہ کو تعمیر کے وقت چھوٹا کر دیا تھا۔ (نَسَائی، ح: ۲۹۱۲)۔

اسلیئے طواف کے بعد حطیم کے اندر جا کر نمازیں پڑھ پڑھ کر اللہ سے اپنی دین دنیا کی حاجتیں مانگیں۔ اپنے وطن پاکستان کیلئے ضرور دعا کریں کہ ہمارے سروں پر یہ چھپر باقی رہے اور مسلمانوں کا ستون اور سایہ بن سکے۔ دنیا میں جہاں جہاں مسلمان کفار کے ہاتھوں پس رہے ہیں، ان کیلئے اللہ کی مدد کی دعا کریں۔ اگر میری اس کتاب سے آپ کو کچھ حاصل ہوا ہو تو مجھے بھی ان دعاؤں میں یاد رکھیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''مسلمان کی دعا دوسرے مسلمان کیلئے اسکی غیر موجودگی میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور وہ جب بھی اپنے بھائی کیلئے بھلائی کی دعا کرے ایک فرشتہ کہتا ہے، آمین، تمہیں بھی یہی کچھ ملے'' (مُسلِم، کتابُ الذِّکر

نبی ﷺ فرماتے تھے کہ اگر لوگوں کے کفر کا زمانہ پرانا ہو چکا ہوتا اور میرے پاس پیسے ہوتے، تو میں حطیم کو پانچ ذراع تک کعبے میں داخل کر کے لوگوں کیلئے اس میں داخل ہونے اور نکلنے کے دروازے بنا دیتا۔ (نَسَائی، ح: ۲۹۱۰)۔

چنانچہ سعودی حکومت نے اب حطیم میں داخل ہونے اور نکلنے کے راستے اس طرح بنا دیئے ہیں کہ طواف کرنے والوں کو کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

کچھ طواف کے مسائل کے بارے میں

(۱) اگر نماز میں کسی کو رکعتوں کی تعداد صحیح یاد نہ رہتی، تو نبی ﷺ کا حکم تھا کہ کم تعداد کو شمار کر کے باقی رکعتیں پوری کر لے۔ (ابن ماجه، كتاب الصلوٰة)۔

اسی اصول کے تحت اگر طواف اور سعی کے چکروں کی تعداد میں کوئی شبہ ہو جائے، تو کم تعداد کا حساب لگاتے ہوئے زائد چکر کر کے، سات چکر پورے کر لینے چاہئیں۔

(۲) نبی ﷺ کا فرمان ہے: ''کعبہ کا طواف نماز ہی کی طرح ہے، لہٰذا اس میں کم سے کم بات کرو۔'' (نَسَائی، مناسِك الحج)۔

(۳) نبی ﷺ نے طواف کرتے ہوئے پانی بھی پیا ہے۔ (مُسنَد شافعی، ابو حاتِم)۔

(۴) طواف کے دوران نماز کھڑی ہو جائے، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہو یا کوئی اور عذر پیش آ جائے، تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ کے عمل ملتے ہیں کہ وہ نماز کے بعد طواف کے بقایا چکر پورے کرتے۔ (بُخاری، کتابُ الحج)۔

لیکن نماز با جماعت کی پابندی ضرور کریں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ مسجد حرام میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے۔ (ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوٰة)۔ مسجد نبوی کی نماز مسجد حرام کے علاوہ اور ساری مسجدوں سے ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔ (بُخاری) ۔جبکہ ہر نماز با جماعت کا ثواب عام نمازوں سے ستائیس گنا زیادہ ہے۔ (مُسلِم، الصلوٰة)

(۵) حضرت جُبَیرؓ بن مُطعِم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عبد مناف کے خاندان کے لوگو۔ تم کسی شخص کو دن رات کی کسی گھڑی میں مسجد حرام کے اندر طواف کرنے یا نماز پڑھنے سے نہ روکو۔'' (نَسَائی)۔ عبد مناف کا خاندان یعنی قبیلہ قریش جو کعبہ کا متولی تھا

(۶) ورنہ عام حالات میں نبی ﷺ تین اوقات میں نماز پڑھنے اور میت دفنانے سے منع فرماتے۔ طلوع آفتاب کے وقت، حتیٰ کہ وہ بلند ہو جائے۔ زوال کے وقت، یعنی

جب سورج نصف آسمان پر ہو، حتیٰ کہ وہ ڈھل جائے۔ اور غروب آفتاب کے وقت۔ اور فرماتے: فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے۔ اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے۔ (بُخاری، مَواقیتُ الصلوٰۃ)۔

(۷) غیر معمولی رش ہونے پر آپؐ نے اونٹنی پر بیٹھ کر بھی طواف وسعی کی ہے۔ (بُخاری و مُسلِم)۔ اور پھر چھڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے اس چھڑی کو چوم لیا(ابن ماجہ)

(۸) نبی ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا: تم طاقتور ہو۔ حجر اسود پر دھکم پیل مت کرنا۔ کمزور کو تکلیف ہوگی، موقع ملے تو بوسہ دینا ورنہ دور سے ہی اللہ اکبر پڑھ لینا(احمد، ۱۹۰)

نبی ﷺ نے خود بھی ہمیشہ بوسہ نہیں دیا۔ رش ہوا تو دور ہی سے ہاتھ یا چھڑی سے اسکی طرف اشارہ کر کے بِسمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکبَرُ کہہ کر ہاتھ یا چھڑی کو بوسہ دیکر آگے بڑھ گئے۔ مگر ہمارے مسلمان اس بوسہ اور ملتزم کو ہی اصل عبادت سمجھ کر اس کیلئے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اِس کے شوق میں ہم احرام کی حالت میں کعبہ جیسی جگہ پر نہ جانے کتنے حرام کام کر بیٹھتے ہیں۔ دھکم پیل، گر جانے اور کچلے جانے کا خطرہ، کھینچا تانی، دوسروں کو تکلیف دینا، مردوں اور عورتوں کا آپس میں خلط ملط ہو جانا، غیر محرم کا چھو جانا بلکہ بار بار چھونا اور ٹکرانا۔ ان سارے گناہوں سے بہتر یہی ہے کہ اگر حجر اسود کبھی رات ڈھائی تین بجے خالی مل جائے، تو بوسہ دے لیں، ورنہ رہنے دیں۔ اسکی وجہ سے کہیں عمرہ ہی باطل نہ ہو جائے۔

(۹) پھر بات تو ساری قبولیت کی ہے۔ اگر آپ کسی کو تکلیف دیئے بغیر یا نامحرموں کے دھکوں سے بچ کر عبادت کرنا چاہ رہے ہیں، تو کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ حجر اسود اور ملتزم کے بغیر ہی آپ کو اتنی رحمتیں عطا کر دیں، جس سے ان پر پہنچ جانیوالے بھی کتنے لوگ محروم ہوں۔

(۱۰) خواتین اگر ملتزم تک پہنچ پائیں، تو یاد رکھیں کہ نبی ﷺ نے عورت کو راستہ پر بھی بالکل کنارے پر مردوں سے الگ ہو کر چلنے کا حکم دیا ہے۔ ملتزم کے بیچ میں یا حجر اسود والے کنارے کی طرف ہرگز نہ جائیں۔ درجنوں غیر مردوں سے ھاتھ پاؤں بھی مس ہونگے اور دھکے بھی لگیں گے۔ یہ سب حرام ہے۔ اسکے بجائے ملتزم کا سیدھے ھاتھ والا کعبہ کی بقایا

عمارت کی طرف والا حصہ کبھی خالی مل جائے، تو وہاں ایک کنارے پر ضرور چلی جائیں اور مجمع کی طرف اپنے الٹے ھاتھ میں کوئی بیگ، کپڑا یا کوئی اور رکاوٹ والی چیز لٹکا لیں، جو وہاں کھڑے غیر مردوں سے آپکے جسم کو مس نہ ہونے دے۔

(۱۱) طواف سعی کے دوران کانچ کی چوڑیاں، سیفٹی پن یا کوئی بھی نکیلی چیز استعمال نہ کریں۔ گر کر کسی کے پیر میں چبھ جائیگی۔ ہاتھ میں کوئی شاپر پکڑ لیں کہ ایسی چیزیں یا دعاؤں کے اوراق پھٹ کر گر گئے ہوں، تو انھیں پیروں تلے آنے سے بچانے کیلئے مجمع گزرنے کے بعد اٹھا اٹھا کر جمع کرتے جائیں۔ اور مطمئن رہیں، آپ کچلے نہیں جائینگے۔ جس رب کی رضا کیلئے آپ یہ کر رہے ہیں، وہی آپکی حفاظت فرمائیگا۔ انشاء اللہ۔

(۱۲) کعبہ کے سامنے کئی لوگ پیسے لے کر نئے آنے والوں کو عمرہ کرواتے ہیں۔ یہ کوئی دین کا علم جاننے والے نہیں ہوتے، بس کمائی کا دھندا ہے۔ یہ جلد سے جلد ایک کو عمرہ کروا کر دوسرے کو پکڑنے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ اور جلد بازی کے طواف اور کسی جذبے کے بغیر ان کے ساتھ دعائیں دہرانے سے عبادت میں تڑپ نہیں پیدا ہوتی۔ مگر ان کے پاس آپ کے جذبوں کے انتظار کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ بھاگم بھاگ ایک کو عمرہ کروا کر اپنے پیسے کھرے کئے۔ پھر دوسرے کو پکڑ کر کمانے دوڑ گئے۔ ان سے بچ کر سکون سے اپنی عبادت کریں۔

(۱۳) طواف کرتے ہوئے نیچے دیکھتے ہوئے چلیں۔ تاکہ پھسلیں نہیں، کچھ چبھے نہیں، کسی پر پاؤں نہ پڑے۔ کعبے کی طرف دیکھنے یا اسے دیکھ کر دعا کرنے کو دل چاہ رہا ہو، تو طواف کی جگہ اور مجمع سے کہیں دور ہٹ کر کریں۔ بیچ راستے میں نہ کھڑے ہو جائیں۔

(۱۴) مجمع کے رخ پر چلیں۔ الٹا چلیں گے تو خود بھی گریں گے اور مجمع کو بھی گرائیں گے

(۱۵) بہت چھوٹے بچوں اور بیماروں کو رش کے دنوں میں نہ لائیں۔ قرآن استطاعت کی شرط لگاتا ہے۔ اور وہ استطاعت والوں میں نہیں مجبوروں میں آتے ہیں۔

(۱۶) حرم میں جگہ جگہ نمازیں، طواف، سعی اور حج اور عمرے کے مناظر دنیا بھر میں نشر کرنے کیلئے کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ پھر نہ جانے کتنے لوگ موبائل فون پر باتیں کرتے،

اس سے تصویریں کھینچتے، فلمیں بناتے نظر آتے ہیں۔ ان سب سے حتی الامکان بچیں۔ نہ اپنی بننے دیں، نہ دوسرے کی بنائیں۔ اس سے عبادت کا سارا دھیان بٹ جاتا ہے۔

زندگی کے یہ لمحات۔ صحت، فرصت، فراغت اور یہ فانی زندگی۔ نہ جانے ان میں سے کب کونسی چیز ختم ہو جائے اور آپ یہاں دوبارہ نہ آسکیں۔ اللہ نے جو وقت اور موقع دیا ہے، اسے فلمیں بنانے اور پوز دینے میں برباد نہ کریں۔ کیمرہ دیکھ کر ہاتھ ہلانا یا دعا کیلئے ہاتھ اٹھا لینا، بلکہ جھٹ نماز کی رکعت باندھ لینا۔ یہ سب وہ بدنصیبیاں ہیں، جو لاکھوں روپے خرچ کر آنے والے کے حج اور عمرے کو لمحہ بھر میں ریا کاری کی نذر کر دیتی ہیں۔ پھر اسمیں عبادت کتنی بچی؟ نبی ﷺ کی حدیث تھی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ریاکار سے کہیں گے کہ تم جنھیں دکھانے یہ کر رہے تھے، انہی سے اجر بھی لے لو۔ (مُسنَد احمد، ٥/٤٢٨، ٤٢٩)

حضرت شداد ؓ بن اوس سے مروی حدیث ہے: ''جس نے دکھاوے کیلئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کیلئے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کیلئے صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔'' (حاکِم، ٤/٣٩٢)۔

جب اللہ سے دعائیں مانگیں، تو اور چیزوں کے ساتھ اپنے لئے رب کی رضا کے اعمال کی توفیق اور قبولیت بھی مانگیں۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہونے دیں، دھکے نہ دیں، بداخلاقی نہ کریں۔ تصویریں کھینچ کر فلمیں بنا کر اپنی یا دوسرے کی عبادت کی یکسوئی ختم نہ کردیں۔ حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ نہ خود تکلیف اٹھاؤ، نہ دوسرے کو کوئی تکلیف پہنچاؤ۔ ایک دوسری حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے گھروں میں تصویریں رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس بات سے بھی کہ کوئی جانداروں کی تصویریں بنائے۔ (ترمِذی، ح: ١٧٤٩)۔

حضرت ابن عباس ؓ سے منقول حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین طرح کے لوگ سب سے زیادہ ناپسند ہیں۔ حرم کی بےحرمتی کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کے رواج چاہنے والا اور کسی کا ناحق خون کرنے کیلئے کوشاں رہنے والا۔ (بُخاری، ح: ٦٨٨٢)۔

گناہ کر بھی رہے ہیں تو کم از کم کعبہ جیسی مغفرت کی جگہ کر کے سب سے بڑے حرم

کی بےحرمتی تو نہ کریں۔ اور وہ بھی ایسا گناہ جو سب کی عبادتیں برباد کر دے۔ پھر ذمہ دار کون ہوگا ان سب کے گناہ کا؟ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''کوئی آدمی ایسے دروازے سے گزرتا ہے، جس پر نہ پردہ پڑا ہو، اور نہ ہی وہ دروازہ بند ہو، اور اسکی نظر اندر چلی جائے، تو اسے گناہ نہیں ہوگا، بلکہ گناہ تو اس گھر والوں پر ہوگا۔'' (مُسنَد احمد، ح: ٢١٦٨٧)۔

نبی ﷺ نے طواف میں صرف یہی دعائیں پڑھی ہیں

صحیح احادیث میں طواف کی نبی ﷺ دو ہی دعائیں ملتی ہیں۔ ایک حجر اسود کے استلام کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اور دوسری رکن یمانی سے حجر اسود تک کیلئے، جو نیچے نمبر پانچ پر درج ہے۔ باقی آپ آزاد ہیں، جو چاہیں اللہ سے مانگیں۔ حدیث گزر چکی ہے کہ اسوقت آپ اللہ کے وفد کے رکن ہیں اور اللہ کا آپ سے دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ ہے۔

حج کی کتابوں میں طواف اور سعی کے ہر چکر کی جو الگ الگ لمبی لمبی دعائیں لکھی ہوتی ہیں، ان میں زیادہ تر وہ ہوتی ہیں، جو نبی ﷺ نے دوسرے موقعوں پر پڑھی ہیں۔ لیکن طواف اور سعی سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

کتنے ہی لوگ یہ لمبی لمبی دعائیں نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے طواف کے دوران ادھر ادھر دیکھتے، مسجد کی بلڈنگ یا خود کعبۃ اللہ کو دیکھتے، آپس میں باتیں کرتے یا موبائل فون سے فلمیں بناتے۔ اور اپنی مغفرت اور قبولیت کے یہ لمحے برباد کرتے رہتے ہیں۔

نیچے ہم جو طواف کی دعائیں دے رہے ہیں، ان میں سے پہلی چار کی روایت ضعیف ہے۔ لیکن جب اس موقع کیلئے صحیح احادیث نہیں مل رہی ہیں، تو آپس میں باتیں کرتے ہوئے طواف کرنے، تصویروں کیلئے پوز دینے اور فلمیں بنانے سے ہزار گنا بہتر ان ضعیف حدیثوں کی دعاؤں کا ہی پڑھ لینا ہے۔ مغفرت کی گھڑیاں کم از کم ضائع تو نہیں ہونگی

نبی ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے: ''رمی جمار اور بیت اللہ کے طواف کو اللہ کا ذکر قائم کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اسکے علاوہ اسکا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔'' (ابن خُزَیمَة، الحج

نیچے دی ہوئی دعاؤں کے ساتھ آپ حضور ؐ کی سکھائی ہوئی جو دعا پڑھنا چاہیں،

پڑھتے رہیں۔اور اللہ سے جو کچھ بھی مانگنا چاہیں، مانگتے رہیں۔لیکن کسی دعا کو پہلے یا کسی اور چکر کیلئے مخصوص نہ کرلیں، کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

(۱) حضرت عبداللہؓ بن سائب کہتے ہیں کہ نبی ﷺ طواف کے شروع میں پڑھتے ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکۡبَرُ ۔ اَللّٰهُمَّ اِيۡمَانًا بِکَ ۔ وَ تَصۡدِيۡقًا بِکِتَابِکَ ۔
وَ وَفَاءً بِعَهۡدِکَ ۔ وَ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّکَ مُحَمَّدٍ (ﷺ) ۔

’’اللہ کے نام سے، جو سب سے بڑا ہے۔یا اللہ۔میں یہ آپ پر ایمان رکھتے ہوئے۔
آپ کی کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، آپ کے ساتھ کیا ہوا اپنا وعدہ نبھاتے ہوئے۔
اور آپ کے نبی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کررہا ہوں۔(ابن عساکر، ضعیف)۔

(۲) طواف کے دوران آپؐ حجر اسود سے لے کر رکن یمانی (حجر اسود سے پہلے آنے والا کعبہ کا کنارہ) تک یہ دعائیں پڑھتے:

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکۡبَرُ ۔
وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔(ابن ماجه، کتاب الحج، ضعیف) ۔

’’پاک ہے اللہ، تعریف اللہ ہی کیلئے ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
اللہ ہی سب سے بڑا ہے اور اللہ کے سوا نہ کسی میں کوئی قوت ہے نہ طاقت۔‘‘

اس دعا میں علی العظیم کا اضافہ کرکے حضورؐ کی اصلاح کی گستاخی نہ کیجئے۔حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق جس شخص نے طواف کے دوران اس دعا کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کی، اسکے دس گناہ معاف ہوتے ہیں، دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔(ابن ماجه، کتاب الحج، ضعیف)۔

(۳) نبی ﷺ کی طواف کی دوسری دعا بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی منقول ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الشَّکِّ وَ الشِّرۡکِ
وَ النِّفَاقِ وَ الشِّقَاقِ وَ سُوۡءِ الۡاَخۡلَاقِ ۔

’’پروردگار، میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، شک وشبہ پیدا کرنے والی باتوں،

شرک، منافقت، دل کی سختی اور برے اخلاق سے۔‘‘ (البزار۔ ضعیف)۔

(۴) رکن یمانی سے حجر اسود تک آپؐ نے صرف یہ دو دعائیں پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ قَنِّعۡنِيۡ بِمَا رَزَقۡتَنِيۡ وَ بَارِکۡ لِيۡ فِيۡهِ ۔
وَ اخۡلُفۡ عَلٰى کُلِّ غَائِبَةٍ لِّيۡ بِخَيۡرٍ ۔ (مُستَدرَك حاکم، ضعیف) ۔

’’یا اللہ، آپ نے مجھے جو رزق دیا ہے، مجھے اس میں قناعت اور
برکت عطا فرمائیے۔اور میری غیر موجودگی میں میرے تمام معاملات کی
بہترین طریقے سے نگہبانی فرماتے رہئے۔‘‘(حاکم، ضعیف)۔

(۵) رکن یمانی سے حجر اسود تک پڑھنے والی دعا، جو صحیح احادیث سے ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِيَةَ فِيۡ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۔
رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّ فِي الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

’’یا اللہ، میں آپ سے دنیا اور آخرت دونوں ہی کیلئے عافیت اور
مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔مالک۔مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا کرنا
اور آخرت میں بھی۔اور عذاب جہنم سے بچائے رکھنا۔‘‘
(بُخاری، کتابُ التّفسیر ۔ ابو داؤد، کتابُ المناسِك)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رکن یمانی پر ستر فرشتے متعین ہیں۔جو بھی وہاں یہ دعا پڑھتا ہے، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔(ابن ماجه)۔

صحیح احادیث سے ثابت یہ حضورؐ کی طواف کی دوسری دعا ہے۔اور نبی ﷺ نے طواف میں یہ دعا اتنی ہی پڑھی ہے۔اس میں قافیے ملاکر و ادخلنا الجنة مع الابرار یا عزیز یا غفار یا رب العالمین کا اضافہ۔ یا کسی بھی اضافہ کی گستاخی کرکے نبی ﷺ کی نعوذ باللہ اصلاح کرنا بدنصیبی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔کیا ہم حضورؐ سے زیادہ قابل ہیں؟ یا آپؐ کے کام میں کوئی کسر رہ گئی تھی، جو ہم آپؐ کی اصلاح کرنے بیٹھے ہیں؟

اسی طرح اونچی آواز میں دعائیں پڑھ کر بھی دوسروں کا حرج نہ کریں۔حضرت

ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ اعتکاف کے دوران جب نبی ﷺ نے لوگوں کو زیادہ بلند آواز سے تلاوت کرتے سنا، تو پردہ ہٹا کر فرمایا: ''تم اپنے رب سے ہم کلام ہوتے ہو، تو ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور تلاوت میں ایک دوسرے سے آواز بلند نہ کرو۔ یا فرمایا کہ نماز میں بلند نہ کرو۔(ابو داوٗد ، کتابُ الصلوٰۃ)۔

صفا و مروہ کی سعی

(۱) سعی میں بھی نبی ﷺ سات چکر فرماتے۔ صفا سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا چکر۔ اس طرح آخری چکر مروہ پر ختم ہوتا۔(ابن خُزَیمَة ،کتاب المناسِك) ۔

(۲) سعی کی ابتداء بھی آپ حجر اسود کے بوسے یا اشارے سے فرماتے۔ پھر اَبْـدَءُ بِـمَا بَدَءَ اللّٰه (میں اسی سے ابتداء کرتا ہوں، جس سے اللہ نے ابتداء کی) پڑھتے ہوئے سعی کیلئے صفا کی طرف جاتے۔(مُسنَد احمد، ح: ۱۱٤۹۳) ۔

(۳) صفا کے قریب پہنچ کر آیت پڑھتے: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔

''بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہی ہیں۔''

پھر دوبارہ اَبْـدَءُ بِـمَا بَدَءَ اللّٰه ۔ (میں اسی سے ابتداء کرتا ہوں، جس سے اللہ نے ابتداء کی) پڑھتے ہوئے سعی کیلئے صفا پر اتنا اوپر چڑھتے کہ کعبہ نظر آنے لگتا۔ قبلہ رخ ہو کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر پہلے تین دفعہ اللہ اکبر کہہ کر تین دفعہ یہ دعا پڑھتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ـ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ ـ لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ـ
وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ـ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ـ
اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ ـ و هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ـ

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔
اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریف، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔
اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام گروہوں کو شکست دیدی۔''

ہر دفعہ اس دعا کو مکمل کرنے کے بعد نبی ﷺ کعبہ ہی کی طرف رخ رکھ کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر دیر تک دوسری دعائیں، جو بھی مانگنا چاہتے، مانگتے رہتے۔ تین دفعہ یہی عمل دہرانے کے بعد آپؐ مروہ کی طرف چل پڑتے۔ (مُسلِم، کتابُ الحج)۔

(۴) مروہ پر جا کر نبی کریم ﷺ دوبارہ یہی عمل فرماتے، یعنی اسی طرح کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ اوپر دی ہوئی یہی لَا اِلٰه اَلَّا اللّٰه والی دعا پڑھ کر ہر دفعہ اسکے بعد اللہ سے دعائیں مانگتے۔(مُسلِم، کتابُ الحج) ۔

دوسری حدیث میں اس دعا میں هَزَمَ کی جگہ غَلِبَ کا لفظ آیا ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں کہ شکست دیدی۔ ہوسکتا ہے کہ حضورؐ نے کبھی هَزَمَ اور کبھی غَلِبَ پڑھا ہو۔

(۵) اس دعا کے بعد نبی ﷺ اور کیا مانگتے، اسکے الفاظ حدیث میں نہیں ملتے۔ اسلئے ہم جو بھی دعا کر لیں، سنت پوری ہو جائیگی۔ کتاب کے آخر میں ہم ضمیمہ میں نبی ﷺ کی چند دعائیں دے رہے ہیں، جو طواف سعی، ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہیں کہ بندہ اپنے پیدا کرنے اور پالنے والے رب سے بھی نہ مانگے، تو اور کس سے مانگے؟ دینے والا اور ہے بھی کون؟

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ ـ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِا لْعِبَادِ ـ

''میں نے اپنے تمام معاملات اللہ ہی کے سپرد کر دیئے۔ اور وہ اپنے بندوں کے حال سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔'' (سورة المؤمن ـ آیت ٤٤)۔

(٦) لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے عمرہ کرنے آجاتے ہیں، لیکن طریقہ سیکھ کر نہیں آتے۔ اور ناواقفیت میں صفا مروہ پر رک کر اس طرح دعا مانگنے کے بجائے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی ان دونوں پہاڑیوں پر چڑھ کر کعبہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ سے اسکی طرف اشارہ کر کے بسم اللّٰـه و اللّٰه اکبر کہہ کر جلدی سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اور سعی کے دوران کعبہ نظر آئے تو طواف کی طرح سعی میں بھی اللہ اکبر کہہ کر اِس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نبی ﷺ کا سکھایا ہوا طریقہ نہیں ہے۔ ان جاہلوں کی تقلید کے بجائے صرف اور صرف حضورؐ کے طریقوں پر عمل کریں۔

(۷) ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ صفا مروہ کے درمیان یہ پڑھتے

رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ . وَ اَنْتَ الْاَ عِزُّ الْاَ كْرَمُ ۔

''یا اللہ مجھے معاف کر دیجئے، مجھ پر رحم کیجئے۔ آپ ہی سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے، نرمی کرنے والے ہیں۔'' (ابن ابی شَیبَہ ، باسناد صحیح) ۔

(۸) اگر کبھی درمیان میں نماز، نئے وضو یا کسی اور کام سے طواف یا سعی روکنی پڑتی تو

ہمیں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل ملتا ہے کہ انھیں سعی کے دوران پیشاب کی حاجت ہوئی، تو وہ سعی روک کر چلے گئے۔ اور پھر نیا وضو کر کے اسی چکر سے سعی مکمل کی۔ ان کی بیٹی حضرت سودہؓ نے اپنی سعی تین دن میں مکمل کی تھی، کیونکہ وہ موٹاپے کی وجہ سے مسلسل اتنا چل ہی نہ پاتی تھیں۔ (فقه السنة، ۲/ ۲۷٤) ۔

(۱۰) حضرت قدامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو اونٹنی پر بیٹھ کر سعی کرتے دیکھا۔ آپؐ نہ اونٹنی کو مارتے، نہ بھگاتے اور نہ ہی لوگوں کو ہٹنے کیلئے کہتے۔ (شرح السنه، ۸۹٦)

(۱۱) نبی ﷺ کے زمانہ میں صفا مروہ پہاڑیاں تھیں۔ انھیں مسجد میں شامل کرنے کیلئے اوپر سے کاٹ چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ صفا تو پھر بھی کچھ نہ کچھ پہاڑی کی شکل میں باقی ہے، مروہ ذرا سا ہی اونچا رہ گیا ہے۔ حضورؐ کے زمانے میں ان دونوں کے درمیان نشیبی وادی تھی۔

(۱۲) ایک حدیث ہے کہ نبی ﷺ جب نشیب میں پہنچے، تو آپ نے سعی کی۔ اور نشیب ختم ہونے پر دوبارہ اپنی عام رفتار پر آ گئے۔ (مُسلِم ، کتاب الحج) ۔

اس نشیب کی نشانی کیلئے اب اس جگہ دونوں طرف مسجد کی دیوار پر ہرے رنگ کے ستون بنا دیئے گئے ہیں۔ یعنی وہ جگہ جہاں نبی ﷺ نے اپنی عام رفتار ختم کر کے سعی کی۔

سعی کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کوشش کرنا، تیز چلنا اور دوڑنا۔ اور اگر خالصتاً دوڑنے کی بات کریں، تو اسے عربی میں جری ، عدا اور رکض کہتے ہیں۔ سعی کثیر المعانی لفظ ہے، اسلئے مغالطہ ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ یہاں تیز چلتے اور کچھ دوڑتے نظر آتے ہیں۔ نیت سبھی کی نبی ﷺ کی اتباع کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما لیں۔

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی ﷺ کو صفا مروہ کے درمیان رمل کرتے دیکھا تھا۔ کہنے لگے کہ نبی ﷺ لوگوں کے ساتھ تھے۔ اور میں نے لوگوں کو رمل کرتے دیکھا تھا۔ تو انھوں نے آپؐ کو رمل کرتے دیکھ کر ہی تو ایسا کیا ہوگا۔ (نَسَائی)

(۱۵) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نشیب میں پہنچے، تو رمل کیا۔ اور جب اوپر چڑھنے لگے، تو دوبارہ اپنی عام چال پر آ گئے۔ (نَسَائی، کتاب مناسِكُ الحج) ۔

اب ان احادیث میں مل رہا ہے کہ آپ ؐ نے نشیب میں رمل کیا۔ اور دوسری میں ہے کہ نشیب میں سعی کی، تو اس سے تو سعی کا مطلب بھی تیز چلنا ہی لگ رہا ہے۔ واللہ اعلم

(۱۶) کیونکہ جلد بازی کو نبی ﷺ کبھی پسند نہیں کیا۔ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ لوگوں کو ایک ایک چیز یہ کہہ کر سکھا رہے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد حج کر سکوں گا یا نہیں۔

مزدلفہ جاتے وقت آپ ؐ کی اونٹنی پر آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید ؓ بیٹھے تھے۔ بعد میں ان سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کی رفتار کیا ہوتی تھی؟ کہنے لگے: عام رفتار سے ہی جاتے تھے۔ اگر راستہ کھلا مل جاتا، تو رفتار تھوڑی تیز کر دیتے۔(مُسلِم، کتاب الحج)۔

(۱۷) حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفات سے مزدلفہ جاتے ہوئے آپ ؐ نے اپنے پیچھے شور اور اونٹوں کو دوڑانے اور مارنے کی آوازیں سنیں، تو اپنے کوڑے سے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ ۔ عَلَیْکُمْ بِالسَّکِیْنَۃِ ۔ فَاِنَّ الْبِرَّ لَیْسَ بِا لْاِیْضَاعِ ۔

''لوگو۔ آرام سے۔ اطمینان برقرار رکھو۔ نیکی جلدی کرنے میں نہیں ہے۔'' (بخاری)۔

ایک اور حدیث ہے: ''ٹھہراؤ اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔'' (احادیث الصحیحۃ، ح: ۱۷۹۵)۔

(۱۸) نماز کیلئے بھی ایک حدیث ہے:

اِذَا سَمِعْتُمُ الْاَقَامَۃَ فَامْشُوْا اِلیٰ الصَّلوٰۃِ ۔ وَ عَلَیْکُمْ بِالسَّکِیْنَۃِ وَالْوَقَارِ ۔ وَلَا تُسْرِعُوْا ۔ فَاِذَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا، وَمَا فَاتَکُمْ ، فَأَتِمُّوْا (مُسلِم، کتابُ المسا جد)

''جب تم اقامت سن لو، تو دوڑتے ہوئے مت آؤ۔ بلکہ سکون اور وقار سے چلتے ہوئے آؤ۔ پھر جو امام کے ساتھ مل جائے اسے پڑھ لو۔ اور جو رہ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔''

ان سب احادیث سے تو یہی محسوس ہو رہا ہے کہ نبی ﷺ سعی میں بھی صرف تیزی سے چلے ہونگے، باقاعدہ دوڑے نہیں ہونگے۔ واللہ اعلم۔

(۲۰) پھر سعی میں تیزی کا حکم بھی صرف صحتمند، جوان اور توانا مردوں کیلئے ہے۔

عورتوں، بوڑھوں اور بیماروں کیلئے نہیں۔ تابعی سعید بن جبہان سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو سعی کے مقام پر چلتے دیکھا، تو وجہ پوچھی۔ فرمایا: اگر میں سعی کروں، تو وہ بھی درست ہے۔ اور اگر میں عام رفتار سے چلوں تو وہ بھی درست ہے۔ کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو سعی کرتے بھی دیکھا ہے اور عام چال سے چلتے بھی۔ اور اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ (ابن خُزَیمَہ، کتاب الحج)۔

(۲۱) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی سے مروی ہے کہ عورتوں کیلئے نہ تو طواف میں تیزی کا حکم ہے، نہ سعی میں۔ حضرت عائشہ ؓ نے چند عورتوں کو تیزی سے سعی کرتے دیکھا، تو انھیں اس سے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ سنت تمہارے لئے نہیں ہے۔(مُسنَد شافعی، الحج)۔

(۲۳) سعی مکمل کر کے بہت سے لوگ مروہ پر دو رکعت نماز پڑھتے نظر آتے ہیں۔ یہ بھی خلاف سنت ہے۔ خود پر رحم کریں اور دین میں نئی نئی ایجادیں اور حضورؐ کے کاموں کی نعوذ باللہ اصلاح کر کے اپنا عمرہ برباد نہ کرلیں۔ ایک حدیث تھی کہ میں تمھیں دین میں نئی باتیں داخل کرنے سے خاص طور سے منع کر رہا ہوں۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔(ابوداوٗد، ح: ۴۶۰۷۔ مُسنَد احمد، ح: ۱۷۲۵۷)۔

(۲۴) حضرت جابرؓ کی حدیث تھی کہ نبی ﷺ سعی کے بعد بال چھوٹے کروا کر عمرہ کا احرام کھول دینے کا حکم دیتے۔(بخاری، کتاب العمرۃ)۔

حج کے بعد آپ ؐ حَـلَق یعنی بال منڈوانے اور عمرے کے بعد قَـصـر یعنی بال چھوٹے کروا لینے کا حکم دیتے۔ کتنے چھوٹے کروائیں؟ یہ حدیث میں نہیں ملتا، لیکن اس کیلئے ایک چھوٹی فولڈنگ قینچی اپنے ساتھ ضرور لے جائیں۔

(۲۵) اگر کسی کی حج اور عمرہ دونوں ایک ہی احرام میں کرنے کی نیت ہوتی، تو نبی ﷺ اسے بال نہ کٹوانے اور حج ختم ہونے تک احرام میں ہی رہنے کا حکم دیتے۔ (مُسلِم)

احرام چونکہ لباس سے زیادہ پابندیوں کا نام ہے اسلئے بال کٹوانے کے بعد لباس تبدیل کریں نہ کریں، اِس کی پابندیاں ختم ہوگئیں۔ لیکن مردوں کیلئے تو بہتر یہی ہے کہ لباس

جلد بدل لیں، تاکہ میلا نہ ہو اور دوبارہ استعمال کرنے کیلئے دھونا نہ پڑے۔ عورتوں کا تو روز مرہ کا لباس ہی ان کا احرام ہے، بشرطیکہ مکمل طور پر ڈھکا ہوا ڈھیلا ڈھالا ہو، خوب بڑے ڈوپٹے ہوں اور اس میں سے جسم کی ساخت بالکل نہ جھلکے۔ ظاہر کو مسلمان بنائیں، تو باطن بھی مسلمان ہو جائیگا۔ اور باطن کو مسلمان بنائیں، تو ظاہر بھی مسلمان ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

اب آپ کا عمرہ مکمل ہو چکا ہے

اب آپ کا عمرہ پورا ہو چکا ہے۔ جس سفر کیلئے آپ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ہزاروں میل دور آئے تھے، وہ پورا ہو چکا۔ عملاً عمرہ میں کل دو ڈھائی گھنٹے لگتے ہیں۔ لیکن دور رہنے والے مسلمان کے کعبہ جانے کے جذبے، قبولیت اور مغفرت کی تمنائیں۔ کعبہ سے واپسی کا وقت اور مسجد حرام سے باہر نکلنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

لیکن نکلنے والوں کیلئے نبی ﷺ کی ہدایت تھی کہ طواف وداع سے پہلے مکہ سے کوئی ہرگز نہ نکلے۔ البتہ حائضہ عورتوں کو اِس میں رعایت دیدی تھی۔ (بُخاری، کتاب الحج)

نبی ﷺ نے حج سے فارغ ہونے کے بعد فجر سے پہلے مکہ پہنچ کر اپنے روزمرہ کے کپڑوں میں اور رمل کے بغیر عام رفتار سے طواف وداع کیا تھا۔ پھر نماز فجر ادا کر کے ثنیة السفلیٰ کے راستے مکہ سے واپس ہو گئے تھے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں
عازمین کیلئے مفت ترجمۂ قرآن و دیگر اسلامی کتب

مسجد حرام میں ادارة الشئون المصاحف کا دفتر ہے، جہاں سے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم قرآن اور دیگر اسلامی کتب پاسپورٹ دکھانے پر مفت ملتی ہیں۔ رابطۂ عالم اسلامی کے دفتر سے بھی یہ مفت تقسیم ہوتے ہیں۔ اسکے ساتھ اگر بلا ترجمہ قرآن بھی لینا چاہیں، تو نیلے رنگ کی جلد والے قرآن انڈیا اور پاکستان کے عازمین کیلئے ہیں۔

حج تک رک جانے والوں کیلئے۔

رمضان میں عمرے کیلئے جانے والوں کو عید تک سعودیہ میں رکنے کی عام اجازت

ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی حج تک رکنا چاہے، تو عید کے بعد اسکی بھی اجازت مل جاتی ہے۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی بڑی مجبوری ہو، تو کمزوروں، بیماروں اور بوڑھوں کو نبی ﷺ نے اجازت دیدی تھی کہ وہ اگر مجمع کے ساتھ اور مقررہ اوقات میں مناسک حج ادا نہ کر سکیں، تو انہی تاریخوں میں لیکن اپنی آسانی کے وقت کر لیں۔ (ابن ماجه)۔

لیکن حج سے پہلے کتب حدیث سے نبی ﷺ حج کا طریقہ پڑھ لیجئے، تاکہ آپکا عمل ہو بہو حضورؐ کے عمل کی مانند ہو۔ ادارۃ الشئون المصاحف سے بھی اور مارکیٹ میں بھی آپ کو اردو میں یہ کتب عام مل جائیں گی۔ اگر آپ کو میری رمضان کی یہ کتاب پسند آئی ہو، تو اسی سلسلے کی حج اور عمرے کی احادیث، سنتیں اور مسائل کے نام سے پندرہ سو سے زائد صحیح احادیث پر مبنی کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

واپس گھر آتے ہوئے راستے میں پڑھی جانے والی دعا

(۱) واپسی کے راستے میں یہ دعا پڑھنا سنت ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ ۔ لَهُ الْمُلْکُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ۔ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۔ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ ۔ و هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ۔

’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کیلئے تمام تعریف۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم پلٹنے والے، توبہ کرنیوالے، عبادت گزار، سجدہ کرنیوالے، اپنے رب کی تعریف کرنیوالے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام گروہوں کو شکست دیدی۔‘‘ (بُخاری)۔

دو انتہائی اہم احادیث

پہلی حدیث تو رزق حلال کے بارے میں نبی ﷺ کا ایک مختصر سا خطبہ ہے:

’’لوگو۔ اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتے ہیں۔ اللہ نے مؤمنین کو بھی وہی حکم دیا ہے، جو اس نے رسولوں کو دیا ہے۔

یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ

(اے نبی۔ پاک چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرتے رہو۔ تم جو بھی عمل کرتے ہو، میں اس سے خوب اچھی طرح واقف ہوں)۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ۔

(اے ایمان والو۔ ہم نے جو پاک چیزیں تمہیں دی ہیں، اس میں سے کھاؤ پیؤ)۔

یہ آیات پڑھ کر حضورؐ نے حاجی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا: ''ایک شخص ایک لمبا سفر طے کرکے آرہا ہے۔ اسکی حالت سخت پراگندہ ہے اور اس پر گرد اٹی ہوئی ہے۔ وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتا ہے کہ یا اللہ۔ یا اللہ۔ حالانکہ اسکا کھانا حرام، اسکا پینا حرام، اسکا پہننا حرام۔ حرام کھا کر ہی وہ پلا ہے، پھر اسکی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (مسلم)

اور دوسری حدیث میں نبیﷺ نے فرمایا ہے: ''جس شخص پر بھی اپنے بھائی کا اسکی عزت آبرو یا کسی بھی چیز سے متعلق زیادتی کا کوئی حق ہو، اسے چاہئے کہ آج ہی دنیا میں اسکی تلافی کرکے اس کا حق ادا کردے۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے، جب درہم و دینار نہیں ہونگے۔ پھر اگر کسی کے پاس نیکیاں ہوں، تو اسکی زیادتی کے برابر لے لی جائیں گی۔ (اور مظلوموں میں تقسیم کردی جائیں گی)۔ اور اگر اسکے پاس نیکیاں نہ ہوئیں، تو جس کے ساتھ زیادتی کی ہو، ان کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ اور پھر اسے جہنم میں ڈالدیا جائیگا۔'' (بخاری، کتاب المظالم۔ مسلم، کتاب البر والصلہ)۔

اسلام یہ نہیں ہے کہ تھوڑی دیر کیلئے مصلے پر کھڑے ہوکر اللہ اللہ کرلیا اور پھر مصلا سمیٹتے ہی آزاد ہوگئے کہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ یہ حج، یہ عمرے اور یہ دن رات کی عبادتیں۔ یہ سب تو ہمیں بار بار یاد دلاتے رہنے کیلئے ہیں کہ ہمیں اپنی ایک ایک سانس کا حساب اپنے رب کو دینا ہے۔ یہ جذبہ بیدار نہ ہوسکا، تو یہ ساری عبادتیں محض ایک بے جان خانہ پُری رہ جاتی ہے؟ یہی ان احادیث کا پیغام ہے۔

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں

اللہ کی قدرت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ

یہ ایک ایسا حیرت انگیز کرشمہ ہے، جس کا جب تک کوئی احساس نہ لائے، کوئی توجہ ہی نہیں کرتا۔ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، کعبہ کو ڈھانے کیلئے آنے والے ہاتھیوں کے لشکر کا حال پڑھتے چلے آئے ہیں کہ پیدا کرنے اور پالنے والے اللہ کے قائل تو مشرکین مکہ بھی تھے۔ کعبہ کی عزت وہ بھی کرتے تھے، مگر انھوں نے کعبہ میں بت بھی سجا لئے تھے۔

نبیﷺ کی پیدائش سے پہلے یمن کا عیسائی بادشاہ ابرہہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے اپنی ساٹھ ہزار کی فوج لے کر آیا، جس میں بہت سے ہاتھیوں پر سوار تھے۔ ہاتھی جتنا بڑا جانور مکہ والوں کیلئے بالکل نئی چیز تھا۔ وہ ڈر کر چھپنے لگے۔ جب یہ لشکر اپنے پورے رعب اور دبدبہ کے ساتھ منیٰ و مزدلفہ کے درمیان وادی مُحَسِّرْ پہنچا، تو اچانک سمندر کی طرف سے چھوٹی چھوٹی ابابیلوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں لئے ہوئے نمودار ہوگئے اور انھوں نے اس لشکر پر کنکریوں کی بارش کردی، جس سے انکا گوشت گل گل کر گرنا شروع ہوتا گیا۔ اور آخر کار یہ پورا لشکر ہی تباہ ہوگیا۔ قرآن کہتا ہے کہ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ۔ (پھر وہ بھوسے کے ڈھیر کی مانند ہوکر رہ گئے)۔ (سورۃ الفیل)۔

مکہ میں اس واقعہ کے ہزاروں عینی گواہ موجود تھے۔ یہ واقعہ ہی بہت غیر معمولی چیز تھا۔ پھر یہ اتنا زیادہ مشہور ہوگیا تھا کہ اسکے بعد لوگ اپنی تاریخوں کا حساب بھی اسی عام الفیل یعنی ہاتھی والوں کے سال سے رکھنے لگے تھے۔

ابابیلیں مسجد حرام میں آج تک موجود ہیں۔ یہ چھوٹی سی چڑیائیں صبح کا اجالا نمودار ہونے پر کعبہ کے گرد سینکڑوں کی تعداد میں چہچہاتی اڑنے لگتی ہیں۔ لیکن کعبے کے گرد، کعبے کے اوپر نہیں۔ شام کو مغرب کے وقت پھر آجاتی ہیں۔

اللہ کی شان دیکھیں کہ نہ یہ کعبہ کے اوپر اڑتی ہیں، نہ کعبہ پر بیٹھتی ہیں۔ اور نہ ہی طواف کی جگہ پر، طواف کرنے والوں کے سر یا کپڑوں پر، یا کعبہ کے غلاف پر، کہیں بیٹ کرتی ہیں۔ حرم میں کوئی بھی طواف کے دوران اپنے اوپر یا کہیں بھی ان کی بیٹ گرتی دیکھتے

کا قصہ نہیں سناتا۔ سعودی ٹی وی روزانہ ہی کعبہ سے نمازیں براہ راست نشر کرتا ہے۔ ہر نماز میں غلاف کعبہ آپ کو صاف ستھرا چمکتا نظر آئیگا۔

مسجد کی چھت پر پنکھوں کے اوپری پیالوں میں ان کے گھونسلے ہیں۔ اور ان گھونسلوں کی صفائی میں ان کی بیٹ بھی نکلتی ہی رہتی ہے، لیکن اللہ نے کعبہ کے تقدس کیلئے ان چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو بھی بول و براز کے آداب (Toilet Trainining) سکھا دیئے۔

پھر مسجد حرام اور مسجد نبوی میں کبوتر بھی بہت ہیں۔ مسجد نبوی میں تو اتنے ہیں کہ کتنے ہی لوگ تو مسجد کے باہر صحن میں صرف ان کا دانہ بیچ کر روزی کما رہے ہیں۔ لیکن مسجد حرام کی ابابیلیں اور کبوتر، آپ کو کبھی کعبہ یا گنبد خضراء کے اوپر بیٹھنا تو درکنار، کبھی اس کے اوپر اڑتے ہوئے بھی نظر نہیں آئیں گے۔ گنبد خضراء کی طرف ایک آدھ کبوتر اڑتا ہوا آتا ہے اور قریب آ کر اس طرح واپس لوٹ جاتا ہے، جیسے فضاء میں نظر نہ آنیوالا کوئی حصار ہو، جس سے ٹکرا کر وہ واپس لوٹ رہا ہو۔ پھر آتا ہے، پھر اسی طرح لوٹ جاتا ہے۔

سعودی حکومت نے مسجد حرام اور مسجد نبوی پر سے ہوائی جہاز کے گزرنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ لیکن پرندے کو تو پابند نہیں کر سکتے۔ آپ اگر مکہ یا مدینہ جائیں، تو دن کی روشنی میں تو جب چاہیں یہ منظر دیکھ سکتے ہیں۔ ورنہ ٹی وی پر نماز کے وقت دیکھ سکتے ہیں کہ کعبہ اور گنبد خضراء کے اوپر کبھی بھی کوئی پرندہ بیٹھا تو درکنار، اسکے قریب اڑتا ہوا بھی نظر نہیں آتا۔ بس اللہ کی شان ہے اور غیر مسلم کو قائل کرنے کیلئے اللہ کی قدرت کا ایک چھوٹا سا کرشمہ۔ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ۔

مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْ ءٍ بَصِيْرٌ ۔ (سورۃُ المُلک ، ١٩) ۔

''کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلائے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمٰن کے سوا کون ہے، جو انھیں تھامے ہوئے ہے؟ وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

ایک اہم وضاحت

مسجد نبوی میں نبی ﷺ کی تدفین اور گنبد خضراء کے مسئلہ پر مسلمان سوچ میں پڑ

جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے تو قبر کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے اور کچھ لکھنے سے منع فرمایا تھا۔ (ابو داؤد، کتابُ الجنائز) ۔ حضرت علیؓ کو آپؐ نے مدینہ میں موجود ہر بت کو توڑ دینے، ہر تصویر کو مٹا دینے اور زمین سے اونچی ہر قبر کو گرا کر زمین کے برابر کر دینے کا حکم دیا تھا۔ (مُسلِم، کتابُ الجنائز) ۔ اپنے آخری وقت میں بھی، جب آپؐ لیٹے لیٹے بار بار اپنا چہرہ چادر سے ڈھک لیتے۔ اور پھر تھوڑی دیر میں بے چین ہو کر چادر ہٹا دیتے۔ اس وقت بھی شدید تکلیف کے عالم میں اکھڑتی ہوئی سانسوں میں آپؐ نے فرمایا تھا: ''خبردار۔ تم سے پہلے کے لوگ اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے۔ خبردار۔ تم قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے روک رہا ہوں۔'' (مُسلِم، کتابُ المَسَاجِد) ۔

پھر مسجد نبوی میں حضورؐ کی تدفین؟

نبی ﷺ کو نہ مسجد میں دفنایا گیا، نہ قبر پر مسجد بنائی گئی۔ آپؐ کا انتقال مسجد سے متصل حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ نبیوں کو ان کی موت کی جگہ پر ہی دفن کیا جاتا ہے، اِس لئے آپؐ کی تدفین حضرت عائشہؓ کے حجرے میں ہی ہوئی۔ (رحیق المختوم، ص ٦٣٣) ۔ اِس کے سو سال بعد اموی دور میں مسجد کی توسیع ہوئی، تو ارد گرد کی ساری جگہیں مسجد میں شامل کر لی گئیں۔ اسی میں حضرت عائشہؓ کا حجرہ بھی مسجد میں آ گیا۔ پھر ایک مسلمان اپنے نبی کی قبر وہاں سے کیسے ہٹاتا۔ یہ خود بخود مسجد میں آ گئی۔ مگر اب بھی یہ جنت البقیع کے سامنے اور بقیہ مسجد سے ایک طرف ہٹی ہوئی ہے، مسجد کے بیچ میں نہیں ہے۔

اور اب گنبد خضراء چونکہ ساری دنیا میں قبر نبوی کی علامت بن چکا ہے، تو اللہ نے اسکی صفائی ستھرائی اور تقدس برقرار رکھنے کیلئے اسے معمولی پرندوں کیلئے بھی ممنوعہ مقام بنا دیا۔ ایک چھوٹی سی چڑیا بھی نہ کبھی اِسکے اوپر اڑتی ہے، نہ اِس پر آ کر بیٹھتی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ۔

''اس میں ایک سبق ہے، ہر اس شخص کیلئے، جو دل رکھتا ہو۔ یا جو توجہ سے بات سنے۔''

(سورۃ ق ۔ آیت ٢٧) ۔

ضمیمہ (۱)۔

چند مسنون دعائیں ، جو آپ روزہ ، اعتکاف ، شب قدر ، عمرہ طواف ، سعی اور زندگی میں جب چاھیں، جہاں چاھیں پڑھ سکتے ھیں

(۱) قرآن کہتا ہے: اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ ۔
وَ اِنْ یُرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ۔
''اگر اللہ تمہیں کسی مصیبت میں ڈالدے، تو خود اسکے سوا کوئی نہیں، جو اس مصیبت کو ٹال سکے۔ اور اگر وہ تمہارے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرلے، تو اسکے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔'' (سورۃ یونس ، ۱۰۷) ۔

(۲) جب بھی نبی ﷺ کو کوئی چیز بے چین کرتی، تو آپؐ بار بار پڑھتے ۔
یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ ۔ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ ۔
''اے ہمیشہ باقی رہنے والے، اے کائنات کا نظام چلانے والے، آپ کی رحمت سے فریاد ہے۔'' (ترمذی ، کتاب الدعوات) ۔

(۳) کسی نے نبی ﷺ کے سامنے اللہ کو پکارتے ہوئے کہا: یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامُ ، تو آپؐ نے فرمایا: ''قبولیت کا دروازہ کھل چکا۔ جو مانگنا چاہتے ہو، مانگ لو۔ تمہاری دعا

پوری ہو جائے گی۔'' لیکن جب آپؐ نے ایک شخص کو اللہ سے صبر مانگتے ہوئے سنا، تو فرمایا: ''تم نے آزمائش مانگ لی ہے۔ اب عافیت بھی مانگو۔'' (ترمذی ، ابواب الدعوات)۔

(۴) نیچے دی ہوئی دعائیں، یہ سب کے سب نبی ﷺ کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ عربی میں یاد کرنا مشکل ہو، تو اردو ترجمہ ہی پڑھتے رہا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرَکِ الشَّقَاءِ
سُوْءِ الْقَضَاءِ وَ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ ۔(بخاری، کتاب الدعوات)۔
''پروردگار۔ میں آپکی پناہ مانگتا ہوں سختی اور قحط سے۔ بدبختی اور بری تقدیر سے۔ اور دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع ملنے سے۔''

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَ تَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ
وَ مِنْ فُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَ جَمِیْعِ سَخَتِکَ ۔(مسلم ، کتاب الذکر والدعا)۔
''پروردگار۔ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، آپ کی نعمت کے زوال سے۔ آپ کی عطا کردہ عافیت سے محرومی سے۔ آپ کے اچانک آجانیوالے عذاب سے اور آپ کے ہر طرح کے غصہ سے۔''

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْقِلَّۃِ وَ الذِّلَّۃِ
وَ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ۔ (ابوداوٗد ، نسائی)۔
یا اللہ۔ میں آپکی پناہ مانگتا ہوں غربت سے، قلت اور کمی سے، رسوائی سے۔ اور اس بات سے کہ میں کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَ الْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
وَالْھَرَمِ وَ الْاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَالْعَذَابَ الْقَبْرِ
وَ الْفِتْنَۃِ الْمَحْیَاءِ وَالْمَمَاتِ ۔ اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا ۔
''پروردگار۔ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں، کمزوری، سستی، بخیلی اور نامردی سے۔ اور ایسے بڑھاپے سے جس میں ہوش وحواس اور جسم کی ساری طاقتیں چلی جائیں ۔

عذاب قبر اور زندگی اور موت کے تمام فتنوں سے ۔

پروردگار۔ میرے نفس کو اپنا خوف عطا کر دیجئے۔'' (مسلم، کتاب الذکر والدعا) ۔

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ نبیﷺ نے فرمایا: پریشان کی دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْا ۔فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

وَاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهُ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔(ابو داوٗد، کتاب الادب) ۔

''پروردگار۔ میں آپ کی رحمت سے امید لگائے بیٹھا ہوں۔

مالک، مجھے ایک لحہ کیلئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا۔

اور میرے تمام معاملات درست کر دینا کہ آپ کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے۔''

(۵) قرآن ہمیں دعا کرنے کا ایک اور انداز سکھا رہا ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۔ وَاعْفُ عَنَّا ۔وَاغْفِرْ لَنَا ۔ وَارْحَمْنَا۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔

''پروردگار۔ اگر ہم سے کوئی غلطی یا بھول چوک ہو جائے، تو اس پر ہماری گرفت نہ کرنا۔

مالک۔ ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈال دینا، جیسا کہ آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالنا ہمارے رب، جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔

ہماری غلطیوں کو معاف کر دینا، ہمارے گناہوں کو بخش دینا، ہم پر رحم فرمانا،

کہ آپ ہی ہمارے آقا و مولا ہیں۔ کفار کے مقابلے میں ہماری مدد اور دستگیری فرمانا۔''

(سورة البقرة ۔۲۸۰) ۔

دعائیں مانگتے ہوئے یہ ادب ملحوظ رہے کہ نبیﷺ رفع حاجت کے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی وہ انگوٹھی بھی اتار دیتے، جس پر محمدؐ رسول اللہ کندہ تھا۔ (ابو داوٗد، کتاب الطهارة) ۔

اگر محمدؐ رسول اللہ

اک دن تم سے ملنے آجائیں

(جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی تنظیم YOUNG MEN'S MUSLIM ASSOCIATION

کے ششماہی رسالے AWAKE کی انگریزی نظم سے ماخوذ)

اگر محمدؐ رسول اللہ اک دن تم سے ملنے آجائیں۔
بالکل اچانک تشریف لائیں۔
میں حیران ہوں کہ تم کیا کرو گے،
کیا کرو گے۔

ہاں میں جانتا ہوں۔
تم اپنا بہترین کمرہ۔
اپنے محترم مہمان کو پیش کرو گے۔
سب سے عمدہ، سب سے اعلیٰ
طعام کا اہتمام کرو گے۔
اپنی ہر بات سے انھیں احساس دلاؤ گے۔
کہ ان کی آمد سے تم بہت خوش، بہت دل شاد ہو
ان کی آمد تمہارے لئے اک اعزاز ہے۔
اک ناقابل بیان مسرت۔
اور مسلمان کا اک حسین خواب ہے ۔

لیکن۔۔۔ جب تم انھیں آتا دیکھو گے۔
کیا ان سے دوڑ کر دروازے پر مل پاؤ گے؟
ان کے استقبال میں اپنے بازو...... وا کر سکو گے
یا۔۔۔ ان کی اندر آمد سے پہلے ہی تمہیں۔
اپنا لباس تبدیل کرنے دوڑ جانا پڑیگا۔
ان کی نظروں سے چھپا کر، تمام رسائل ہٹا کر۔
قرآن پاک سجانا پڑیگا۔

پھر کیا تم اپنے ٹی وی پر وہی لباس،
وہی مناظر دیکھ سکو گے؟
یا ان کی نظر پڑنے سے پہلے ہی،
دوڑ کر اپنا ٹی وی بھی بند کر دو گے۔

کیا اس خواہش پر کہ ان کی سماعت سے۔
تمہارا موبائل، تمہاری سی ڈیز، ڈی وی ڈیز دور رہیں
ان سب کو بھی کہیں چھپا دو گے۔

اور پچھتاؤ گے کہ کاش۔
تم نے اس وقت اس اونچی آواز میں۔
کبھی بات ہی نہ کی ہوتی۔

کیا نغمہ و موسیقی کے آلات چھپا کر۔
ان پر احادیث کی کتابیں ڈھانک دو گے۔

اور پھر کیا تم انھیں اپنے گھر کے ہر گوشے۔
ہر جگہ، ہر حصہ میں بلا جھجک لے جاؤ گے۔

یا پھر انھیں اپنا گھر دکھانے سے پہلے ہی۔
یہ سب کچھ چھپانے دوڑ جاؤ گے۔

اور میں حیران ہوں۔۔۔۔اگر محمدؐ۔
ایک یا دو دن تمہارے ساتھ گزارنا چاہیں۔
تمہاری ذات، تمہارے خاندان کو۔
یہ اکرام دینا چاہیں۔

کیا تم اپنے معمول کے مطابق کام کر پاؤ گے؟
وہی الفاظ جو کہتے ہو، کہہ پاؤ گے؟
کیا تمہاری زندگی کے روز و شب،
برقرار رہ سکیں گے۔
کیا تمہارے گھر کی روزمرہ کی گفتگو،
ویسے ہی جاری رہ سکے گی۔
یا تمہارے لئے ان کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے،
کھانے کی دعائیں پڑھنی بھی مشکل ہو جائیں گی
تمہیں نمازیں ٹال کر سونہ جانا یاد رہے گا۔
تمہیں خوشی کے ساتھ رب کے دربار میں۔
بار بار جھکنا یاد رہے گا۔

جو گیت اور نغمے اکثر گنگناتے ہو،
وہی گنگنا پاؤ گے۔
وہی کتابیں وہ رسالے جو پڑھتے ہو، پڑھ پاؤ گے
انھیں بتا سکو گے کہ تمہاری سوچ،
تمہارے خیالات اور تمہاری نگاہیں۔
کہاں کہاں بھٹکتی، کس کس کو کہاں ٹٹولتی رہتی ہیں
انھیں بتا پاؤ گے کہ یہ سب کچھ تمہاری روح،
تمہارے وجود میں سمایا ہوا ہے۔

کیا ہر اس جگہ جہاں تم جاتے ہو۔
محمدؐ رسول اللہ کو، اپنے ہمراہ لے جا سکو گے؟
اپنے ہر ساتھی، ہر ملنے والے سے انھیں ملوا پاؤ گے۔
یا چاہو گے کہ ان کے قیام تک۔
یہ سب تم سے دور ہی رہیں؟

اور اگر وہ۔۔۔
اگر وہ ساری عمر تمہارے ساتھ رہنا چاہیں۔
تو کیا تم تمام عمر کیلئے، انھیں اپنا مہمان بنا پاؤ گے۔
یا پھر اک آزادی اور اطمینان کا سانس لو گے۔
جب آخر کار وہ اک دن۔
تمہارے گھر سے واپس لوٹ جائیں گے۔

کیا یہ تصور، یہ خیال، خوشگوار نہیں ہوگا۔
اگر میں جاننا چاہوں کہ تم اس وقت کیا کرو گے۔
جب محمد رسول اللہؐ کچھ دن، کچھ وقت۔
تمہارے ساتھ گزارنے کیلئے ۔
اپنی امت کے احوال سے آگہی کیلئے۔
اپنی امت کی خیر خواہی کیلئے۔
تمہارے گھر مہمان رہیں ۔

(ماخوذ از شمارہ دسمبر 1983)
(تلخیص و ترجمہ: عروج شیخ)

ہمارے روزمرہ کے کھانوں میں شامل حرام اشیاء کی فہرست

ہمارے بازاروں میں کھانے پینے کی غیر ملکی چیزیں بھری پڑی ہیں۔سویٹ، ٹافی، کیک، بسکٹ، چاکلیٹ، دوائیاں، ڈبوں میں بند غذائیں۔ پھر ملک میں تیار یا پیک ہونے والی چیزیں مثلاً کیک بسکٹ پر کی جانے والی آئسنگ، ٹھنڈی بوتلیں، جوس، آئسکریم، قلفی، دوائیاں، ٹوتھ پیسٹ، کریم، لپ اسٹک۔ ان میں تازگی، رنگ اور ذائقہ برقرار رکھنے کیلئے مختلف چیزیں شامل کی جاتی ہیں۔ان میں سے زیادہ تر باہر سے آتی ہیں، جن میں بہت سی حرام اشیاء شامل ہوتی ہیں، جو سور شراب اور غیر ذبیحہ جانور سے لے کر کتے بلی تک کے خون اور گوشت سے تیار کی جاتی ہیں۔اور ہم ناواقفیت میں انھیں مزے لے کر کھا لیتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں قانوناً ہر پیکٹ پر اندر استعمال ہونے والی اشیاء کا نام لکھنا ضروری ہے۔ ہمارے ہاں یہ قانون نہیں ہے، پھر بھی کچھ نہ کچھ تو لکھا ہوتا ہی ہے۔ذیل میں چند عام استعمال ہونیوالے حرام غذائی اجزاء کی فہرست ہے۔ جو ہم نے برطانوی مسلمانوں کی ویب سائیٹ سے حاصل کی ہے۔ E100, E101, E103, E110, E111, E120, E124, E125, E127, E128, E140, E141, E152, E153, E160a, E210, E213, E214, E216, E220, E234, E252, E270, E280, E325, E326, E327, E334, E335, E336, E337, E420,E422, E430, E431, E432, E433, E434, E435, E436,E440, E470, E470A, E470B, E471, E472, E472A, E472B, E472C E473, E474, E475, E476, E477, E478, E481, E482, E483, E491, E492, E493, E494, E495, E542,E570, E572, E631, E635, E904. Gelatin, Alcohol, Glycerol, Glycerine, Pepsin, Glycine, Rennet, Renin, Animal fat, Lard, Bacon, Cola Drinks, Animal Shortening, Marshmallows (contain gelatin), Animal Lecithin, Collagen, Oxystearin, Cochineal Red, Shellac,

مزید تفصیلات کیلئے انٹرنیٹ پر درج ذیل ویب سائٹس دیکھیے۔

www.exploreenumbers.co.uk/e-numbers-not-suitable-for-a-halal-diet.html
www.halalgelatine.com/ www.gmwa.org.uk/foodguide2
msa.students.mtu.edu/wp-content/uploads/2010/09/A-Guide-to-Halal.pdf
www.vnv.org.au/site/index.php?option www.eat-halal.com;
www.eathalal.ca/2010/06/halal-and-haram-e-numbers.html
www.IFANCA.org (IFNCA = THE ISLAMIC FOOD & NUTRITION COUNCIL OF AMERICA)